حل العویص

حصہ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَعَلَّمَہٗ رُمُوْزَ الْمَعَانِیْ وَاَسْرَارَ الْبَیَانِ ÷ وَاَبْدَعَہٗ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ وَّاَفْضَلِ بُنْیَانٍ ÷ وَشَرَحَ صُدُوْرَنَا بِاَنْوَارِ الْیَقِیْنِ وَالْعِرْفَانِ ÷ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدِنِ الَّذِیْ ھُوَ حَائِزُ قَصَبَاتِ السَّبَقِ فِیْ مِضْمَارِ الْفَصَاحَۃِ وَالْبَلَاغَۃِ ÷ مُؤَیَّدٌ بِدَلَائِلِ الْاِعْجَازِ وَالْبَرَاعَۃِ ÷ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ ھُمْ اَبْوَابُ الْعُلُوْمِ وَالْفَقَاھَۃِ ÷ وَمُقْتَفُوْنَ بِہٖ فِیْ مُجَاھَدَۃِ النَّفْسِ وَمُبَاشَرَۃِ الرِّیَاضَۃِ ÷

امّا بعد بندۂ حقیر پُرتقصیر خادم علماء عرض کرتا ہے کہ ان دنوں شوق دامنگیر ہوا کہ تلخیص المفتاح مصنفہ علّامہ عبد الرحمٰن قزوینی کی جو کہ مشہور اور متداول ہی علماء اور طلباء میں اُردو شرح ایسی لکھوں کہ جس سے طلباء پر اسکے مطالب واضح وروشن اور مشکلات حل ہوجاویں بحمد اللہ وہ آرزو پوری ہوگئی اور مختصر المعانی بالاستیعاب اور مطول کے بعض مقامات کی توضیح وتشریح کردی گئی بفضلہ تعالیٰ مختصر المعانی پڑھنے والے طلبا کو بہت نفع بخش ثابت ہوگی انشاء اللہ تعالےٰ اور اُنھیں چاہیے کہ اس صلہ میں میرے لئے دعائے مغفرت کریں اور حضرات علمائے کرام سے گذارش ہی کہ اگر کوئی غلطی عمداً یا سہواً یا بوجہ کم مائگی علم کے رہ گئی ہو تو اپنے گوشۂ چشم عفو وتسامح سے ملحوظ فرماویں۔ اور اس کتاب کا نام حل العویص فی شرح التلخیص رکھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اسکو مفید عام اور مقبول تام فرماوے ÷

آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ وصحبہ اجمعین امین

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

مصنف علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب کو تسمیہ کے ساتھ شروع کیا للتبرک والتیمن بہا مصنف
نے بعد تبرک وتیمن بالتسمیہ کے تحمید کے ساتھ افتتاح کیا تاکہ قرآن کریم وحدیث شریف وسلف
صالحین کے ہر عمل کی اقتدا حاصل ہو جاوے اور ابتدا حقیقی بالتسمیہ وابتداء عرفی یا اضافی بالتحمید
ہو جاوے تاکہ تطبیق بین الحدیثین صحیح و درست ہو اور بسم اللہ میں باجارہ استعانت یا الصاق
کیلئے ہو اور وہ متعلق ہو فعل محذوف کے ساتھ کما ھو المشھور یا تبرک کیساتھ کما ھو المنصور اور
تقدیر متعلق کی متاخراً اولیٰ وانسب ہو بکونہ ادل علی الاختصاص والتعظیم جیسے بسم اللہ الخ
اقرء او متبرک لفظ اسم اس غرض سے زیادہ کیا گیا ہو کہ یمین وتیمن میں فرق ہو جاوے کیونکہ باللہ
قسم کے لئے کہا جاتا ہو اور بسم اللہ تبرک کے لئے یا اسلئے کہ استعانت وتبرک اسم سے ہوگا۔ نہ مسمیٰ سے
یا لفظ اسم زائد ہے جیسے قول شاعر میں الی الحول ثم اسم السلام علیکما۔ ترجمہ اللہ
ہی کے نام کی برکت سے جو بڑا مہربان اور بیحد رحم والا ہو شروع کرتا ہوں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تَعَالیٰ

عَلیٰ مَا اَنْعَمَ وَعَلَّمَ مِنَ الْبَیَانِ مَا لَمْ نَعْلَمْ حمد لغت میں بمعنے ستودن وستایش کے ہے حمد جو
مصدر ہے اسمیں چھ بلکہ سات احتمال ہو سکتے ہیں مصدر مبنی للفاعل ومبنی للمفعول ومصدر
معلوم ومجہول وحاصل مصدر معلوم وحاصل مصدر مجہول وقدر مشترک اور اصطلاح میں ھوالثناء
باللسان علیٰ قصد التعظیم تعلق بالنعمۃ اوغیرھا اور شکر کے معنی ہیں ھو فعل ینبئ عن
تعظیم المنعم سواء کان باللسان او بالجنان او بالارکان دونوں تعریفوں میں غور کرنے
سے معلوم ہوتا ہو کہ حمد وشکر میں نسبت عموم وخصوص من وجہ ہے کیونکہ حمد کا مورد
خاص یعنی زبان اور متعلق عام ہو اور شکر کا مورد عام اور متعلق خاص ہو یعنی صرف نعمت پس نتیجہ یہ ہوا

کہ الحمد اعم من الشکر باعتبار المتعلق واخص باعتبار المورد والشکر بالعکس ۔ اللہ
لغت مین بمعنی معبود اور اصطلاح شرع مین وہ نام اور عَلَم ہے اُس ذات واحد واجب الوجود کا
جو مجمع ہے صفات کمالیہ کا اور مرجع ہے جملہ محامد کا مصنفؒ نے عدول کیا جملہ فعلیہ سے جملہ اسمیہ
کی طرف کیونکہ فعلیہ تجدد و حدوث پر دلالت کرتا ہے اور جملہ اسمیہ باعتبار صورت و ہیئت کے دوام
واستمرار پر دال ہے اور یہی مقصود مصنف ہے اور تقدیم حمد باعتبار اہمیت مقام ہے اگرچہ ذکر
اسمہ تعالیٰ اہم فی نفسہ ہے لان المقام مقام حمدہ تعالیٰ چنانچہ اسی ہی اہمیت بحسب المقام
کی سند مین صاحب کشاف نے تقدم ذکر فعل کو اللہ تعالیٰ کے اس قول (اِقْرَأْ بِاسْمِکَ)
مین پیش کیا ہے ۔ جیسے عنقریب آئیگا علیٰ ما انعم مین لفظ ما مصدریہ یا موصولہ ہے اور بنا بر ثانی
عائد محذوف ہوگا جو موصول کی طرف راجع ہے چونکہ اس تقدیر پر ارتکاب تکلف ہے اسلئے ما مصدریہ
لینا اولیٰ ہے پس تقدیر اول پر منعم الیہ انعام وافضال فعل خداوندی ہوگا اور تقدیر ثانی پر نفس
نعمت وعطیات ہونگے اور منعم بہ کی مصنفؒ نے تصریح نہین کی یا اس توجہ سے کہ نعمتین حق سبحانہ وتعالیٰ
کی لاتعد ولاتحصیٰ ہین کہ بوجہ کثرت کے احاطہ وضبط سے باہر ہین یا اس توجہ سے مصنفؒ نے ذکر نہین
کیا تاکہ یہ وہم نہ پیدا ہو کہ کسی خاص نعمت پر حمد وثنا کی جارہی ہے حالانکہ عموم مقصود ہے وَعَلَّمَ
یہ از قبیل عطف الخاص علی العام ہے اسکو مصنفؒ دو وجہ سے لائے ہین ایک حصول براعت
استہلال کے لئے اور دوسرے یہ کہ نعمت علم بیان کی فضیلت پر تنبیہ ہو مِن البیان مین مِن بیانیہ
ہے ۔ ما لم نعلم کیلئے اور تقدیم بیان کا مبیَّن پر رعایت سجع کی وجہ سے واقع ہوا ہے ورنہ مبیَّن کا
مقدم کرنا بیان سے اصل ہے اور بیان ایسے کلام فصیح کو کہتے ہین جو کہ متکلم کے مافی الضمیر کو واضح
وروشن کردے ترجمہ سب یا جنس تعریف ثابت ہے اللہ کے لئے اسکے فعل انعام واکرام
پر یا اسکی بیشمار نعمتون وعطایا پر اور اسکی خاصکر اُس نعمت پر جو کہ بیان وبول چال ہمکو عنایت
فرمایا ہے جیسے کہ قرآن شریف مین ارشاد ہے خلق الانسان علمہ البیان والصلوۃ علیٰ سیدنا

مُحَمَّدٍ خَيْرِ مَنْ نَطَقَ بِالصَّوَابِ وَأَفْضَلِ مَنْ أُوتِيَ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ وَعَلَى آلِهِ الْأَطْهَارِ
وَصَحَابَتِهِ الْأَخْيَارِ جملہ صلواتیہ کو بعد ذکر حمد و ثنا کے لانا بدین وجہ ضروری و واجب ہوا کہ مبداء
فیاض کے فیوض و برکات ہم تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ و وسیلہ سے پہونچے
ہین پس ہمپر لازم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم پر درود و سلام بھیجین چنانچہ قرآن شریف
مین مومنین کو خطاب ہے صلوا علیہ وسلموا تسلیما اور فضائل درود شریف احادیث مین
بکثرت موجود ہین اللھم صل وسلم وبارک علی محمد ن النبی الامی بعدد معلوم لک صلوۃ اسم مصدر
ہے بمعنی تصلیہ صلی یصلی سے پس جب اللہ کی طرف منسوب ہو تو بمعنی رحمت اور ملائکہ کی طرف
منسوب ہو تو بمعنے استغفار اور مومنین کی طرف منسوب ہو تو بمعنے دعاء و درود اور وحوش و
طیور کی طرف منسوب ہو تو بمعنی تسبیح و تہلیل اور یہان پر بمعنی افاضۃ الخیر لینا مناسب ہے عموم
مجاز کے طور پر تاکہ بعض معانی لینے کی بنا پر ترجیح بلا مرجح اور کل کی تقدیر پر عموم مشترک لازم نہ
آئے صواب ضد ہے خطا کی اور حکمت امور واقعیہ نفس الامریہ کو کہتے ہین در علم الشرائع کو بھی
کہتے ہین جیسا کہ صاحب کشاف نے یہی تفسیر کی ہے اپنی کتاب تفسیر مین اور فعل اوتی کے فاعل
کو ترک کیا گیا کیونکہ یہ فعل خدا کے سوا کسی اور کے لئے نہین ہوسکتا ہے اسی وجہ سے فعل مجہول لایا
گیا ہے اور فصل الخطاب مین اضافت صفت کی موصوف کی طرف ہے اور فصل مصدر مبنی للفاعل
یا مبنی للمفعول ہے یا بلغۃ حقیقی معنی مصدری بھی ہوسکتا ہے۔ لفظ خطاب دو معنی مین استعمال
ہوتا ہے اول توجیہ الکلام الی الغیر دوم بمعنے ما یقع بہ التخاطب اور یہی ثانی معنی یہان پر مناسب ہین
پس خطاب مفصول اس کلام کو کہتے ہین جو کہ بلا اشتباہ والتباس مخاطب کی سمجھ مین آجاوے
اور خطاب فاصل وہ کلام ہے کہ فارق ہو بین الحق والباطل لفظ آل اصل مین اہل تھا کیونکہ تصغیر
اُہیل کے وزن پر آتی ہے ہا کے ساتھ یہ مذہب سیبویہ کا ہے اور یہی مسلم ہے عند البصریین اور اول
ہے کسائی کے نزدیک چنانچہ یہی مختار ہے عند الکوفیین اسکی تصغیر اویل آئیگی اور اسکا استعمال

اشراف والو الخطر مین خاص کر ہوتا ہے چاہے شرافت دنیوی ہو یا اُخروی جیسے آل رسولؐ و آل فرعون اَطْہار جمع طاہر کی ہے جیسے اصحاب جمع صاحب کی اور جمع طُہر بھی لیا جاسکتا ہے مبالغۃً زیدٌ عدلٌ کی طرح صحابہ بالفتح مصدر ہے اصل مین لیکن بمعنے رفقا و اصحاب رسول کر آتا ہے صحابی اس شخص کو کہتے ہین کہ جس نے ایمان کی حالت مین حضورؐ کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہو اور ایمان ہی پر وفات پائی ہو اور اَخیار خیِّر بالتشدید کی جمع ہے خَیر بالتخفیف کی نیز صحابہ کرام و آل عظام کو صلوٰۃ علی النبی مین شریک کرنا مناسب بلکہ انسب ہے کیونکہ ان حضرات نے اشاعت اسلام و تنفیذ احکام مین شارع علیہ السلام کی معاونت و مساعدت فرمائی ہے فلنا بھم قدوۃ کیونکہ ارشاد عالی ہے اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم **ترجمہ** رحمت کاملہ یا افاضہ خیر و برکات ہو جیو ہمارے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اعلیٰ و افضل ہین ناطقین بالصواب سے اور کل اُن لوگون سے کہ جنکو خداوند کریم کی طرف سے حکمت واقعیہ و فصل خطاب عطا ہوا یعنے انبیاء علیہم السلام ؞

اَمَّا بَعْدُ فَلَمَّا كَانَ عِلْمُ الْبَلَاغَةِ وَتَوَابِعِهَا مِنْ اَجَلِّ الْعُلُوْمِ قَدْرًا وَاَدَقِّهَا سِرًّا اِذْ بِهٖ يُعْرَفُ دَقَائِقُ الْعَرَبِيَّةِ وَاَسْرَارُهَا وَبِهٖ يُكْشَفُ عَنْ وُجُوْهِ الْاِعْجَازِ فِيْ نَظْمِ الْقُرْاٰنِ اَسْتَارُهَا

اما بعد کا لفظ علم بدیع مین فصل الخطاب کے نام سے موسوم ہے جب متکلم بعد حمد و ثنا کے اپنی اصلی غرض کی طرف انتقال کرنا چاہتا ہے تو اس قسم کا لفظ استعمال کرتا ہے تاکہ کلام مقدم و موخر مین فصل احسن پیرایہ مین ظاہر ہو جائے اور بَعد ظروف مبنیہ زمانیہ مین سے ہے اور اسکا مضاف الیہ محذوف منوی ہے اَی بعد الحمد والصلوٰۃ اور یہ دو حالت مین معرب ہوا کرتی ہے یعنی جب مضاف الیہ مذکور ہو یا نسیًا منسیًا محذوف ہو اور یہ معمول ہے لفظ اما کا لینابتہا عن الفعل پس اصل مین یون تھا مہما یکن من شئٍ بعد الحمد والصلوٰۃ مہما یہان پر مبتدا واقع ہوا ہے اور مبتدا کو اسمیت لازم ہے اور یکن فعل شرط ہے اور فا اسکو اکثر لازم ہوا کرتی ہے

پس جب کہ لفظ (اَمَّا) متضمن ہوا معنی ابتدا و شرط کو تو دخول فاد لصوق اسم لازم ہو گیا اسمین اقامتہ للازم مقام الملزوم والبقا لا ثرہ فی الجملہ فلما کان الخ جواب ہے (اما) کا اور (لما) ظرف بمعنی اِذْ ہے اور اسکا استعمال مثل شرط کے ہوا کرتا ہے اور اسکے بعد فعل ماضی لفظاً یا معنیً واقع ہوتا ہے اور علم البلاغتہ سے مراد علم معانی و بیان ہے اور توابعہا سے مراد علم بدیع ہے جو کہ یہ کتاب تین علوم و فنون پر مشتمل ہے اور تقدیم معمول یعنی بہ کا عامل یعنی یعرف پر افادہ حصر کیلئے ہے لان تقدیم ما حقہ التاخیر یفید الحصر اور جاننا چاہیئے کہ یہ حصر و اختصاص بالنسبۃ علوم ہے یعنی یہی علم مفید معرفت مذکورہ ہے نہ دیگر علوم جیسے صرف و نحو و لغت پس اگر کسی کو ذوق سلیم و سلیقہ تامہ حاصل ہو تو اسے علم بلاغت کی حاجت نہوگی۔ اِذْ تعلیلیہ بیان ہے علت اجلیت و ادقیت کی اور معرفت و کشف کا استعمال اکثر بسائط و جزئیات مین آتا ہے اور علم کا استعمال مرکبات و کلیات مین پس عرفت اللہ کہا جاتا ہے نہ علمت اللہ اور یہ علم جو سب علوم سے اجل ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ اس سے معرفت اعجاز قرآن حاصل ہوتی ہے بکونہ فی اعلے مراتب البلاغۃ اور اعلیٰ مراتب بلاغت مین ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن پاک ایسے دقائق و اسرار پر مشتمل ہے جو دوسری کتابون مین نہین پائے جاتے اور اس بات سے تصدیق بالنبیؐ حاصل ہوتی ہے اور نبی صلعم وسیلہ فوز و فلاح ہین مومنین مصدقین کے لیئے پس یقیناً یہ علم اجل العلوم ہوا لکون معلومہ وغایتہ من اجل المعلومات اور وجوہ جمع وجہ کی ہے اسکے دو معنے آتے ہین قریب بمعنی چہرہ اور بعید بمعنی طریق اور باعتبار معنی ثانی کے ایہام کہلاتا ہے فن بدیع کی اصطلاح مین نظم لغت مین جمع اللولوء فی السلك کو کہتے ہین اور اس سے مراد بیان لفظ ہے اور قرآن اصل مین مصدر ہے اور اسوقت عرف شرع مین علم شخصی ہے اس کلام پاک کا جو بذریعہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خداوند کریم نے نازل فرمایا اور نظمہ القرآن ایسی تالیف کلمات و ترکیب الفاظ کو کہتے ہین جسمین معانی مترتبہ اور دلالات متناسبہ مطابق مقتضائے عقل کے پائے جاوین نہ محض جمع فی السلک کیف ما اتفق۔ فنا وجوہ الاعجاز کو تشبیہ دینا اشیائے محجبہ تحت الاستار

کے ساتھ استعارہ بالکنایہ ہے اور اشیار کے لئے اسنار ثابت کرنا استعارہ تخلیہ ہے اور ذکر وجوہ مین
ایہام ہے یا یہ کہئے کہ الاعجاز کو تشبیہ دینا صور حسنہ کے ساتھ استعارہ بالکنایہ ہے اور اثبات
وجوہ استعارہ تخیلیہ اور اسنار کا ذکر استعارہ ترشیحیہ ہے اور استعارہ بالکنایہ کی تفسیر مین تین قول ہین
قول اول سکاکی۔ قول دوم خطیب قول سوم جمہور سلف سب کو انشاء اللہ تعالیٰ کسی دوسری
جگہ بیان کرونگا **ترجمہ** بہرحال بعد صلوٰۃ کے جبکہ یہ علم بلاغت اور بدیع قدر و مرتبہ مین
اجل علوم اور اسرار و رموز مین دقیق تر تھا کیونکہ اسی علم کے ذریعہ سے عربیت کے دقائق و
اسرار معلوم کیے جاتے ہین نہ دوسرے علم سے اور نیز اسی علم کیواسطے سے وہ پردے بھی دور کیے جاتے
ہین جو وجوہ اعجاز قرآنی یا طریق اعجاز قرآنی پر پڑے ہوئے ہین یعنی اسی علم سے اس بات کی
معرفت حاصل ہوجاتی ہے کہ ان القرآن معجز اب مصنف وجہ تالیف کتاب بیان کرتے ہین وکان

اَلْقِسْمُ الثَّالِثُ مِنْ مِفْتَاحِ الْعُلُوْمِ الَّذِیْ صَنَّفَهُ الْفَاضِلُ الْعَلَّامَۃُ اَبُوْ یَعْقُوْبَ یُوْسُفُ

السَّکَّاکِیُّ اَعْظَمَ مَا صُنِّفَ فِیْهِ مِنَ الْکُتُبِ الْمَشْهُوْرَۃِ نَفْعًا لِکَوْنِهٖ اَحْسَنَهَا تَرْتِیْبًا وَاَتَمَّهَا
تَحْرِیْرًا وَاَکْثَرَهَا لِلْاُصُوْلِ جَمْعًا مفتاح العلوم سکاکی کی کتاب ہے جو نو علوم و فنون پر
مشتمل ہے۔ صرف۔ نحو۔ اشتقاق۔ معانی۔ بدیع۔ بیان۔ قوافی عروض منطق پس مصنف
تلخیص نے صرف قسم ثالث کا خلاصہ مع شئی زائد بیان کیا ہے ابو یعقوب کنیت اور یوسف علم اور سکاکی
اسکا لقب صناعی ہے (فیہ) کا مرجع علم البلاغۃ وغیرہ ہے من الکتب ما موصولہ کا بیان اور نفعا
تمیز ہے اعظم کی لکونہ کا مرجع القسم الثالث ہے اور ضمیر مونث کا مرجع تینون جگہ الکتب ہے ترتیب کے
معنی ہین وضع کل شئی فی مرتبہا اور تحریر کے معنی ہین حشو و زوائد سے خالی کرنا کلام کو اور للاصول جار مجرور
متعلق ہے جمعا محذوف کے ساتھ جسکی تفسیر جمعا مذکور واقع ہے کیونکہ مصدر بوجہ ضعیف العمل ہونیکے
معمول متقدم مین عمل نہین کرسکتا یہی مشہور ہے بین العلما لیکن حق یہ ہے کہ ظروف مین مصدر
عمل کرتا ہے کیونکہ ظروف کو صرف رائحہ فعل کافی ہے **ترجمہ** اور تھا قسم ثالث مفتاح العلوم

کا جسکو فاضل علامہ ابو یعقوب یوسف سکاکی نے تصنیف کیا ہے بزرگتر اس علم کی تصنیف کردہ کتابون مین سی فائدہ و نفع کے اعتبار سے کیونکہ قسم ثالث کی ترتیب احسن و تحریر اتم و اکمل اور جامعیت اصول مین اکثر ہے آب یہانپر ایک شبہ پیدا ہوتا تھا کہ جب قسم ثالث احسن و اتم و جامع ہوا تو تلخیص کی کیا ضرورت ہے پس اس وہم ناشی کو مصنفؒ آگے لکن کے ساتھ دفع کرتے ہین وَلٰكِنْ كَانَ غَيْرَ مَصُونٍ عَنِ الْحَشْوِ وَالتَّطْوِيلِ وَالتَّعْقِيدِ قَابِلًا لِلِاخْتِصَارِ مُفْتَقِرًا اِلَى الْاِيضَاحِ وَالتَّجْرِيدِ مصون بروزن مقول بمعنی محفوظ حشو بمعنے زائد مستغنی عنہ اور تطویل زائد علی اصل المراد بلا فائدہ کو کہتے ہین اور بحث اطناب مین اسکا ذکر آویگا تعقید کلام مغلق کو کہتے ہین جس کے معنی سہولت کے ساتھ سمجھ مین نہ آوین اور قابلًا خبر بعد خبر ہے کان کی اور ایسی ہی مفتقرًا خبر ثالث ہے اور خبر اول غیر مصون ہے چونکہ ازالہ تطویل کیلئے اختصار اور تعقید کیلئے ایضاح اور حشو کیلئے تجرید مناسب تھا اسلئے مصنف نے تین الفاظ متناسبہ للاغراض ذکر کئے **ترجمہ** لیکن قسم ثالث غیر محفوظ تھا حشو و تطویل و تعقید سے و نیز قابل اختصار و محتاج ایضاح و تجرید تھا چونکہ یہ جملہ امور مذکورہ لمّا کے تحت مین بطور شرطیت و موقوف علیہ بیان ہو چکے ہین اسلئے آگے جواب لمّا کا بطور ترتب آتا ہے اَلَّفْتُ مُخْتَصَرًا يَتَضَمَّنُ مَا فِيهِ مِنَ الْقَوَاعِدِ وَيَشْتَمِلُ عَلٰى مَا يُحْتَاجُ اِلَيْهِ مِنَ الْاَمْثِلَةِ وَالشَّوَاهِدِ قواعد جمع قاعدہ کی ہے اور قاعدہ اصطلاح مین ایسے حکم کلی کو کہتے ہین جو اپنے جزئیات پر صادق آوے اور جزئیات کے احکام و احوال اُسسے معلوم ہو جاوین مثلاً منکر حکم کے سامنے کلام مؤکد لانا واجب ہے یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے جس کے جزئیات کلام عرب مین کثیر ہین جیسے اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ وَاِنَّ عَمْرًا رَاكِبٌ وغیرہ امثلہ ایضاح قواعد کیلئے ذکر کیجاتی ہین اور شواہد اثبات قواعد کے واسطے پس امثلہ و شواہد مین نسبت عموم و خصوص مطلق ہے کیونکہ شواہد کلام الٰہی و کلام فصحا ہو سکتی ہے نہ غیر اور مثال چونکہ توضیح قواعد کے لئے ہوتی ہے اسلئے فصیح و بلیغ ہونا شرط نہین **ترجمہ** تالیف و تصنیف کیا مین نے ایک

ایسی مختصر جو کہ متضمن ہے اُس علم کے قواعد کو اور نیز شامل ہے بقدر ضرورت چند مثالوں و شواہد پر جو کہ اثبات مقاصد و توضیح مطالب میں کافی و وافی ہیں وَلَمْ آلُ جُهْدًا فِي تَحْقِيقِهِ وَتَهْذِيبِهِ آلُ فعل مجزوم مشتق ہے اَلُوْ سے بمعنی تقصیر اور یہاں پر متعدی ہے دو مفعول کی طرف بحذف مفعول اول بوجہ تضمین معنی امنع کے اور تضمین اصطلاح نحات میں اسکو کہتے ہیں کہ کوئی فعل یا شبہ فعل متضمن ہو معنے فعل یا شبہ فعل آخر کو بایں طور کہ دوم اول کیلئے قید ہو جاوے اور جُهْدًا بالضم والفتح بمعنی اجتہاد یعنی کوشش اور فراز کہتے ہیں کہ بالضم بمعنی طاقت اور بالفتح بمعنی مشقت کے ہے پس حاصل عبارت یہ ہوا اَمْنَعُ جهدا في تحقيقه جار مجرور لم آلُ کے متعلق ہوا اور ضمیر دونوں جگہ مختصر کیطرف راجع ہے اور مراد اس سے مسائل ہیں جو کہ محل تحقیق و تہذیب ہیں نہ لفظ مختصر ترجمہ اور اس مختصر کی تحقیق و تنقیح میں میں نے کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی تم سے وَرَتَّبْتُهُ تَرْتِيبًا اَقْرَبَ تَنَاوُلًا مِنْ تَرْتِيبِهِ وَلَمْ اُبَالِغْ فِي اخْتِصَارِ لَفْظِهِ تَقْرِيبًا لِلتَّعَاطِي وَطَلَبًا لِلتَّسْهِيلِ فَهْمِهِ عَلَى طَالِبِيهِ تَنَاوُل بمعنی اخذ یعنی لینا اور ترتیبہ میں ضمیر مجرور راجع ہو سکا کی یا قسم ثالث کی طرف بنا بر اول مصدر کی اضافت فاعل کیطرف ہے اور ثانی صورت میں مفعول کی جانب اور آگے جتنے ضمائر آوینگے وہ مختصر کی جانب راجع ہیں اور تقریبًا و طلبًا مفعول لہ ہیں واسطے فعل مثبت محذوف کے جو کہ متضمن ہے اسی فعل منفی یعنی لم ابالغ حاصل عبارت یہ ہوا ترکت المبالغة فی الاختصار تقریبًا و طلبًا اس تاویل کی ضرورت اسوجہ سے ہوئی کہ لم کی علت و غرض تقریبًا و طلبًا بن نہیں سکتی کیونکہ وہ غیر مستقل بالمفہوم ہے اور فعل منفی کا مفعول لہ اس وجہ سے نہیں ہو سکتا ہے کہ موہم خلاف مقصود مصنف ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ کلام مقید میں نفی قید کی طرف راجع ہوتی ہے اگر مطلب یہ ہوا کہ ترک اختصار تقریب تعاطی و طلب تسہیل کے لئے نہیں ہوا بلکہ اور غرض سے ہوا ہے اور یہ خلاف مقصود ہے اور اگر انتفے المبالغة کے ساتھ تاویل کیا جاوے تو یہ محذور لازم آتا ہے کہ فعل معلل بہ اور مفعول لہ کا فاعل متحد نہیں رہتا ہے حالانکہ نصب مفعول لہ کے لئے یہ شرط ملحوظ ہے اور مصنف نے

قسم ثالث مین حشو و تطویل و تعقید بیان کرتے ہوئے کسی قدر افراط سے کام لیا ہے اور ضمناً اس بات
کا دعویٰ کر لیا کہ میری کتاب ان عیوب سے پاک ہے اور ان عیوب کی اضداد کے ساتھ
متصف ہے یعنی منقح و سہل المأخذ ہے جسمین کوئی حشو و تطویل و تعقید وغیرہ نہین ہے جیسے قسم
ثالث مین ہے ترجمہ مین نے اس کتاب کو سکاکی کی ترتیب سے عمدہ مرتب کیا ہے جس سے
اخذ و تناول اقرب ہوگیا محصلین کے لیے اور نیز اختصار لفظ مین زیادہ مبالغہ بھی نہین کیا
مین نے تاکہ طلبا پر اسکا سمجھنا قریب اور سہل ہو کیونکہ زیادہ اختصار مخل بالفہم ہوتا ہے جیسے زیادہ
تطویل اور اطناب مخل بالفہم ہوتا ہے وَاَضَفْتُ اِلٰی ذَالِكَ فَوَائِدَ عَثَرْتُ فِیْ بَعْضِ الْكُتُبِ
عَلَیْهَا وَزَوَائِدَ لَمْ اَظْفَرْ فِیْ كَلَامِ اَحَدٍ بِالتَّصْرِیْحِ بِهَا وَلَا بِالْاِشَارَةِ اِلَیْهَا اضافت بمعنی
ضم الشئی الی الشئی اور مشار الیہ قواعد وغیرہ ہین جو تبادیل مذکور فوائد جمع فائدہ مشتق از فید
بمعنی بہرہ و نفع۔ عثرت بمعنی اطلعت ضمیر مجرور مونث علیہا مین راجع ہے فوائد کیطرف۔ اور
بہا و الیہا مین زوائد کیطرف اور اشارہ اسکو کہتے ہین کہ کلام سے بالتبع مستفاد ہو جانا چاہیے
کہ مصنف نے تواضعاً و ادباً اپنے مضامین مخترعہ کو زوائد سے تعبیر کیا اور دوسرے مصنفین کے
مضامین ماخوذہ کو فوائد سے موسوم کیا فللّٰہ در المصنف ترجمہ اور ملا دیا مین نے اسکے ساتھ
فوائد ماخوذہ کو جسقدر کہ پایا مین نے دوسرون کی کتابون مین اور نیز وہ زوائد مخترعہ بھی اسکے
ساتھ ضم کر دے جو نہ کسی کے کلام سے صراحۃً پائے نہ اشارۃً سَمَّیْتُهٗ تَلْخِیْصَ الْمِفْتَاحِ ترجمہ
اسکا نام مین نے تلخیص المفتاح رکھا کیطابق اسمہ معناہ وَاَنَا اَسْئَلُ اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ
اَنْ یَّنْفَعَ بِهٖ كَمَا نَفَعَ بِاَصْلِهٖ اِنَّهٗ وَلِیُّ ذَالِكَ وَهُوَ حَسْبِیْ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ۔ تقدیم مسند الیہ یعنی انا
کی کئی وجہ ہو سکتی ہین یا اس خیال سے کہ مضارع مثبت کا حال نہ واو کے ساتھ درست نہین یا تخصیص
یا تقوی حکم کے لیے چونکہ یہان پر وہم پیدا ہوتا تھا کہ مصنف نے اپنی کتاب کو صفات
مذکورہ کے ساتھ متصف کیا گویا اسکو سوال کی حاجت ہی نہین ہے لہذا اسوجہ سے جملہ سوالیہ لایا گیا

مِنْ فَضْلِہٖ حال واقع ہوا ہے اَنْ یَّنْفَعَ سے اور معمول بنانا جائز نہین کیونکہ معمول اَنْ مَعَ الفعل کا مقدم کرنا ممتنع ہے اور یہ دونون ضمیرین مجرور کی راجع ہین مختصر کیطرف اور اصل ہے مراد مفتاح العلوم ہے یا قسم ثالث مفتاح العلوم اور حسبی بمعنی محسبی و کافی تا کہ حمل صحیح ہو جاوے اور نعم الوکیل کا عطف ہے یا جملہ ھو حسبی پر اور مخصوص بالمدح محذوف ہوگا یا عطف کیا جاوے صرف حسبی پر جو خبر واقع ہے ھو سے تقدیر یہ ہوگی وَھُوَ نِعْمَ الوکیل پس مخصوص اس صورت مین ضمیر متقدم ہوگی جیسا کہ اس مثال مین صاحب مفتاح وغیرہ نے تصریح کی ہے یعنی زَیْدٌ نعم الرجل بہرحال دونون تقدیر عطف انشا کا اخبار پر ہوگا جسکو بعض نحات جائز کہتے ہین اور اہل بلاغت اور اکثر نحات ممتنع کہتے ہین **ترجمہ** سوال کرتا ہون اللہ سے اس کتاب کے نافع و مفید ہونیکا بفضلہ تعالیٰ جیسے کہ اسکی اصل نافع و مفید خلائق ثابت ہوئی اور وہ اللہ ولی ہے نفع پہنچانے کا اور وہی کافی ہے مجھے اور وہی اچھا وکیل و متصرف کار ہے مصنف علیہ الرحمہ جب فارغ ہوے حمد و ثنا و صلوٰۃ و تسلیم اور وجہ بیان تصنیف کتاب سے تو شروع کیا تحریر مقصود کتاب کو پس کہا مُقَدِّمَۃٌ اور مرتب کیا مصنف نے اپنی کتاب تلخیص کو ایک مقدمہ اور تین فنون پر وجہ ضبط و حصر یہ ہے کہ مذکور فی الکتاب یا از قبیل مقاصد فن ہوگا یا نہ پس ثانی کو مقدمہ کہتے ہین اور اول نیز دو حال سے خالی نہوگا یا غرض اُس مین احتراز کرنا ہوگا خطائی تادیۃ المعنے المراد سے یا نہ پس وہ اول فن اول ہے اور پھر ثانی دو حال سے خالی نہوگا یا غرض اسمین بچنا تعقید معنوی سے ہوگا یا نہ پس اول فن ثانی ہے اور ثانی فن ثالث ہے اور باقی خاتمہ کو فن ثالث سے خارج ماننا غیر مناسب ہے انشاء اللہ تعالےٰ اسکا اپنے موقع پر ذکر آوے گا یہان پر ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ مصنف مقدمہ کو نکرہ اور فنون ثلاثہ کو معرفہ کیون لایا جواب یہ ہے کہ آخر مقدمہ مین چونکہ انحصار مقصود کا فنون ثلاثہ مین آچکا تھا اسلیے فنون ثلاثہ کو معرف باللام العہدی مناسب ہوا بخلاف مقدمہ کے کہ اسکے معرفہ لانیکی اس مقام مین کوئی وجہ مقتضی نہ تھی اسواسطے نکرہ لایا گیا باقی اختلاف

اس امر مین کہ آیا تنوین اسمین تعظیم کے لئے ہے یا تقلیل کیواسطے تو یہ شان مصنفین کے نامناسب ہی
اور مقدمہ ترکیب مین خبر واقع ہی مبتدا محذوف کی اور مقدمہ کا اطلاق کئی معنون پر آیا ہے
مقدمۃ الجیش یعنی جماعت متقدمہ علی الجیش اور مقدمۃ الدلیل یعنی جزدلیل جیسے صغری یا کبری اور
مقدمہ بمعنی ما یتوقف علیہ صحۃ الدلیل یعنے عام ہی کہ جزء دلیل ہو یا شرط اور مقدمۃ العلم بمعنی
ما یتوقف علیہ الشروع فی العلم لزیادۃ بصیرۃ اور مقدمۃ الکتاب بمعنی طائفۃ الکلام قدمت
أمام المقصود للارتباط والنفع اور اس جگہ مراد ہی بیان کرنا معنی فصاحت و بلاغت کا اور انحصار
علم بلاغت کا علم معانی و بیان مین اور اُن امور کا ذکر ہوگا جو ان سے مناسبت رکھتے ہون
اور مقاصد کا ارتباط ان امور مذکورہ سے ظاہر ہی لہذا بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہین اور
چونکہ فرق درمیان مقدمۃ العلم اور مقدمۃ الکتاب کے بہت لوگون پر مخفی رہا اس وجہ سے وہ
اتحاد کے قائل ہوئے اور دو شبہ مشہور مین مبتلا ہو گئے ایک ظرفیۃ الشئ لنفسہ اور دوسری یہ
کہ بعض کتابون مین مقدمۃ الکتاب آخر کتاب مین ذکر کیا گیا ہی پس مقدمہ بمعنی ما یتوقف علیہ کا کیسے
معنی ہوگا جواب یہ ہی کہ مقدمۃ العلم و مقدمۃ الکتاب متغایر ہین یعنی مقدمۃ العلم مظروف ہے
اور مقدمۃ الکتاب ظرف اور نیز مقدمۃ العلم علم ہے اور مقدمۃ الکتاب معلوم اور نیز مقدمۃ العلم
مین توقف ملحوظ ہے نہ مقدمۃ الکتاب مین کیونکہ اس مین صرف ارتباط بالمقاصد ہوتا ہے پس جس
کتاب مین مقدمہ آخر مین ذکر ہوا ہی اس سے مراد مقدمۃ الکتاب ہی لہذا کوئی اشکال باقی نہ
رہا ف توقف دو معنون مین استعمال ہوتا ہی ایک بمعنی لولاہ لامتنع اور دوسرا المعنی مصحح
لدخول الفاء اور ہماری تعریف کے لحاظ سے توقف بالمعنی الثانی صادق آتا ہی فافہم مقدمہ
بالفتح زیادہ مشہور ہے اور بالکسر اصح ہے عند التحقیق اور ثانی اعتبار سے بمعنی متقدمہ ہوگا برائے
موافقت تفعل یعنی وہ امور ثلاثہ از تعریف و غرض و موضوع بنفسہ مقتضی تقدم کو ہین اور
فتح کی صورت مین جعل جاعل کو تقدم مین دخل ہوگا فینضم الفرع الفصاحۃ یوصف بہا المفرد

وَالْکَلَامُ وَالْمُتَکَلِّمُ فصاحت کے معنی لغت مین ابانت اور ظہور ہین اور فصاحت کے ساتھ
مفرد و کلام و متکلم یہ تینون متصف ہوتے ہین کہا جاتا ہی کلمۃٌ فصیحۃٌ وکلامٌ فصیحٌ وقصیدۃٌ فصیحۃٌ
وکاتبٌ فصیحٌ وشاعرٌ فصیحٌ مولٰنا رکن الدین صاحب فرماتے ہین کہ کلام سے مراد لیس بکلمۃٍ ہی تاکہ
مرکب اسنادی وغیرہ کو شامل ہو جاوے کیونکہ ایک بیت قصیدہ سے کبھی اسناد تام پر مشتمل نہین
ہوتا مگر اس کو فصیح کہا جاتا ہے لیکن اُن کے قول مین نظر ہے وہ یہ کہ آیا کسی نے مرکب
غیر اسنادی پر کلام فصیح کا اطلاق کیا ہی جو آپ یہ تعریف کرتے ہین کَلَّا ثُمَّ کَلَّا نیز یہ بھی ہو سکتا ہی
کہ اتصاف بالفصاحۃ باعتبار مصاحبت مفردات کے واقع ہو مگر محقق جواب یہ ہے کہ مرکب غیر
اسنادی تو مفرد مین داخل ہی کیونکہ مفرد مقابل مرکب و مقابل تثنیہ و جمع و مقابل کلام آتا ہی اور
یہان پر چونکہ کلام کے مقابل مین آیا ہی لہذا اسکے معنی مالیس بکلامٍ واضح و روشن ہین وَالْبَلَاغَۃُ
یُوْصَفُ بِہٖ الْاَخِیْرَانِ فَقَطْ بلاغت لغت مین وصول اور انتہا کے معنی مین آتا ہے اور بلاغت
کے ساتھ اخیری دونون یعنی کلام و متکلم متصف ہوتے ہین کیونکہ کلمہ بلیغہ کہین نہین سُنا گیا
اور نیز اسکی علت یہ بیان کی جاتی ہی کہ بلاغت مین اعتبار مطابقت بمقتضی الحال شرط ہے اور
مفرد مین یہ بات نہین پائی جاتی مگر یہ اُن کا کہنا بالکل وہم ہی اسلیئے یہ شرط مطلق بلاغت
مین نہین ہے بلکہ بلاغت فی الکلام و بلاغت فی المتکلم کے لئے شرط ہے مصنف نے مطلق بلاغت
و فصاحت کی تعریف نہین بیان کی بلکہ ہر قسم کی علٰحدہ علٰحدہ تعریف بیان کی ہے وجہ اس کی
بخیال مصنف یہ ہی کہ یہ سب معانی مختلفہ غیر مشترکہ تھے امر واحد مین اسلیئے ایک تعریف مین جمع
کرنا متعذر ہو گیا چنانچہ ابن حاجب نے بھی اسی خیال سے مطلق مستثنیٰ کی تعریف کافیہ مین بیان
نہین کی بلکہ متصل و منقطع کیطرف تقسیم کر کے ہر ایک قسم کی علٰحدہ علٰحدہ تعریف ذکر کی فقط مین
فا زائد ہے تزئین ہے اور قط اسم فعل بمعنی انتہٰی ہے فَالْفَصَاحَۃُ فِی الْمُفْرَدِ خُلُوْصُہٗ مِنْ تَنَافُرِ الْحُرُوْفِ
وَالْغَرَابَۃِ وَمُخَالَفَۃِ الْقِیَاسِ اللُّغَوِیِّ مقدم کیا مصنف نے بیان فصاحت کو بلاغت پر اسوجہ

سے کہ معرفت بلاغت کی موقوف ہی معرفت فصاحت پر لکو نہا ماخوذۃ فی تعریفہا اور نیز مقدم کیا
تعریف فصاحۃ فی المفرد کو فصاحت کلام و فصاحت متکلم پر اسی ہی توقف کی وجہ سی اور قیاس
لغوی کے معنی یہ ہین کہ مستنبط ہو استقرا لغت سی ترجمہ فصاحت فی المفرد کہتے ہین خالی
ہونا مفرد کا تنافر حروف اور غرابت اور مخالفت قیاس مستنبط عن اللغۃ سی فصاحت کی تفسیر خلوص
کے ساتھ کرنا خالی از مسامحت نہین یعنی وجودی کی تفسیر عدمی سے کرنا فالتنافر نحو شعر
غَدَائِرُہٗ مُسْتَشْزِرَاتٌ اِلَی الْعُلٰی ؛ تَضِلُّ الْعِقَاصُ فِیْ مُثَنّٰی وَمُرْسَلِ ؛ تنافر ایک وصف ہے
کلمہ مین جسکی وجہ سی اسکا تلفظ زبان پر گران و دشوار ہوجاتا ہے مثلاً مستشزرات کا لفظ امرؤ
القیس کے قول مین متنافر ہے۔ غدائر جمع غدیرۃ ہے بمعنے گیسوے بافتہ اور ضمیر مجرور عائد
ہے لفظ (فرع) کی طرف جو بیت سابق مین موجود ہے اور مستشزرات بالکسر و بالفتح دونون
طرح آتا ہے لازمی و متعدی بمعنی مرتفعات و مرفوعات العلی جمع علیا مونث اعلی کی ہے
تضل بمعنی تغیب عقاص جمع ہی عقیصہ کی بمعنی دستہ بالونکا مثنی بال بافتہ اور مرسل بال کشادہ
ترجمہ محبوبہ کی زلفین ڈورے کیساتھ اسکے سر پر بندہی ہوئی ہین درآنحالیکہ بوجہ کثرت
کے بال تین قسم پر منقسم ہوگئے ہین عقاص و مثنی و مرسل اور قسم اول اخیرین مین پوشیدہ
ہوگیا ہی الغرض اسکے بال کثیر ہین۔ قاعدہ کلیہ تنافر کی شناخت کا یہ ہی کہ جسکو ذوق صحیح و طبع
سلیم ثقیل اور متعسر جانے وہ متنافر ہے خواہ اسکا سبب قرب مخارج ہو یا بعد مخارج یا کوئی
دوسری چیز ہو جیسے ابن کثیر نے اپنی کتاب مثل سائر مین اسکی تصریح کردی ہی اور بعضے
کہتے ہین کہ منشار ثقل کا مستشزرات مین یہ ہی کہ شین معجمہ جو حروف مہموسہ رخوہ مین سی ہے
واقع ہوا ہی درمیان تا مہموسہ شدیدہ و زا مجہورہ کی اور اگر بجائے زا کی را ہوتا تو ثقیل بالکل جاتا
رہتا لیکن اسمین نظر ہی کیونکہ یہ بھی حرف مجہورہ مین سی ہی اور بعضے علماء کہتے ہین کہ ثقل کا سبب
قرب مخارج ہی جو مخل بالفصاحت ہی اور الم اعہد مین ثقل اگرچہ حد تنافر تک پہونچکر مخل

بالفصاحت ہوا ہی مگر کلام طویل جو کلمہ غیر فصیحہ پر مشتمل ہو اسی غیر فصیح نہین کہینگے جیسے کلام طویل بوجہ
اشتمال کلمہ غیر عربیہ کے غیر عربی نہین ہوجاتا اسمین بھی نظر ہی وہ یہ کہ فصاحت کلمات کی ماخوذ ہی
فصاحت کلام مین بغیر فرق طویل وقصیر کے اور نیز علاوہ اسکے اس ہی قائل نے کلام کی تفسیر
مالیس بکلمۃ کیساتھ کی ہی اور اس تفسیر کے لحاظ سی فصاحت مفردات کو زیادہ دخل ہی تفسیر قوم کی
بہ نسبت کیونکہ وہ مرکب غیر اسنادی کو کلام مین نہین داخل کرتے بخلاف اس قائل کے اور کلام
عربی پر اسکا قیاس ظاہر الفساد ہی کیونکہ کلام عربی کیلئے ہر کلمہ عربیہ ہونا شرط نہین ہی بخلاف کلام
فصیح کے کہ اسمین شرط ہی اور اگر بالفرض تسلیم بھی کرلیا جاوی کہ گو سورت فصاحت سی خارج نہوگی
مگر یہ کہنا کہ قرآن شریف مشتمل ہی کلام غیر فصیح یا کلمہ غیر فصیحہ پر اس سی نسبت جہل یا نسبت عجز کی لازم
آتی ہی خداوند تعالیٰ کی ذات کیطرف جو بالکل محال ہی اور ذات اقدس اس سی اعلیٰ وارفع ہی غرابت
کے یہ معنی ہین کہ کلمہ وحشیہ غیر ظاہرۃ المعنی اور غیر مانوس الاستعمال ہو مثلاً لفظ مسرج کا قول عجاج مین

شعر وَمُقْلَۃً وَحَاجِبًا مُزَجَّجًا ÷ وَفَاحِمًا وَمَرْسِنًا مُسَرَّجًا ÷ اَیْ کَالسَّیْفِ السُّرَیْجِیِّ فِی الدِّقَّۃِ

وَالْاِسْتِوَاءِ ÷ اَوْ کَالسِّرَاجِ فِی الْبَرِیْقِ وَاللَّمَعَانِ مقلہ آنکھ کا ڈھیلا حاجبا بمعنے ابرو مزججا بمعنے
دقیق وطویل فاحما سیاہ بال کوئلہ کے مانند مرسنا بمعنی ناک سریج ایک لوہار کا نام ہی جس کیطرف تلوارین
منسوب ہوتی ہین پس مسرجا یا ماخوذ ہی سیف سریجی سی باعتبار دقت اور استواء کے یا سراج سے
ماخوذ ہی باعتبار چمک اور نور چنانچہ اسی سی ہے سرج اللہ امرک بھی ای حسنہ ونورہ اور اگر کوئی کہے
کہ سرج اللہ وجہہ سی بھی تو اسم مفعول بن سکتا ہی کیون نہ بنایا گیا جسکے معنی بہجۃ وحسنا کے ہین تو
کہا جاویگا کہ وہ بھی تو از قبیل غرابت ہی **ترجمہ** اور نیز ظاہر کیا محبوبہ نے یعنی چشم اور ابرو دقیق
وطویل اور سیاہ بال مانند کوئلہ کے اور ناک مسرج کو جو سیف سریجی کیطرح ہی باریکی اور استقامت
مین یا چراغ کے مانند ہی چمک اور نور مین وَالْمُخَالَفَۃُ نَحْوُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْعَلِیِّ الْاَجْلَلِ مخالفت
قیاس لغوی کی یہ معنی ہین کہ کلمہ خلاف قاعدہ مفردات لغت کے مستعمل ہو یعنی وضع واضع کے

خلاف ہو جیسے لفظ اَجْلَلْ بفک ادغام اس قول مین واقع ہوا ہی اور حالانکہ قیاس کی رو سے
اَلْاَجَلّ آنا چاہئے تھا ادغام کیساتھ اور باقی یہ الفاظ یعنی آلُ وَ ماءُ وَ اَبی یابی وَ عَوِرَ یَعْوَرُ ضرور فصیح
ہین کیونکہ اضع لغت سے ایسے ہی ثابت ہین اگرچہ قاعدہ نحویہ کے خلاف ہین قِیْلَ وَعَنِ الْکَرَاهَةِ
فِی السَّمْعِ بعضون نے یہ قید بھی فصاحت فی المفرد مین بڑھائی ہی یعنی کراہتہ فی السمع سے بھی
خالی ہو اور کراہت فی السمع اس لفظ کو کہتے ہین کہ کان اسکے سننے سے بیزار ہون اور اس کا سننا
ناگوار معلوم ہو جیسے جرشی کا لفظ ابوطیب کے قول مین کَرِیْمُ الْجِرِشّٰی شَرِیْفُ النَّسَبِ اور جرشی
کی جگہ پر نفس کا لفظ فصیح ہی اور اول مصرعہ یہ ہی مبارکُ الاسمِ اَغَرُّ اللَّقَبِ یعنی سیف الدولہ
کا نام مبارک محمد ہے اور لقب مشہور ہی اور نیز وہ کریم النفس اور شریف النسب ہی یعنی خاندان
سادات سے ہی وَفِیْہِ نَظَرٌ ترجمہ یعنی اس قید کی زیادتی مین نظر ہی اور وجہ نظر یہ ہی کہ کراہت
فی السمع تو از قبیل غرابت ہی جسکی غیر وحشیہ کیساتھ کیگئی ہی پس دوبارہ ذکر بیکار ہی اور خلخالی کہتے ہین
کہ کراہت فی السمع طیب نغمہ سے تعلق رکھتا ہی نہ نفس لفظ سے یعنی یہ لفظ بھی اگر حسن صوت سے ادا کیا جاوے تو
عمدہ معلوم ہوگا مگر خلخال کا قول بھی خالی از شبہ نہین کیونکہ قطع نظر نغمہ اور حسن صوت سے جرشی کا لفظ کریہ
اور نفس کا لفظ فصیح و عمدہ معلوم ہوتا ہی اور وجہ نظر کے بیان مین اور جو وجہ بھی ہین جو مطول مین مذکور ہین مع
جواب اگر جی چاہے وہان دیکھیئے وَفِی الْکَلَامِ خُلُوْصُہٗ مِنْ ضُعْفِ التَّالِیْفِ وَتَنَافُرِ الْکَلِمَاتِ وَالتَّعْقِیْدِ
مَعَ فَصَاحَتِهَا عطف ہی اس عبارت کا ما قبل فی المفرد پر لہذا او عاطفہ کے بعد الفصاحۃ مقدر ہوگا
اور مع فصاحتها ظرف مستقر حال واقع ہوا ہی خلوصہ کی ضمیر سے اور اس قید کی وجہ سے احتراز ہو گیا زیدٌ
اَجْلَلُ وَشَعْرُہٗ مُسْتَشْزِرٌ وَاَنْفُہٗ مُسَرَّجٌ سے کیونکہ یہ کلمات غیر فصیح ہین اور بعضون نے کہا ہی کہ مع فصاحتها حال
واقع ہوا ہی کلمات سے اور اس صورت مین اگر مصنفؒ حال کو ذوالحال سے ملا کر ذکر کرتا تو فصل بالاجنبی کے
شبہہ سے سالم رہتا مگر یہ کہنا اس بعض کا صحیح نہین کیونکہ حال اسوقت قید تنافر کی ہوگی نہ خلوص
کی اور قاعدہ مسلمہ ہی کہ جو عامل حال ہی وہی عامل ذوالحال ہوتا ہی اور اس بنا پر لازم آتا ہے کہ

جو کلام تنافر کلمات غیر فصیحہ پر شامل ہو وہ فصیح ہونا چاہیے کیونکہ اسپر یہ صادق آتا ہے انہ خالص
عن تنافر الکلمات حال کو نہ فصیحۃ پس باوجود وجہ صحیح موجود ہونے کے کیا ضرورت ہے
تکلف بارد کی جو اس قائل نے اختیار کیا فافہم ترجمہ کلام فصیح اسکو کہتے ہین جسکے تمام کلمات
فصیحہ ہون اور ضعف تالیف اور تنافر کلمات اور تعقید سے خالی ہو فالضعف نحو ضرب غلامہ
زیدٌ او التنافر نحوع ولیس قرب قبر حرب قبرٌ ضعف تالیف کے یہ معنی ہین کہ ترکیب
خلاف قواعد نحو کے جو مشہور عند الجمہور ہو مثلاً اضمار قبل الذکر لفظاً و معنًی وحکماً جمہور کے نزدیک
ناجائز ہے جیسے مثال مذکور مین ضمیر راجع ہے مرجع مؤخر لفظاً و معنًی کیطرف کہ وہ زید ہے
مین نے کتاب تہذیب النحو مین اس مسئلہ کے متعلق بسط کیساتھ تحقیق کردی ہے فانظر
فیہ قرب قبر حرب لیس کی خبر مقدم ہے اور قبر اسم مؤخر اور حرب ایک شخص کا نام ہے اور پہلا مصرع
یہ ہے وقبر حرب بمکان قفر + اور قفر اس جنگل کو کہتے ہین جسمین نہ گھاس ہو نہ پانی۔
عجائب المخلوقات مین لکھا ہے کہ یہ ایک قسم جنون کی ہے جنکو ہاتف کہا جاتا ہے انمین سے ایک حرب
بن امیہ پر چیخا چنانچہ حرب بن امیہ اس چیخ سے مر گیا اور اس جن نے یہ بیت مذکور پڑھی۔ ترجمہ
حرب قبر ایک خالی میدان مین ہے اور نہ اسکی قبر کے آس پاس کوئی قبر ہے وقولہ کریم متی امدحہ
امدحہ والوری معی واذا ما لمتہ لمتہ وحدی + والوری مین واو حالیہ ہے اور ھو مبتدا
ہے اور معی اسکی خبر ہے پس مبتدا اپنی خبر سے ملکر جملہ حال واقع ہوا ہے ضمیر فاعل امدحہ سے۔ جاننا چاہیے
کہ مصنف دو مثالین لائے ہین حالانکہ توضیح وتنویر کیلئے ایک مثال کافی تھی لیکن وجہ اسکی یہ
ہے کہ اول مثال مین بہت زیادہ ثقل ہے اور دوسری مین کم اور نیز یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ مثال اول
مین منشاء ثقل کا نفس اجتماع کلمات ہے اور ثانی مین اجتماع حروف یعنی تکرار امدحہ نہ محض جمع
بین الحاء والہاء کیونکہ یہ قرآن پاک مین موجود ہے جیسے فسبحہ پس یہ کہنا کہ ایسا ثقل مخل
بالفصاحۃ ہے صحیح ہوگا منقول ہے کہ شیخ عبد القاہر جرجانی نے استاد اسمٰعیل بن عبادؒ جو ملقب بالصاحب

ہین اس قصیدہ کو اُستاذ ابن العمید کے سامنے پڑھا جب وہ اس بیت پر پہونچا تو ابن العمید نے
اُن سے کہا کہ جانتے ہو اسمین کیا نقص ہے اُسنے کہا کہ ہان وہ مقابلۃ المدح باللوم ہے حالانکہ مقابلۃ
المدح بالذم یا الہجا ہونا چاہیے تھا۔ استاذ نے کہا یہ نہین ہے بلکہ دوسری چیز ہے پس صاحب
نے جواب دیا کہ وہ دوسری چیز ہمین نہین معلوم جب اُستاذ نے بیان کیا کہ وہ تکریر امدحہ امدحہ
ہے باوجود جمع بین الحاء والہاء جو حروف حلق سے ہین اسوجہ سے اسمین کامل تنافر ہو گیا
لہذا صاحب نے انکی بہت تعریف کی وَالتَّعْقِيْدُ اَنْ لَّا يَكُوْنَ الْكَلَامُ ظَاهِرَ الدَّلَالَةِ
عَلَى الْمُرَادِ لِخَلَلٍ اِمَّا فِي النَّظْمِ كَقَوْلِ الْفَرَزْدَقِ تعقید مصدر ہے بمعنی معقد تاکہ اسم مفعول
کلام کی صفت واقع ہو سکے اور خلل موصوف۔ اَمَّا فِي النَّظْمِ جار مجرور ظرف مستقر متعلق واقع کے
ہو کر صفت اور خلل فی النظم کے یہ معنی ہین کہ ترتیب الفاظ کی خلاف ہو مقتضای ترتیب معانی کر
لہذا اسکا سبب تقدیم و تاخیر و حذف و فصل بین المبتدا و الخبر و حال و ذو الحال و مستثنے و مستثنی
منہ یہ امور وغیرہ ہونگے جن سے فہم مراد دشوار ہو جاویگا جیسے فرزدق کا قول ہشام ابن عبد الملک
ابن مروان کے ماموں کی مدح مین اور ہشام کا نام ابراہیم ابن ہشام ابن اسمٰعیل مخزومی ہے
پس ابراہیم کے باپ اور بھانجے کا نام ایک ہی ہے ترجمہ اور تعقید لفظی وہ کلام ہے جسکی
دلالت مراد پر ظاہر نہو بوجہ خلل کے نظم مین شعر وَمَا مِثْلُهُ فِي النَّاسِ اِلَّا مُمَلَّكًا + اَبُوْ اُمِّهِ
حَيٌّ اَبُوْهُ يُقَارِبُهٗ ترکیب ما مشبہ بلیس مثلہ اسم فی الناس خبر حی موصوف۔ یقاربہ صفت۔
موصوف بصفت مملکہ مستثنے منہ موخر الا حرف استثنا مملکا مستثنی منصوب ابو امہ مضاف بامضاف الیہ
مبتدا۔ ابوہ خبر یقاربہ کے معنی یشبہ کے ہین اور مملک سے مراد ہشام ہے امہ کی ضمیر راجع ہے مملک
کیطرف اور ابوہ کی ضمیر عائد ہے ابراہیم کیجانب اب غور سے دیکھو یعنی کہ مبتدا اور خبر کے درمیان
یعنی ابو امہ ابوہ کے درمیان فصل بالاجنبی واقع ہوا ہے یعنی حی اور نیز موصوف وصفت کے
درمیان یعنی حی یقاربہ کے ابوہ اجنبی واقع ہوا اور تقدیم مستثنے یعنی مملک کا مستثنے منہ پر یعنی

یعنی اور نیز فصل درمیان مبدل منہ یعنی مثلہ اور بدل یعنی حیّ کے اصل تقدیر عبارت یون
ہے ماملثلہ فی الناس حی یقاربہ الا مُمَلّکاً ابوامہ ابوہ ترجمہ نہین ہی ابراہیم جیسا لوگون
مین کوئی زندہ جو فضائل مین اسکے مشابہ ہوتا مگروہ مملک صاحب دولت و صاحب ملک
کہ اسکی مان کا والد اور ابراہیم کا والد ایک ہین یعنے ابراہیم کا بھانجہ ہشام اسکے قائم مقام ہی ف
اتحاد فی الجنس کو مجانست اتحاد فی النوع کو مماثلت اتحاد فی الخاصہ کو مشاکلت اتحاد فی الکیف
کو مشابہت اتحاد فی الکم کو مساوات اتحاد فی الاطراف کو مطابقت اتحاد فی الاضافت کو مناسبت
و تساوی فی وضع الاجزاء کو موازات کہتے ہین خلخالی نے کہا ہی کہ تعقید لفظی کا ذکر بعد ذکر ضعف
تالیف فضول ہی۔ مگر خلخالی کا یہ کہنا درست نہین مانا ہم نے کہ الفاظ مفردہ قوانین نحو کے مطابق
ہون مگر ممکن ہی کہ چند امور کے اجتماع سے فہم مراد دشوار ہو گیا ہو۔ چنانچہ تقدیم مستثنے کا مستثنے منہ
پر ایسی ہی ہی اس بیت مین یعنی بسبب اجتماع موجب زیادتی تعقید ہو گیا ورنہ ایسی تقدیم
نحات کے نزدیک بالاتفاق جائز ہی + اِمَّا فِی الاِنتِقَالِ۔ اسکا عطف ہی اما فی النظم پر یہ دوسری
قسم تعقید کی ہی اسکو تعقید معنوی کہتے ہین الانتقال مین الف لام عوض ہی مضاف الیہ
محذوف کا ای انتقال الذہن اور تعقید معنوی اسکو کہتے ہین کہ دلالت کلام اپنے معنی پر
ظاہر نہو بسبب خلل انتقال ذہن کے اول معنی سے جو مفہوم بحسب اللغۃ ہی طرف معنی ثانی کے
جو مقصود ہی اور اسکا سبب لوازم بعیدہ ہین جو محتاج ہین وسائط کثیرہ کی طرف باوجود خفی
ہونے قرائن دالہ علی المقصود کے جیسا اس شعر مین۔ میری لیلی کو کردیا مجنون + اے سکندر
مین تجکو کیا کوسون + مطلب یہ ہی کہ سکندر آئینہ نہ ایجاد کرتا تو محبوبہ اپنا چہرہ آئینہ مین نہ دیکھ سکتی
تاکہ وہ اپنے پر عاشق نہوتی کقول الآخر۔ یہ قول عباس ابن احنف کا ہی اور مصنف نے یون
نہین کہا کقولہ تاکہ یہ وہم نہو کہ ضمیر مجرور فرزدق کیطرف عائد ہوتی ہے جو خلاف
مقصود ہے شعر سَأَطلُبُ بُعدَ الدَّارِ عَنكُم لِتَقرُبُوا + وَتَسكُبُ عَينَايَ الدُّمُوعَ لِتَجمُدَا

تسکبُ بالرفع صحیح ہی اور نصب پڑھنا وہم ہی اور سین استقبال کیلئے ہی شاعر نے سکب الدموع کو کنایہ ٹھیرایا ہی اس چیز سی جو فراق احبا کو لازم ہے یعنے رنج و غم پس اسقدر لینا درست اور صواب ہے لیکن جمود العین کو کنایہ قرار دینا اس چیز سی جسکو واجب کرتا ہی دوام تلاقی احباب کی یعنی حبور وسرور و فرح تو اسمین خطا کی ہی شاعر نے فَاِنَّ الْاِنْتِقَالَ مِنْ جُمُوْدِ الْعَيْنِ اِلٰى بُخْلِهَا بِالدُّمُوْعِ جمود العین کہتے ہین اسکو کہ ارادہ بکا کی وقت جو حالت حزن ہی آنکھ سی آنسو نہ نکلین اور اسی کو بخل العین بالدموع بھی کہا جاتا ہی کا اِلٰى مَا قَصَدَهُ الشَّاعِرُ مِنَ السُّرُوْرِ سرور سی مراد وہ سرور ہے جو ملاقات احبا سی حاصل ہو مطلب شاعر کا یہ ہی کہ اب تک تو قرب و سرور کی طلب مین تھے تو اسپر حزن اور فراق مرتب ہوا مگر اب معلوم ہو گیا کہ زمانہ اور اہل زمانہ کی عادت یہ ہے کہ میرے مطلوب و مقصود کی خلاف و برعکس کرتا ہی اب ہمکو چاہیے کہ زمانہ کو فریب دیکر مطلب حاصل کرین یعنی ہم فراق چاہین جب زمانہ خلاف کریگا تو ہم کو وصال محبوب حاصل ہو جاویگا جیساکسی شاعر نے کہا ہی ؎ مانگا کرینگے اب سے دعا ہجر یار کی + آخر تو دشمنی ہی اثر کو دعا کی ساتھ + جاننا چاہیے کہ زمانہ دلی ارادہ کی خلاف کرتا ہی نہ ان باتو نکا جو دل کے خلاف زبان سی ظاہر کی جاوین پس ایسی فریب دہی سے شاعر ظریف الطبع کا مطلب نہ حاصل ہوگا۔ خوب یاد رہی یہ معنی شعر کے جب ہین جسوقت وَتَسْكُبُ بالنصب پڑھا جاوے ترجمہ بیت یہ ہی کہ طلب کرونگا فراق اور بعد گھر سے ای دوستو تاکہ مجھ سی قریب ہو جاؤ اور میری آنکھین آنسو بہاتی ہین تاکہ خوشی ہو انجام مین یعنی نفس کو تحمل تکالیف کا عادی بنا رہا ہون تاکہ دوام وصال و مسرت لازوال ملے کیونکہ یہ مقولہ مشہور ہی کہ فان الصبر مفتاح الفرج و مع کل عسر یسر و لکل بدایة نہایة قِيْلَ فَصَاحَةُ الْكَلَامِ خُلُوْصُهُ مِمَّا ذُكِرَ وَمِنْ كَثْرَةِ التَّكْرَارِ وَتَتَابُعِ الْاِضَافَاتِ ترجمہ بعضون نے کہا ہے کہ فصاحت کلام کے معنی یہ ہین کہ خالی ہو مذکور سی اور نیز خالی ہو کثرت تکرار و تتابع اضافات سے کقولہ + سُبُوْحٌ لَهَا مِنْهَا عَلَيْهَا شَوَاهِدُ اسکا پہلا مصرعہ یہ ہی وَتُسْعِدُنِيْ فِيْ غَمْرَةٍ بَعْدَ غَمْرَةٍ

تسعد کا فاعل سبوح ہے اور اسعاد بمعنی یاری کردن اور سبوح مونث سماعی ہے بمعنی فرس سریع السیر مادہ ہو یا نر لہا ظرف مستقر سبوح کی صفت منہا ظرف مستقر حال مقدم از شواہد مؤخر علیہا ظرف لغو متعلق شواہد اور شواہد فاعل ظرف کا ہے۔ اعنی لہا اس شعر مین سب ضمیرین مجرور کی سبوح کیطرف راجع ہین پس ان ضمائر کی تکرار کیوجہ سے کلام غیر فصیح ہوگیا اس مقام مین ایک شبہہ پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ کثرت کی اقل مقدار تین عدد ہے اور تکرار کے معنی آتے ہین ذکر الشے مرۃ بعد اخری یعنی دو دفعہ شی کا ذکر اور تکرار کی اضافت کثرت کیطرف مقتضی ہے کہ شئی کا ذکر چار مرتبہ ہو تاکہ تین تکرار ہون اور تین تکرار سے کثرت متحقق ہوگی حالانکہ شعر مین ضمیر مجرور تین مرتبہ ذکر ہوئی ہے نہ چار مرتبہ پس اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ یہان پر کثرت سے مراد مافوق الواحد ہے لہذا تین دفعہ ذکر الشی سے دو تکرار ہونگی یقیناً ترجمہ میری مدد کرتا ہے کثرت شدائد مین ایسا تیز رفتار گھوڑا جس کیلیے اُسکی ذات سے شواہد و علامات ہین جو اُسکی نجابت و اصالت پر دلالت کرتی ہین وَحَمَامَۃَ جَرْعیٰ حَوْمَۃِ الْجَنْدَلِ اسْجَعِی اسکا دوسرا مصرعہ یہ ہے فَاَنْتِ بِمَرْأیً مِنْ سُعَادَ وَمَسْمَعِ اس شعر مین حمامہ کی اضافت ہے جرعی کیطرف اور جرعی کی اضافت ہے حومۃ کیطرف اور حومۃ کی اضافت ہے الجندل کیجانب اور جرعی اصل مین جرعاء بالمد تھا تانیث ہے اجرع کی یہان پر قصر بسبب ضرورت شعریہ کے ہوا ہے اور جرعی ریگستان زمین کو کہتے ہین جسمین کوئی سبزہ وغیرہ نہ پیدا ہوے اور حومہ کہتے ہین معظم الشی یعنی اونچے ٹیلے کو اور جندل بروزن جعفر پتھریلی جگہ کو کہتے ہین حمامۃ منادی منصوب ہے اور تا اسمین وحدت کی ہے جنس کبوتر کو کہتے ہین اور اسجعی صیغہ واحد مؤنث امر حاضر ہے اور السجع کلام مقفے کو کہتے ہین یہان پر کبوتر کی آواز مراد ہے اور مرأی اور مسمع دونون ظرف کے صیغے ہین یعنی تم ایسی جگہ پر ہو کہ سعاد تم کو دیکھ سکتی ہین اور تمھاری آواز اُسکو خوب سنائی دیتی ہے یون کہا جاتا ہے فلان بمرأی منی ومسمع ای اراہ واسمع صوتہ کذا فی الصحاح اور اسجعی بھی دلالت کرتا ہے استتار پر

کہ رؤیت و سمع کا فاعل سعاد ہی ہے حماسہ لیس جس نے اس عبارت کے معنی یہ بیان کیے ہین کہ انتِ بموضعٍ ترین منہ سعادَ وتسمعین کلاہما صحیح نہین بلکہ شہادت عقل ونقل کی روسے فاسد ہے جیسا کہ جملہ اسجعی وعبارت صحاح سے ظاہر ہی ترجمہ اے پتھریلی زمین ریتلے ٹیلے کی رہنے والی کبوتری عمدہ لہجہ سے نغمہ سرائی کر کیونکہ تو ایسی بلند جگہ پر بیٹھی ہوئی ہو کہ میری محبوبہ سعاد تجکو وہان سے دیکھ رہی ہو یا دیکھ سکتی ہو اور تیری آواز بھی سن سکتی ہو ایسے ایسے مضامین خیالیہ سے عشاق کی تسلی قلب ہوتی ہو وفیہ نظرٌ یعنی قائل نے جو دو قیدین فصاحت کلام مین زیادہ کی ہین اسمین نظر ہو یعنی اگر کثرت تکرار اور تتابع اضافت کیوجہ سے لفظ زبان پر ثقیل ہو گیا ہو تو یہ بات قید تنافر سے دور ہو گئی ہو ورنہ وہ مخل بالفصاحۃ نہین ہو اور کیونکر یہ بات مخل بالفصاحت ہو سکتی ہو جبکہ قرآن پاک مین تتابع اضافات وکثرت تکرار موجود ہے مثلاً مثلَ دأبِ قومِ نوحٍ و ذکرُ رحمۃِ ربکَ عبدَہ و نفسٍ وما سوّاہا فألہمہا فجورہا وتقواہا پہلی دو مثالون مین تین اضافات ہین اور اخیر مثال مین تین تکرارین ہین اب

مصنف فصاحت فی المتکلم کو بیان کرنا چاہتے ہین و فی المتکلمِ ملکۃٌ یقتدرُ بہا علی التعبیرِ عن المقصودِ بلفظٍ فصیحٍ ملکہ کیفیت راسخہ فی النفس کو کہتے ہین اور کیفیت ایسے عرض کو کہتے مین جسکا تعقل غیر کے تعقل پر موقوف نہو اور نیز قسمت ولاقسمت کو بھی اپنے محل مین نہ چاہیے اولاً و بالذات پس عدم توقف کی قید سے اعراض نسبیہ خارج ہو گئی جیسے اضافت و فعل وانفعال و وضع و این ومتی وملک کیونکہ ان سبکی مفہوم مین دخولاً یا لزوماً نسبت الی الغیر ملحوظ ہو اور نیز مضاقسمت کی قید سے مقولہ کم خارج ہو گیا اسلیئے کہ وہ قسمت کو چاہتا ہو اور لاقسمت کی قید کی نقطہ اور وحدت خارج ہو گئی کیونکہ وہ دونون لاقسمت کو چاہتی ہین اور اولاً و بالذات کی قید زیادہ کی گئی واسطے شمول علم بالمعلومات مقتضیہ للقسمۃ واللاقسمۃ کو تاکہ داخل ہو جاوے علم کیف کی تعریف مین کیونکہ علم خود بنفسہ قسمت ولاقسمت کو نہین چاہتا بلکہ بالعرض یعنی بواسطہ معلوم کی

مقتضی ہو اور ملکۃ کا لفظ مشعر ہی کہ اگر کوئی شخص اپنے مقصود کو لفظ فصیح سی تعبیر کرے تو اس کو
اصطلاح مین نہ کہینگے جبتک کہ تعبیر مقصود راسخ فی النفس نہ ہو جاوی کیونکہ رسوخ اسکی تعریف
مین ماخوذ ہی جیسا کہ اوپر گذرا ہی اور مصنف نے یقتدر علی التعبیر کہا ہی اور یعبر اسکی جگہ نہین کہا
اسکی وجہ یہ ہی کہ فصیح ہونے کیلئے بالفعل تعبیر شرط نہین بلکہ قدرت علی التعبیر فصیح ہونے کے
واسطے ضروری ہی چاہے تعبیر بالفعل پائی جاوی یا نہ پائی جاوے اور لفظ فصیح مصنف نے کہا
اور کلام فصیح یا مفرد فصیح نہین کہا تاکہ دونون کو شامل ہو جاوے مرکب کی مثال تو ظاہر ہے
کلام فصحا ہے اور مفرد کی مثال یہ ہی تعداد کے وقت دار غلام جاریۃ ثوب بساط وغیرہ۔ ترجمہ
متکلم فصیح وہ شخص ہی جسکو ملکہ یعنی کیفیت راسخہ فی النفس حاصل ہو جاوی جسکی وجہ سی اپنے مقصود
کو لفظ فصیح سی جب چاہے تعبیر کر سکے اب مصنف فصاحت کی تینون اقسام کی تعریف سے
فارغ ہو کر بلاغت کی اقسام کی تعریف بیان کرنا چاہتے ہین وَالبَلَاغَۃُ فِی الکَلَامِ مُطَابَقَتُہُ
لِمُقتَضَی الحَالِ مَعَ فَصَاحَتِہٖ ضمیر مجرور دونون جگہ کلام کیطرف راجع ہی۔ حال کہتے ہین اس
امر داعی کو جو متکلم کو بلاتا ہی اسبات کیطرف کہ جس کلام سے وہ اپنا اصلی مقصود ادا کرتا ہے اسی
کے ساتھ ایک خصوصیت کا بھی اعتبار کرلے چنانچہ اسی ہی خصوصیت کو مقتضی الحال کہتے
ہین مثلاً مخاطب کا انکار للحکم حال ہی جو تاکید الحکم کو چاہتا ہی اور تاکید مقتضی الحال ہی پس ایسے
منکر کے سامنے انّ زیداً فی الدار کہنا یہ ایک حکم ہی جو کہ مقتضی کی بالکل مطابق ہی حاصل یہ کہ انّ
زیداً فی الدار یہ جزئیات کلام کلی سی ہی یعنے کلام کلی مؤکد ہو کیونکہ انکار کلام مؤکد کو چاہتا ہے
پس اہل العربیہ کی اصطلاح مین کہا جاتا ہی الجزئی مطابق للکلی اور اصطلاح اہل منطق مین کہا
جاتا ہی الکلی مطابق للجزئیات اور یہانپر مطابقت یعنی شمول انسب ہی مطول مین اس بحث کو
تفصیل سی بیان کیا گیا ہی علم معانی کی تعریف مین ترجمہ کلام بلیغ وہ ہی جو شامل مقتضی حال کو
مع فصیح ہونے کلام کے کیونکہ فصاحت ماخوذ ہی بلاغت کی دونون اقسام مین وَھُوَ مُختَلِفٌ

فَاِنَّ مُقَامَاتِ الْکَلَامِ مُتَفَاوِتَۃٌ **ترجمہ** اور وہ مقتضی حال مختلف ہے کیونکہ کلام کے مقامات
باہمی تفاوت رکھتے ہین اسکی وجہ یہ ہے کہ کسی جگہ کوئی اعتبار مناسب ہوتا ہے اور دوسری جگہ
کوئی ہوتا ہے پس لامحالہ دونون اعتبار متغایر ہونگے نہ متحد اور اس عبارت سے یہ بھی معلوم
ہوگیا کہ مقامات کلام کا تفاوت عین ہے تفاوت مقتضیات احوال کیلئے لان التغایر بین الحال
والمقام کائن بحسب الاعتبار اور فرق اعتباری یون ہے کہ حال کلام کیلئے زمانہ ورود ہے اور
مقام کلام کیواسطے جگہ اور محل ہے۔ غور کرنا چاہیے کہ اس مقام مین چند باتین معلوم کی گئین ایک
تو اشارہ ہے اجمالیہ ضبط مقتضیات احوال کیطرف اور دوسری تحقیق مقتضی حال کی فَمَقَامُ کُلٍّ
مِنَ التَّنْکِیْرِ وَالْاِطْلَاقِ وَالتَّقْدِیْمِ وَالذِّکْرِ یُبَایِنُ مَقَامَ خِلَافِہٖ **ترجمہ** مقام ہر ایک کا تنکیر
واطلاق وتقدیم وذکر سے مباین ہے ہر ایک اپنے خلاف کا یعنی مطلب یہ ہوا کہ جس مقام مین تنکیر
مسند الیہ یا مسند کی مناسب ہے وہ مقام مباین ہوگا اس مقام کو جسمین ان کی تعریف مناسب
ہے اور جہان اطلاق مناسب ہے وہان پر تقیید اسکے مباین ہے اور جہان پر تقدیم یا ذکر مناسب ہے
وہان پر تاخیر یا حذف مباین ہے۔ مَقَامُ الْفَصْلِ یُبَایِنُ مَقَامَ الْوَصْلِ یعنی مقام فصل مباین ہے
مقام وصل کے اور اس باب کے علحیدہ لانے مین اسکی عظمت شان کیطرف اشارہ ہے یہانتک کہ
بعض لوگون نے بلاغت کا حصر معرفت وصل وفصل مین کردیا ہے اور مصنف نے مقام الوصل کی
جگہ پر یون نہین کہا مقام خلافہ کیونکہ اسمین اختصار ہے یعنی تلفظ مین چار حرف ہوتے ہین بعد حذف
ہمزہ وصل کے اور خلافہ مین باعتبار تلفظ کے چھ اور باعتبار کتابت کے پانچ حرف ہوتے ہین جو ہر حال مین
اس سے زیادہ ہین اور دوسری یہ بات کہ خلاف فصل کا وصل ہے نہ دوسری چیز۔ وَمَقَامُ الْاِیْجَازِ
یُبَایِنُ مَقَامَ خِلَافِہٖ یعنی مقام ایجاز مباین ہے مقام اپنے خلاف کے اور ایجاز کا خلاف دو امر ہین ایک
اطناب دوسری مساوات اور اس قول کی تصریح بھی اسکی رفعت شان پر دلالت کرتی ہے وَکَذَا
خِطَابُ الذَّکِیِّ مَعَ خِطَابِ الْغَبِیِّ ایسے ہی خطاب ذکی مباین ہے خطاب غبی کے یعنی ذکی کو جو اعتبارات

لطیفہ ومعانی دقیقہ خفیہ مناسب ہوتے ہین تو وہ اعتبارات مذکورہ غبی کی شان سے بالکل بعید
بلکہ ابعد ہونے ہین وَلِکُلِّ کَلِمَۃٍ مَعَ صَاحِبَتِہَا مَقَامٌ یعنی ہر کلمہ کو دوسرے کلمہ سے کہ جس سے وہ مقارن
ہے ایک مقام ہے جو کہ دوسرے کیساتھ نہین باوجود مشارکت کے اصل اسنی مین مثلاً جو فعل مقترن بالشرط
ہو اسے اِنْ کیساتھ وہ مقام ہے جو لفظ اِذَا کے ساتھ نہین کیونکہ اِذَا مقام جزم مین استعمال ہوتا ہے
اور اِنْ مقام شک مین فظہر الفرق اور نیز ہر ادوات شرط کو فعل ماضی کیساتھ وہ مقام ہے کہ فعل مضارع
کیساتھ نہین کیونکہ ادوات شرط فعل ماضی کیساتھ اکثر مفید قطعیت کو ہوتے ہین بخلاف فعل مضارع کے

وَارْتِفَاعُ شَانِ الْکَلَامِ فِی الْحُسْنِ وَالْقَبُوْلِ بِمُطَابَقَتِہٖ بِالْاِعْتِبَارِ الْمُنَاسِبِ وَالْخِطَاطِہٖ بِعَدَمِہَا
اعتبار مناسب سے وہ امر مراد ہے جسکو متکلم نے اپنی طبیعت وسلیقہ سے یا بہ تتبع واستقرا خواص تراکیب بلغا
سے اس مقام کے مناسب خیال کیا ہو اور محاورہ مین یون کہتے ہین اعتبرت الشئی یعنی اس شئے
کی رعایت کی مین نے اور کلام سے مراد یہانپر کلام فصیح ہے کیونکہ ارتفاع شان کلام بدون فصاحت کے
ناممکن ہے اور حسن سے مراد یہانپر حسن ذاتی ہے جو داخل ہے بلاغت کی حقیقت مین۔ وجہ اسکی یہ ہے
کہ لانہ الکامل المعتد بہ مثلاً تاکید مقام انکار مین اور یہان حسن عرضی مراد نہین جو خارج ہے اسکی
حقیقت سے جیسے ترصیع وتجنیس کیونکہ اسکا حصول محسنات بدیعیہ سے ہوتا ہے جسکے واسطے فن ثالث
موضوع ہے ترجمہ اور کلام ارتفاع شان حسن اور قبولیت مین حاصل ہوتا ہے اعتبار مناسب
کی مطابقت کیوجہ سے اور انحطاط کلام ہوجاتا ہے بسبب عدم مطابقت مذکور کے فَمُقْتَضَی الْحَالِ ھُوَ
الْاِعْتِبَارُ الْمُنَاسِبُ لِلْحَالِ وَالْمَقَامِ فا تفریعیہ ہے اور مطابقت کی اضافت مفید حصر ہے عبارت سابقہ
مین پس معنی عبارت کے یہ ہوئے کہ ارتفاع شان کلام فصیح کا حسن ذاتی مین نہین ہے مگر بسبب
مطابقت کلام کے اعتبار مناسب کو اور نیز یہ بھی محقق امر ہے کہ ارتفاع الشان بلاغت سے ہوتی ہے
اور بلاغت کے معنی ہین مطابقۃ الکلام الفصیح لمقتضے الحال پس ان امور مین غور کرنیکے بعد صاف
معلوم ہوگیا کہ اعتبار مناسب ومقتضی الحال ایک ہی چیز ہے اور اگر ایک نہ مانا جاوے دونون کو

تو اَحَدُ الحصرین باطل ہوگا بر تقدیر مباینت کے دونون مین یا دونون باطل ہونگے بر تقدیر عموم وخصوص
خلاصہ مطلب یہ ہو کہ یہان پر دو مقدمے پیدا ہوتے مین اولی یہ ہو کہ انہ لایرتفع الا بالمطابقۃ للاعتبار
المناسب اور ثانیہ یہ ہو لایرتفع الا بالمطابقۃ لمقتضے الحال لہذا معلوم ہوا کہ اعتبار مناسب
اور مقتضی الحال شے واحد ہو اور حصر بالکل درست ہو ترجمہ پس مقتضی الحال بعینہ اعتبار مناسب
للمقام والحال ہو نہ غیر جیسا کہ بیان ہوچکا ہو اور ممکن ہو کہ فا رتعلیلہ ہو یعنے مابعد فا کا علت ماقبل
کے لئے یعنے ارتفاع شان الکلام الخ کے واسطے فَالبَلَاغَۃُ صِفَۃٌ رَاجِعَۃٌ اِلَی اللَّفظِ بِاعتِبَارِ
اِفَادَتِہٖ المَعنٰی بِالتَّرکِیبِ وَکَثِیرًا مَا یُسَمّٰی ذٰلِکَ فَصَاحَۃً اَیضًا اب مصنف علیہ الرحمہ اسباب
کو بیان کرنا چاہتے ہین کہ آیا بلاغت صفت صرف لفظ کی ہے یا صرف معنی کی اور نیز معنے سے
کیا مراد ہے معانی اولیہ یا معانی ثانویہ یعنی موضوع لہ اول اور معنی ثانوی غرض موضوع لہ الکلام
کہلاتا ہو پس تحقیق یہ ہو کہ بلاغت ایک صفت ہو جسکا رجوع اولاً و بالذات لفظ سے
متعلق ہو اور بایں معنی وہ کلام بلیغ ہو نہ اس حیثیت سے کہ وہ محض لفظ وصوت ہو بلکہ باعتبار افادہ
معنی موضوع لہ الکلام کے یعنی لفظ دلالت کرے معنی موضوع لہ پر باعتبار خصوصیات خاصہ کے
جیسے تعریف وتنکیر تقدیم وتاخیر حذف واضمار اور اسکے واسطے سے معانی ثانویہ یعنی اغراض مقصودہ
متکلم پر دلالت کرے۔ بالترکیب جار مجرور متعلق افادتہ المعنے کیساتھ ہو پس وجہ عبارت مصنف
کی یہ ہو جیسا پہلے گذر چکا ہو کہ بلاغت عبارت ہو مطابقۃ الکلام الفصیح لمقتضے الحال اور نیز یہ بھی
ظاہر ہو کہ اعتبار مطابقت وعدم مطابقت باعتبار اُن معانی واغراض کی ہوا کرتا ہو کہ جسکے لئے
کلام کی ترکیب ہوتی ہو نہ محض باعتبار الفاظ مفردہ وکلمات مجردہ کے اور کثیرًا منصوب ہے
بنابر ظرفیت کیونکہ صفت احیان ہو یعنی قایم مقام ظرف ہو اور لفظ ما تاکید سے معنی کثرت کی
اور عامل اسکا وہ فعل ہو جو اسکے بعد متصل واقع ہو یعنی یسمے اور ذالک کا مشار الیہ بلاغت ہے
بتاویل الوصف المذکور لتحصیل التطابق بینہما ایضًا بمعنے رجوعًا مفعول مطلق ہو فعل محذوف کا

وہ اخص ہے بمعنے رجع کے پس اس عبارت مین جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہے کہ شیخ نے دلائل الاعجاز مین لکھا ہے کہ ان الفصاحۃ صفۃٌ راجعۃ الی المعنے دون اللفظ نفسہ یعنی فصاحت صفت معنی کی ہے اور اس ہی کتاب مین دوسری جگہ پر لکھتے ہین کہ ان فضیلۃ الکلام للفظ لا لمعناہ یعنی کلام کو باعتبار لفظ کے فضیلت ہے فقط بیانتک کہ معانی اسقدر عام فہم ہین کہ عجمی و عربی قروی و بدوی سب ہی جانتے ہین خلاصہ جواب یہ ہے کہ فصاحت سے مراد بلاغت ہے پس جہان صفات الفاظ سے ٹھہرایا ہے وہاںپر توصفت لفظ ہے باعتبار افادۃ المعنی اور جہان نفی کی ہے وہان پر یہ مراد ہے کہ الفاظ مفردہ وکلمات مجردہ کی صفت نہین فصل التطبیق بین الکلامین لہذا جہان یہ بیان کیا جاتا ہے کہ قرآن کریم کا اعجاز اسوجہ سے ہے کہ وہ اعلیٰ طبقات فصاحت پر ہے اسکا سبب یہ ہے کہ وہ لفظ فصیح مفید للمعنی ہے نہ لفظ من حیث اللفظ ترجمہ پس بلاغت ایک صفت ہے جو راجع ہے لفظ کیطرف اسوجہ سے کہ وہ بلحاظ ترکیب کے معنی کیلئے مفید ہے نہ صرف لفظ نہ صرف معنے من حیث ہو ہو اور بسا اوقات اس وصف بلاغت کو فصاحت بھی کہتے ہین آب مصنف علیہ الرحمہ بلاغت کے مدارج بیان کرتے ہین اور کہتے ہین وَلَہَا طَرَفَانِ اَعْلٰے وَھُوَ حَدُّ الْاِعْجَازِ وَمَا یَقْرُبُ مِنْہُ وَاَسْفَلُ وَھُوَ مَا اِذَا غُیِّرَ عَنْہُ اِلٰی مَا دُوْنَہٗ اِلْتَحَقَ عِنْدَ الْبُلَغَاءِ بِاَصْوَاتِ الْحَیْوَانَاتِ ضمیر لہا کا مرجع بلاغت ہے اور حدالاعجاز کے معنی یہ ہین کہ کلام درجۂ بلاغت مین اسقدر اعلیٰ پیمانہ پر ترقی پذیر ہو کہ طاقت بشریہ سے خارج ہوجاوے اور غیر کو معارضہ ومقابلہ سے عاجز کردے جیسے قرآن کریم کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کا بھی فصحاء وبلغائے عرب معارضہ نہ کرسکے۔ بلکہ انکے مجبوراً کہنا پڑا لیس ہٰذا من کلام البشر کیا خوب کہا ہے کسی نے :۔ الفضل ما شہدت بہ الاعداءُ وَمَا یَقْرُبُ مِنْہُ کا عطف ہے ضمیر ہُوَ پر اور منہ کی ضمیر مجرور راجع ہے اعلیٰ کیطرف جسکے حاصل معنی یہ ہونگے کہ اعلیٰ اور قریب اعلیٰ دونوں حدالاعجاز مین ہین پس یہ ترکیب مفتاح العلوم کی عبارت کے مطابق ہے اور بعض کا خیال ہے کہ مَا یَقْرُبُ مِنْہُ کا عطف حدالاعجاز پر ہے نہ اعلیٰ پر اور ضمیر مجرور بھی حدالاعجاز کیطرف راجع ہے نہ اعلیٰ

کی طرف پس تقدیر عبارت اس بنا پر یہ ہوگی ان الطرف الاعلیٰ ہو حد الاعجاز وما یقرب منہ حد الاعجاز
لیکن اس قول مین اعتراض ہی وہ یہ ہی کہ جو چیز حد الاعجاز کے قریب ہی وہ طرف اعلیٰ سی ہنوگی اسکو
علامہ تفتازانی نی مطول مین بسط سی بیان کیا ہی جسکا مدار لفظ (حد) کی تفسیر پر ہی یعنی حد بمعنی
مرتبہ الشیٔ کے ہے یا نہایۃ الشیٔ پس مطول مین دیکھ لیجئے اگر جی چاہی دُوْنَ نقیض ہی فوق کا
یہان پر مرتبہ ادنیٰ مراد ہی اور اصوات حیوانات سی وہ آواز مراد ہی جو اپنے محل سی کیف ما اتفق صادر
ہو جس مین کوئی اعتبار لطائف وخواص زائدہ علی اصل المراد نہو ترجمہ اور بلاغت کلام
کیلئے دو طرف ہین ایک اعلیٰ جسکو حد الاعجاز کہتے ہین یا وہ جو اعلیٰ کے قریب ہے اور دوسرے
اسفل اور وہ اُسطرف بلاغت کو کہتے ہین کہ جب کلام کو اُس سی بھی نیچے مرتبے پر اُتارا جاوے
تو وہ کلام اگرچہ باعتبار اعراب کی صحیح ہو مگر وہ بلغاء کی نزدیک اصوات حیوانات کیطرح شمار
کیا جاویگا کیونکہ اُسمین وہ لطائف وخواص کہان ہین جنکی وجہ سی کلام بلیغ کہلائے وَبَیْنَهُمَا
مَرَاتِبُ کَثِیْرَۃٌ ترجمہ اور دونون طرفین کے درمیان مین بہت سی مراتب نکلتے ہین جو بعضے اعلیٰ
ہین بعض سی بسبب مقامات کی تفاوت در عایت اعتبارات کی اور نیز بوجہ بُعد کی اسباب مخلہ بالفصاحت
سے وَیَتْبَعُهَا وُجُوْہٌ اُخَرُ تُوْرِثُ الْکَلَامَ حُسْنًا یہ عبارت مصنف علیہ الرحمہ کی تمہید ہی واسطے
بیان علم البدیع کی اور نیز اشارہ ہی اسبات کیطرف کہ ان وجوہ کا باعث تحسین ہونا کلام کیلئے
عرضی ہی جو خارج ہی حقیقت بلاغت سی کیونکہ حسن شیٔ کا حقیقت شی سی خارج وعارض ہوتا
ہے اور یتبعہا مین اشارہ اسطرف ہی کہ یہ وجوہ محسنہ شمار کی جاوینگے بعد رعایت مطابقت اور
فصاحت کے لان تابع الشیٔ یکون بعدہ اور مصنف علیہ الرحمہ نے ان وجوہ کو بلاغت کلام
کا تابع قرار دیا ہی نہ بلاغت متکلم کا وجہ اسکی یہ ہی کہ یہ وجوہ متکلم کی صفت نہین واقع ہوتے
جیسے بلاغت وفصاحت صفت متکلم کی ہین پس عرف مین یون کہتے ہین متکلم بلیغ وفصیح اور
یہ نہین کہا جاتا متکلم مُسَجَّعٌ وَمُطَبَّقٌ وَمُجَنَّسٌ اگرچہ فی نفسہ یہ اطلاق درست معلوم ہوتا ہی بصیغہ اسم فاعل

ترجمہ اور بلاغت کلام کیلئے چند اور وجہیں بھی ہیں علاوہ مطابقت فصاحت کے جو کلام میں حسن پیدا کرتے ہیں وَفِي الْمُتَكَلِّمِ مَلَكَةٌ يُقْتَدَرُ بِهَا عَلَىٰ تَأْلِيفِ كَلَامٍ بَلِيغٍ ترجمہ متکلم بلیغ وہ شخص ہے جسکو کلام بلیغ کی ترکیب وتالیف میں پورا ملکہ حاصل ہو یعنے مشتاق ہو جب چاہے ایسا کرسکے فَعُلِمَ اَنَّ كُلَّ بَلِيغٍ فَصِيحٌ وَلَا عَكْسَ۔ یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ فصیح اور بلیغ میں نسبت بیان کرتے ہیں کہ ہر بلیغ ضرور فصیح ہوگا نہ اسکا عکس بالمعنی اللغوی اور فصیح وبلیغ سے مراد عام ہے متکلم ہو یا کلام باعتبار استعمال لفظ مشترک کے دونوں معنوں میں عند المجوزین یا بتاویل کل ما یطلق علیہ لفظ البلیغ عند المانعین کلیۃ اولیٰ کی دلیل یہ ہے کہ فصاحت ماخوذ ہے مطلق بلاغت میں لان الاخص یستلزم الاعم لزوماً کلیاً اور مقدمہ ثانیہ کی دلیل یہ ہے کہ عقلاً جائز ہے کہ کوئی کلام فصیح ہو مگر مقتضی حال کے مطابق نہو اور نیز ممکن ہے کہ کوئی متکلم ایسا ہو کہ اپنے مقصود کو ہر وقت لفظ فصیح سے بیان کرنے کی قدرت رکھتا ہو مگر مقتضی حال کے مطابق اسکا کلام نہو پس یہاں پر کلام و متکلم دونوں فصیح پائے جائینگے نہ بلیغ

لان الاعم لا یستلزم الاخص کلیاً کما فی الانسان والحیوان فافهم وَاَنَّ الْبَلَاغَةَ

مَرْجِعُهَا اِلَى الْاِحْتِرَازِ عَنِ الْخَطَاءِ فِي تَأْدِيَةِ الْمَعْنَى الْمُرَادِ وَاِلَى تَمْيِيزِ الْفَصِيحِ عَنْ غَيْرِهِ۔ لفظ مرجع کے دو معنے آتے ہیں ایک بمعنے رجوع عن الشیٔ اور دوسرے ما یجب ان یتحقق یعنی بلاغت کی تحقیق کیلئے جس چیز کا پہلے ہونا واجب ہے جیسے کہا جاتا ہے مرجع الجود الی الغنی ومرجع الصدق الی طباق الحکم للواقع یعنے جود کیلئے پہلے غنی کا ہونا واجب ہے اور صدق کیلئے حکم کا مطابق للواقع ہونا ضروری ترجمہ پس بلاغت کلام دو امور پر موقوف ہے ایک یہ کہ معنی مطلوب کے ادا کرنے میں خطا سے بچے تاکہ رعایت موقع مقتضی حال کے موافق پائی جاوے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ معنے مراد بغیر رعایت مطابقت ومقتضی حال کے ادا کیا جاوے مگر وہ بلیغ نہو اور دوسرے یہ کہ کلام فصیح کو غیر فصیح سے تمیز کرلے کیونکہ بلاغت بے فصاحت کے ہرگز نہیں پائی جاسکتی اسلئے کہ ممکن ہے کہ کلام مقتضی حال کے مطابق لایا جاسے مگر فصیح نہو پس وہ بلیغ بھی نہوگا لوجوب وجود الفصاحۃ فی البلاغۃ

اور کلام فصیح کی تمیز مین کلمات فصیحہ کی بھی تمیز داخل ہی لتوقف الکلام علی الکلمات پس کوئی
اشکال وارد نہوگا خوب غور کیجے والثانی منہ مایتبین فی علم متن اللغۃ او التصریف او النحو
ثانی سی مراد تمیز الفصیح من غیرہ ہی اور منہ مین من تبعیضیہ ہی اور یتبین صیغہ مجہول یعنی یوضح ہی
لغت اُس علم کو کہتے ہین جسمین اوضاع مفردات کی معرفت حاصل ہو اور قید متن کی مصنف علیہ
الرحمہ نی اسواسطے زیادہ کی ہی کہ علم لغت کا اطلاق کبھی جمیع علوم عربیہ پر کیا جاتا ہے پس قید متن کا
فائدہ یہ ہوا کہ یہانپر مخصوص علم لغت مراد ہی یعنی اس علم سی تمیز سالم عن الغرابت کی غیر سالم سی علوم ہوتی
ہی باین معنی کہ جسنے کتب متداولہ لغت کا استقرار و تتبع کیا اور مفردات مانوسہ کے معانی کا احاطہ
بخوبی کر لیا ہو تو وہ جان سکتا ہی کہ سوا ان مفردات مانوسہ کی الفاظ غریبہ ہین جو محتاج کھود کرید
یا تخریج کی ہین جیسے تکاکاتم و مسرج پس اس سی علامہ زوزنی کا اعتراض بھی مندفع ہوگیا وہ
اعتراض یہ ہی کہ علم لغت مین یہ کہان ذکر ہی کہ فلان لفظ غریب ہی اور فلان لفظ سالم عن الغرابت
ہی حاصل جواب یہ ہی کہ کتب متداولہ مین الفاظ کا استعمال پایا جانا یہی معنی ہین یتبین فی علم متن
اللغۃ کی اور علم الصرف مین معلوم ہوتا ہی مخالفۃ القیاس جیسے اجلل مخالف قیاس ہی اور اجل موافق
قیاس اور علم النحو مین ضعف تالیف و تعقید لفظی معلوم ہوتی ہی کما مر ترجمہ قسم ثانی یعنی تمیز
فصیح کی غیر فصیح سی کچھ تو جانی جاتی ہی علم لغت مین اور کچھ علم صرف اور کچھ علم نحو مین امثلہ سب کی ان
کی تعریف مین گذر چکی ہین او یدرک بالحس یعنے کچھ چیزین بذریعہ حس کی دریافت ہوتی ہین
جیسے تنافر کیونکہ حس ہی سی یہ معلوم ہوا کہ مستشزر متنافر ہی نہ مرتفع اور علی ہذا القیاس تنافر کلمات
بھی اسیطرح سمجھنا چاہی وھو ما عدا التعقید المعنوی ضمیر مرفوع ماہیتین کیطرف راجع ہی
نہ صرف مایدرک کیجانب جیسا کہ بعضون نی گمان کیا ہے لقرب المرجع کیونکہ تعقید معنوی کا غیر
صرف مایدرک بالحس تھوڑی ہی ہی بلکہ متن علوم مذکورہ بھی اسکے غیر ہین معنی یہ ہوئی کہ وہ چیز جو
علوم مذکورہ مین بیان ہوئی یا حس سی مدرک ہوئی پس اس تحقیق سی واضح ہوگیا کہ مرجع بلاغت کا بعض

مبتئین علوم مذکورہ مین ہوا اور بعض مدرک بالحس ہوا اب باقی رہین دو چیزین ایک احتراز عن الخطاء
تادیہ معنی مراد مین اور دوسری احتراز تعقید معنوی سی لہذا حاجت پڑی دو علمون کی اول کیلئے علم المعانی
اور ثانی کیواسطے علم البیان کی چنانچہ عبارت مصنف علیہ الرحمہ کی جو آگے آتی ہی اس ہی کیطرف اشارہ
ہی وَمَا یُحْتَرَزُ بِهٖ عَنِ الْاَوَّلِ عِلْمُ الْمَعَانِیْ وَمَا یُحْتَرَزُ بِهٖ عَنِ التَّعْقِیْدِ الْمَعْنَوِیِّ عِلْمُ الْبَیَانِ اور
بذریعہ علم معانی کے اول سی احتراز ہوتا ہی یعنے معنی مطلوب کی ادا مین خطا سے بچتا ہی اور علم بیان
کیواسطے سی تعقید معنوی سی بچتا ہی جاننا چاہیے کہ اہل عربیہ نے ان دونون علمونکا نام علم بلاغت رکھا ہی
اسکی وجہ یہ ہی کہ ان دونون کو بلاغت سی مزید اختصاص ہی کہ وہ اختصاص صرف ونحو ولغت
کیساتھ نہین ہی اگرچہ انکو بھی قدرے دخل ہی بلاغت مین لکون البلاغۃ متوقفۃ علیھا فی الجملۃ
اور اہل بلاغت کو جب احتیاج ہوئی دوسری علم کی طرف دربارہ معرفت توابع بلاغت کی تو اُسکے لئے
علم البدیع وضع کیا اُنھون نے جیسا آیندہ قول مین اشارہ کیا ہی مصنف نے اسکی طرف وَمَا یُعْرَفُ
بِهٖ وُجُوْهُ التَّحْسِیْنِ عِلْمُ الْبَدِیْعِ یعنے علم بدیع سی وجوہ تحسین کلام جانی جاتی ہین اور چونکہ یہ کتاب
مختصر علم بلاغت مین تھی اسلئے اسکا مقصود تین فنون مین منحصر ہوگیا۔ یعنی علم معانی وعلم بیان
وعلم بدیع وَکَثِیْرٌ یُسَمِّی الْجَمِیْعَ عِلْمَ الْبَیَانِ یعنے بہت سی لوگ تینونپر علم بیان کا اطلاق کرتے ہین
وَبَعْضُهُمْ یُسَمِّی الْاَوَّلَ عِلْمَ الْمَعَانِیْ وَالْاٰخِیْرَیْنِ عِلْمَ الْبَیَانِ وَالثَّلٰثَةَ عِلْمَ الْبَدِیْعِ **ترجمہ**
اور بعضے لوگ اوّل کو علم معانی اور اخیرین یعنے علم بیان وبدیع کو علم بیان اور تینون کو علم بدیع
کہتے ہین اور وجوہ مناسبت کی بالکل ظاہر ہین جو ذرا تامل سی ہر مبتدی سمجھ سکتا ہی وہ یہ کہ اول
مین بحث معانی مخصوصہ سی ہوتی ہی اور ثانی مین ایراد ہوتا ہی معنی واحد کا طرق مختلفہ مین باعتبار
وضوح وخفا کی اور ثالث متعلق ہوتا ہی امور بدیعہ واشیاء غریبہ سی آور ان سبکو بیان کہنے کیوجہ یہ ہی
کہ بیان کو بالمعنی لغوی سی تعلق ہی یعنے المنطق الفصیح المعرب عما فی الضمیر اور اخیرین کو علم بیان کہنی
کی وجہ بھی باعتبار معنی لغوی کی ظاہر ہی اور تینون کو بدیع کہنے کی وجہ یہ ہے لبداعۃ مباحثھا

ولطافة مسائلها وغرابة معانيها فافهم وکن من الشاکرین

الفن الاول علم المعانی

مقدم کیا مصنف علیہ الرحمہ نے معانی کو علم بیان سے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ علم معانی بمنزلہ مفرد کے ہے اور علم البیان بمنزلہ مرکب اور مفرد بالطبع مقدم ہوا کرتا ہے مرکب سے اسلیئے وضع مین بھی تقدیم مفرد کی اختیار کیگئی اور چونکہ رعایت مطابقت کی معتبر ہے علم بیان مین مع شیئے زائد لینے ایراد معنی واحد کا طرق مختلفہ مین مثلاً تشبیہ وکنایہ واستعارہ مین اسی واسطے علم معانی کو مقدم کیا علم بیان

سے فلذا کان احدهما بمنزلة الجزء والاخر وهو علم یعرف به احوال اللفظ العربی التی بها یطابق اللفظ مقتضی الحال علم کے چند معنی آئے ہین یقین ونفس مسائل وتصدیق بالمسائل وادراک وملکہ اور یہانپر معنی اخیر زیادہ انسب ہے اور نفس مسائل وقواعد معلومہ بھی لے سکتے ہین اور چونکہ معرفت کا استعمال جزئیات مین آتا ہے اسلیئے ماتن نے یعرف کہا ہے نہ یعلم اور لفظ عربی کی تخصیص اسواسطے کی کہ اسمین عربی کی بلاغت وفصاحت کا ذکر ہوگا تاکہ قرآن پاک جو کلام عربی ہے اسکی فصاحت وبلاغت معلوم ہو جائے جو کہ ہر فن کی غرض اصلی یہی ہے ورنہ فصاحت وبلاغت ہر زبان مین ضرور رہتی ہے جیسے دہلی ولکھنؤ کی زبان اسوقت ہندوستان مین مستند مانی جاتی ہے اور مراد احوال سے امور عارضہ للفظ ہین جیسے تعریف وتنکیر وتقدیم وتاخیر واثبات وحذف وقصر واطلاق وغیرہ اور التی یطابق الخ یہ قید احترازی ہے۔ اس سے وہ احوال لفظ خارج ہوگئے نہیں یہ حیثیت نہ پائی جاوے مثلاً اعلال وادغام ورفع ونصب وجر وصرف ومنع صرف وبناء وابدال وتسہیل ہمزہ وغیرہ کیونکہ اینپر تواصل معنی مراد موقوف ہے نہ رعایت مقتضی حال اور نیز اس قید سے محسنات بدیعیہ بھی خارج ہوگئین کیونکہ محسنات کا وجود توبعد رعایت مطابقت کے پایا جاتا ہے حالانکہ اس فن مین مقصود ہے نفس رعایت مطابقت جو اس فن کی بمنزلہ ذاتیات ہے والکل لاتحقق بدون الجزء اور التی الخ صفت اور احوال موصوف ہے لہذا یہ قید توصیفی مفید بمعنی حیثیت

ہوگی لہٰذا اسی قید سے علم بیان بھی خارج ہوگیا کیونکہ اس میں بحث احوال لفظ سے دوسری حیثیت
سے ہوتی ہے جو عنقریب فن بیان میں معلوم ہوگی اور احوال اسناد و مجاز عقلی و حقیقت عقلیہ یہ سب
بھی دراصل احوال لفظ ہی سے ہیں کیونکہ یہ ایسے اعتبارات ہیں جو نفس جملہ کیطرف راجع ہیں اور جملہ
از قبیل الفاظ ہے پس تعریف جامع و مانع ہوگئی ترجمہ علم معانی وہ ملکہ یا قواعد و اصول ہیں کہ جنکے
جاننے سے لفظ عربی کے جزئی و تشخصی احوال دریافت ہوتے ہیں بایں معنی کہ احوال لفظ کا کوئی فرد بھی
سامنے آئے تو فوراً اس علم کے ذریعہ سے معلوم ہوجائے اور یہ معنی نہیں ہیں اس معرفت کے کہ امور غیر
متناہیہ بالفعل حاصل ہوں ان وجود مالا نہایۃ لہ محال ہے اب گفتگو یہ کہ آیا مقتضے حال کیا چیز
ہے کسی نے کہا ہے کہ کیفیات مخصوصہ کا نام ہے یعنی تقدیم و تاخیر وغیرہ جو اوپر گذر چکی ہیں مگر یہ کسی
طرح درست نہیں کیونکہ احوال نام ہے امور عارضہ کا جیسے تقدیم وغیرہ اور اگر مقتضے حال بھی یہی
ہونگے تو مطابق اور مطابق کا متحد ہونا لازم آویگا جو کسیطرح جائز نہیں پس محقق امر یہ ہے کہ مقتضے
حال کہتے ہیں کلام کلی کو جو متکیف ہو کیفیت مخصوصہ کیساتھ چنانچہ اسکی طرف اشارہ ہے مفتاح العلوم
میں اور علامہ قطب الدین نے اسکی شرح میں جو انہوں نے لکھی ہے تصریح کردی ہے اور علامہ
تفتازانی نے اس بحث کو مطول میں نہایت بسط کیساتھ بیان کیا ہے اگر جی چاہے وہاں دیکھ لیجئے

وَیَنحَصِرُ فِی ثَمَانِیَۃِ اَبوَابٍ یعنی مقصد علم معانی کا منحصر ہے آٹھ بابوں میں بحذف مضاف ورنہ
مقدمہ و تعریف علم و بیان انحصار و تنبیہ کا اعتراض وارد ہوگا کہ یہ علاوہ آٹھ ابواب کے ہیں
اور جاننا چاہیے کہ انحصار کی دو قسمیں ہیں انحصار الکل فی الاجزاء و انحصار الکلی فی الجزئیات اور یہاں
اول مراد ہے کیونکہ کلی اپنے ہر فرد پر صادق آیا کرتی ہے اور علم بیان اپنے ہر باب پر نہیں صادق آتا جو خواص
قسم اول سے ہے پس الباب الاول علم المعانی یہ حمل درست نہیں ہے اَحوَالُ الاِسنَادِ الخَبَرِی وَاَحوَالُ
المُسنَدِ اِلَیہِ وَاَحوَالُ المُسنَدِ وَاَحوَالُ مُتَعَلِّقَاتِ الفِعلِ وَالقَصرُ وَالاِنشَاءُ وَالفَصلُ
وَالوَصلُ وَالاِیجَازُ وَالاِطنَابُ وَالمُسَاوَاۃُ یعنی باب اول اسناد خبری اور باب دوم احوال مسند الیہ

اور باب سوم احوال مسند اور باب چہارم احوال متعلقات فعل اور باب پنجم بحث قصر اور باب ششم بحث انشا اور باب ہفتم فصل و وصل و باب ہشتم ایجاز و اطناب و مساوات کی بیان مین اور ہر ایک قسم کی تعریف شروع بحث مین بیان ہوگی آب آگی مصنف علیہ الرحمہ وجہ حصر بیان کرنا چاہتے ہین انحصر الابواب مین پس لاتی مین جار مجرور ظرف لغو متعلق ہی انحصر کیساتھ و (ف) حصر کے سات اقسام ہین حصر عقلی حصر استقرائی حصر قطعی حصر شرعی حصر جعلی حصر اضافی حصر حقیقی پس حصر عقلی وہ ہی کہ دائر ہو درمیان نفی و اثبات کا اور عقل مجوز للمقسم الآخر نہو جیسے حصر کلمہ اقسام ثلاثہ مین اور استقرائی وہ ہی کہ ایسا ہو جیسا انحصار ثلاثی مجرد کا چھ ابواب مین اور قطعی وہ ہی کہ جسمین امتناع قسم آخر کا مستفاد دلیل سے ہو جیسے العدد اما زوج او فرد اور شرعی وہ ہی جو شارع علیہ السلام نے فرمایا ہو جیسے چار رکعت نماز ظہر و عصر وغیرہ اور جعلی وہ ہی جو ذہن فارض اعتبار معتبر پر موقوف ہو جیسے کوئی کہے کہ ہندوستان مین تین منطقی ہین یا دس مولوی ہین یا دو ادیب ہین وغیرہ وغیرہ اور اضافی وہ ہی جو بالنسبۃ الی البعض ہو جیسے اول ما خلق اللہ العقل جا لانکہ تخلیق نور نبینا علیہ السلام سب سے مقدم ہی اور حقیقی وہ ہی کہ کل چیزون کے اعتبار سے ہو جیسے علم خداوند کا تعلق جملہ اشیا سے بغیر استثنا شی دون شی اور یہانپر حصر استقرائی ہی لِاَنَّ الکَلَامَ اِمَّا خَبَرٌ اَوْ اِنْشَاءٌ یعنی کلام دو حال سے خالی نہوگا یا خبر ہوگی یا انشا لِاَنَّہٗ اِنْ کَانَ لِنِسْبَتِہٖ خَارِجٌ تُطَابِقُہٗ اَوْ لَا تُطَابِقُہٗ فَخَبَرٌ وَ اِلَّا فَاِنْشَاءٌ وجہ حصر کلام کی دو قسمون یعنی خبر و انشا مین یہ ہی کہ وہ کلام ضرور نسبت تامہ قائمہ بنفس المتکلم پر شامل ہوگی اور نسبت اسکو کہتے ہین کہ تعلق احد الشیئین کا شی آخر سے اس حیثیت سے ہو کہ سکوت متکلم کا اسپر صحیح ہو یعنی مخاطب کو فائدہ تامہ حاصل ہو اور اس مقام مین نسبت کی تفسیر ایقاع المحکوم بہ علی المحکوم علیہ و سلبہ عنہ کرنا بالکل خطا ہے کیونکہ نسبت بہذا التفسیر کلام انشا کی نسبت کو شامل نہین بلکہ کلام خبری پر صرف صادق آتی ہی لہذا اس بناپر تقسیم کلام الی الخبری والانشائی درست نہوگی یعنی نسبت کلام کیلئے اگر امر خارج ہوا زمنہ ثلاثہ مین کہ وہ نسبت امر واقع کی مطابق ہو اور معنی مطابقت کے یہ ہین کہ دونون ثبوتی ہون یا دونون سلبی یا غیر مطابق ہون آپس مین

امر خارج اور نسبت اور معنی عدم مطابقت کر یہ ہین کہ نسبت مفہومہ من الکلام ثبوتیہ ہو اور نسبت واقعہ فی نفس الامر سلبیہ ہو یا بالعکس پس ان دونون صورتون مین کلام خبری ہوگی اور اگر ایسا نہو تو کلام انشائی اور نسبت واقعیہ نفس الامریہ کو نسبت خارجیہ بھی کہتے ہین یعنی مع قطع النظر عن الذہن نہ نسبت فی الحقیقت خارج مین نہین پائی جاتی بلکہ نفس متکلم کیساتھ قائم ہوتی ہے جیسے اوپر گذراہے

وَالْخَبَرُ لَابُدَّ لَهٗ مِنْ مُسْنَدٍ اِلَيْهِ وَمُسْنَدٍ وَاِسْنَادٍ وَالْمُسْنَدُ قَدْ يَكُوْنُ لَهٗ مُتَعَلِّقَاتٌ اِذَا كَانَ فِعْلًا اَوْ فِيْ مَعْنَاهُ یعنے خبر کیلئے ضروری ہے مسند الیہ اور مسند اور اسناد اور نیز مسند کیلئے کبھی متعلقات ہوتے ہین جبکہ مسند فعل یا معنی فعل ہو اور معنی فعل مین یہ امور شمار ہین جیسے مصدر و اسم فاعل و اسم مفعول و ظرف و اسم تفضیل جاننا چاہیئے کہ مصنف علیہ الرحمہ نے نامعلوم خبر کی تخصیص کیون کی کیونکہ امور مذکورہ جیسے خبر مین پائی جاتے ہین ایسا ہی انشائی مین بھی پائی جاتے ہین فلا وجہ لتخصیصہ اقول لعل وجہا یکون عند المصنف لست اعلمہ وَكُلٌّ مِنَ الْاِسْنَادِ وَالتَّعَلُّقِ اِمَّا بِقَصْرٍ وَبِغَيْرِ قَصْرٍ وَكُلُّ جُمْلَةٍ قُرِنَتْ بِاُخْرٰى اِمَّا مَعْطُوْفَةٌ عَلَيْهَا اَوْ غَيْرُ مَعْطُوْفَةٍ وَالْكَلَامُ اِمَّا زَائِدٌ عَلٰى اَصْلِ الْمُرَادِ لِفَائِدَةٍ اَوْ غَيْرُ زَائِدٍ اور ہر ایک اسناد اور تعلق سے قصر کیساتھ ہوگا یا بغیر قصر کے اور نیز ہر ایک جملہ مقرونہ بالاخری معطوفہ ہوگا یا غیر معطوفہ اور نیز کلام بلیغ زائد علے اصل المراد لفائدہ ہوگا یا نہ اور فائدہ کی قید لگانے سے احتراز ہوگیا تطویل سے کیونکہ تطویل لا لفائدہ ہوتی ہے اور علاوہ اسکے اس قید کی بھی حاجت نہ تھی جب کلام کو بلیغ کیساتھ مقید کردیا گیا لان مالافائدة فیہ لایکون بلیغا اور مصنف نے اس عبارت مین جو کچھ کہ بیان کیا ہے وہ بالکل ظاہر اور واضح ہے مگر اس بیان مین کوئی فائدہ بظاہر معلوم نہین ہوتا اسلئے کہ جملہ امور مذکورہ قصر و فصل و وصل و ایجاز مع المقابلین یہ سب احوال جملہ یا مسند الیہ یا مسند مین سے ہین جیسے تاکید و تقدیم و تاخیر و تعریف و تنکیر لہذا مصنف علیہ الرحمہ پر واجب تھا کہ وہ افراد کا سبب بیان کرتے اور ابواب بر اسھا لانیکی وجہ تحریر کرتے مگر انہون نے اسکی طرف تعرض نہین کیا

البتہ علامہ تفتازانی نے مطول میں افراد ابواب کا سبب فالاقرب کہکر بیان کیا وہاں ملاحظہ کیجئے کیونکہ ہر باب کے علیحدہ علیحدہ ہونے کی وجہ مسطور ہے۔

تنبیہ

چونکہ تفسیر صدق وکذب کیطرف ماسبق میں قدرے اشارہ ہوچکا تھا مصنف کی اس عبارت تطابقہ ولاتطابقہ میں اسواسطے عنوان تنبیہ فرمایا کیونکہ مذکور اجمالی کیلئے تنبیہ مناسب ہوتی ہے اور جاننا چاہئے کہ صدق وکذب کی تفسیر میں تین مذہب ہیں مذہب اول جمہور مذہب دوم نظام معتزلی مذہب سوم جاحظ اور باوجود اختلاف مذکور کے اس امر میں اول دونوں متفق ہیں کہ الخبر منحصر فی الصدق والکذب بخلاف جاحظ کے کیونکہ وہ واسطہ مانتے ہیں صدق وکذب کے درمیان جیسے عنقریب آگے آتا ہے چنانچہ مصنف نے ہر ایک کی تفسیر بیان فرمائی اور مذہب منصور کو اول ذکر کیا ولم یتعرض بالرد علیہ کما ردعلی الآخرین صدق الخبر مطابقتہ للواقع وکذبہ عدمہا یعنی خبر کا مطابق للواقع ہونے کو صدق اور عدم مطابقت للواقع کو کذب کہتے ہیں اور خبر کا مطابق یا غیر مطابق ہونا در اصل حکم کے اعتبار سے ہوتا ہے لہذا مطابقتہ کا مضاف الیہ یعنی حکم محذوف منوی ہوگا پس خلاصہ تحقیق یہ ہوا کہ کلام خبری میں علاوہ نسبت فی الذہن اور نسبت فی الکلام کے ایک نسبت فی الواقع ہے جسکو نسبت خارجیہ بھی کہتے ہیں جب وہ نسبت مفہومہ من الکلام اس نسبت خارجیہ واقعیہ کے مطابق ہو تو صادق کہینگے ورنہ کاذب اور معنی مطابقت کے یہ ہیں کہ وہ دونوں نسبتیں ثبوتی ہوں یا دونوں سلبی اور عدم مطابقت اسکا بالعکس یعنی ایک ثبوتیہ ہو اور دوسری سلبیہ وقیل مطابقتہ لاعتقاد المخبر ولو خطاء وعدمہا بالعکس اور نظام معتزلی کہتے ہیں کہ صدق خبر کے یہ معنی ہیں کہ خبر اعتقاد مخبر کے مطابق ہو اگرچہ وہ اعتقاد فی الواقع خطا ہی کیوں نہو یعنی غیر مطابق للواقع ہو اور کذب خبر اسکے بالعکس ہے ف ولو میں واو حالیہ ہے یا اعتراضیہ اور خطاء خبر ہے کان محذوف کی لیکن لو کے بعد اور کان کا حذف بعد لو کے اکثری ہے جیسے اطلبوا العلم ولو بالصین پس نظام کی تفسیر کی بناء پر اگر کوئی

شخص یون کہے السماء تحتنا والارض فوقنا اور ظاہری مفہوم قضیہ مقولہ کا اعتقاد بھی ہو تو کلام صادق
ہوگا اور اگر یون کہے السماء فوقنا بغیر اعتقاد کے تو یہ کلام اسکے نزدیک کاذب ہوگا اور مراد اعتقاد سے اسجگہ
پر حکم ذہنی ہے خواہ جازم ہو یا راجح پس یہ تعریف شامل ہو جاویگی خبر معلوم اور خبر مظنون کو ورنہ اگر
اعتقاد بالمعنے المشہور لیا جاوے تو خبر مظنون وغیرہ تعریف سے خارج ہو جاویگی کیونکہ علم جزم غیر قابل
للتشکیک اور اعتقاد بالمعنی المشہور جزم قابل للتشکیک اور ظن جانب راجح کو کہتے ہین اور اعتقاد
بالمعنے العام جب لیا گیا تو یہ شبہہ دور ہو جاویگا البتہ خبر مشکوک کا اشکال باقی رہجاتا ہے لعدم الاعتقاد
فیہ لہذا واسطہ ثابت ہوتا ہے درمیان صدق اور کذب کے حالانکہ نظام اسکا قائل نہین مگر جواب اسکا
یہ ہوسکتا ہے اگرچہ وہ کسی قدر ضعیف ہے وہ یہ کہ شک کی خبر کاذب ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ جب اعتقاد منتفی
ہوگیا تو وہان پر عدم مطابقۃ الاعتقاد صادق آویگا کیونکہ قضیہ سالبہ وجود موضوع کو نہین چاہتا یعنی
اصلا اعتقاد ہی سرے سے نہو یا اعتقاد تو ہو مگر مطابقت نپائی جاوے اب گفتگو یہین ہے کہ آیا کلام مشکوک
خبر بھی ہے یا نہین اسکی تفصیل مطول مین مذکور ہے جسکا مختصر حاصل یہ ہے کہ وہ خبر ضرور ہے اگرچہ متکلم شک
کے ساتھ جملہ خبریہ کو تلفظ کرے جیسے زید فی الدار دلیل اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ نظام اپنی تعریف
کی صحت پر دلیل پیش کرتے ہین اللہ تعالی کے قول کو پوری آیت یون ہے اِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ
قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ
یعنی جب منافقین آپکی خدمت مین حاضر ہوتی ہین تو یون کہتے ہین کہ ہم گواہی دیتے ہین کہ آپ ضرور اللہ
کے رسول ہین اور حال یہ ہے کہ اللہ تعالی تو خوب جانتے ہین کہ آپ یقینا رسول ہین اور اللہ تعالے
بھی اسبات کی گواہی دیتا ہے کہ وہ منافقین اپنے قول مین یقینا کاذب ہین یعنی انک لرسول اللہ
کہتے ہین کیونکہ یہ قول انکے اعتقاد کے خلاف ہے وان کان مطابقا للواقع چونکہ تعریفات دعاوی ضمنیہ
پر شامل ہوتی ہین یعنے ہذا التعریف جامع مانع اسلئے لفظ دلیل یہانپر اختیار کیا گیا ہے جو لوازمات تصدیق
مین سے ہے فلا اشکال ورد بان المعنے لکاذبون فی الشہادۃ او فی تسمیتہا او فی المشہود بہ فی زعمہم

یعنی رد کیا گیا ہے استدلال نظام کا تین وجہون سے اول یہ کہ وہ کاذب ہین نفس شہادت مین اور ادعا مواطاۃ مین یعنی جملہ نشہد مین کیونکہ یہ شہادت متضمن ہے خبر کاذب غیر مطابق للواقع کو جسکا مطلب یہ ہوا کہ یہ شہادت صمیم قلب اور خلوص اعتقاد سے نہین حالانکہ شہادت کیلئے یہ ضروری امر تھا اور ان و لام و جملہ اسمیہ کا لانا اس دعوی کا بین ثبوت ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ تسمیۃ الشہادۃ مین کاذب ہین یعنی اپنے اخبار کو شہادت سے موسوم کرنیمین جھوٹے ہین لان الشہادۃ ماتکون علی وفق الاعتقاد ف تسمیہ مصدر متعدی دو مفعول چاہتی ہے اور مفعول اول محذوف ہے اور دوم مضاف الیہ ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ مشہود بہ یعنی اِنَّکَ لَرَسُولُ اللّٰہِ مین کاذب ہین لیکن یہ فی الواقع نہین بلکہ ان کے زعم فاسد اور اعتقاد باطل کے خیال سے وجہ اسکی یہ ہے کہ ان کا اعتقاد ہے کہ یہ خبر غیر مطابق للواقع ہے لہذا انکے اعتقاد مین یہ خبر کاذب ہوئی اگرچہ واقع و نفس الامر مین بالکل صادق ہے گویا یون ہوا انکے زعم کے اعتبار سے انھم لکاذبون فی ھذا الخبر الصادق اور جب مشہود بہ مین کذب انکے زعم کے اعتبار سے ہوا تو معلوم ہوا کہ عدم مطابقت للواقع کیوجہ سے وہ کاذب ہین نہ عدم مطابقۃ الاعتقاد کے لحاظ سے اسکو خوب سمجھ لینا چاہیئے تاکہ یہ وہم نہ پیدا ہو کہ اسمین تو مذہب نظام کا تسلیم ہونا پایا جاتا ہے یعنی صدق اور کذب کا رجوع الی الاعتقاد ہے خلاصہ یہ ہے کہ عدم المطابقۃ للاعتقاد ایک شی ہے اور عدم المطابقۃ للواقع فی الاعتقاد شے آخر ہے یعنی اول قول مین اعتقاد مطابَق بصیغہ اسم مفعول اور ثانی قول مین اعتقاد ظرف ہے مطابقت کا اور واقع مطابَق ہے بصیغہ اسم مفعول چونکہ اکثر طلبہ کو اس فرق کے سمجھنے مین دقت واقع ہوتی ہے اسلئے واضح کر دیا گیا تاکہ سہواً ہی امتحان مین ناکامیاب نہون اور مطول مین ایک جواب اور دیا گیا ہے۔ یہ کہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف مین روایت ہے کہ ایک غزوہ مین ابی ابن سلول رأس المنافقین نے اپنے احباب سے یہ کہا کہ اصحاب محمد صلعم پر مت خرچ کرو تاکہ خود تتر بتر ہو جائین اور مدینہ طیبہ مین جاکر ہم انکو نکالدینگے اور مین نے اس واقعہ کو اپنے چچا سے بیان کیا اور انھون نے حضور کی خدمت باعظمت مین عرض کیا آپ نے مجکو طلب فرمایا مین نے صحیح صحیح واقعہ بتا دیا اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

ابی ابن سلول کو مع اصحاب طلب کیا تو اس نے حلفیہ انکار کر دیا کہ ہمنے نہین کہا پس اسوجہ سے
مجکو حضور کے سامنے بہت خجالت وندامت ہوئی اور مین اپنے گھر مین رنج وملال کیوجہ سے بیٹھ رہا چنانچہ
یہ آیت مذکورہ بالا نازل ہوئی اور آنحضرت نے فرمایا کہ اِنَّ اللہَ صَدَّقَکَ یَا زَیْدُ اَلْجَاحِظُ مُطَابَقَتُہٗ
مَعَ الْاِعْتِقَادِ وَعَدَمُ مُطَابَقَتِہٖ مَعَہٗ وَغَیْرُھُمَا لَیْسَ بِصِدْقٍ وَّلَا کِذْبٍ کہا جاحظ نے کہ معنی صدق
خبر کے یہ ہین کہ مطابق ہونا خبر کا واقع کے مع اعتقاد مطابقت کے اور کذب کے معنی یہ ہین عدم مطابقت
خبر للواقع مع اعتقاد عدم مطابقت کے اوران دو قسمون کے غیر کو نہ صدق کہینگے نہ کذب پس تفسیر
جاحظ کی بناپر واسطہ بین الصدق والکذب ثابت ہوگا اور وہ واسطہ کے قائل بھی ہین
اور جاحظ نے جو صدق وکذب کی تفسیر کی ہے تفسیر متن سابقین کی نسبت سے اخص ہے کیونکہ اس تفسیر
مین دو قید ماخوذ ہین یعنی واقع واعتقاد دونکا مطابق یا غیر مطابق ہونا لان المقید بقیدین
یکون اخص من المقید باحد القیدین اور اس عبارت مین احتمالات ستہ ہین ایک مین صدق اور
ایک مین کذب پایا جاتا ہے اور چار بقیہ مین نہ صدق ہے نہ کذب جہان مطابقت واقع و
اعتقاد دونون کی ہوگی وہ صدق ہے اور جہان عدم مطابقت واقع ہے اور اعتقاد بھی عدم
مطابقت کا ہو تو وہ کذب ہے اب یہان پر ایک وہم پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ جاحظ کے نزدیک صدق یہ ہے
کہ مطابقۃ الوقع والاعتقاد جمیعًا اور کذب کے معنی یہ ہین عدم مطابقۃ شئ منہما اور متن کی عبارت سے
صرف مطابقت یا عدم مطابقت للاعتقاد مفہوم ہوتی ہے نہ دونون پس جواب یہ ہے کہ جب خبر مطابق ہوئی
واقع کو اور واقع مطابق ہوا اعتقاد کو تو خبر مطابق ہوگی دونونکو لان الموافق للموافق لشئ موافق
لذالک الشئ وان المخالف للموافق لشئ مخالف لذالک الشئ اب آگے جاحظ ثبوت واسطے کی دلیل
بیان کرتے ہین اَفْتَرٰی عَلَی اللہِ کَذِبًا اَمْ بِہٖ جِنَّۃٌ اِنَّ الْمُرَادَ بِالثَّانِی غَیْرُ الْکِذْبِ لِاَنَّہٗ قَسِیْمُہٗ وَغَیْرُ الصِّدْقِ
لِاَنَّھُمْ لَمْ یَعْتَقِدُوْہُ وَ اَفْتَرٰی مین ہمزہ موجودہ مفتوحہ استفہام کا ہے اور ہمزہ وصلی مکسورہ باب کا بوجہ درج کلام کے
گر گیا ہے اور ثانی سے مراد اخبار حال الجنہ ہے نہ لفظ ام بہ جنۃ جیسا بہ ظاہر متوہم ہوتا ہے کیونکہ جنونی حالت

از قبیل اخبار نہین ہے جاننا چاہیے کہ کفار نے آنحضرت صلعم کے جملہ اخبار کو جو حشر و نشر کے متعلق فرماتے تھے دو امر مین حصر کر دیا تھا ایک افترا اور دوسری خبر حالت جنون کی علی سبیل منع الخلو چنانچہ اس حصر کی دلیل خود قرآن پاک سے مفہوم ہوتی ہے اذا مزقتم کل ممزق انکم لفی خلق جدید یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا تو افترا کذب کرتے ہین یا جنون کی حالت مین خبر دیتے ہین (العیاذ باللہ) اور جنون کی حالت مین جو خبر دیتے ہین وہ کذب تو ہو نہین سکتی کیونکہ وہ قسیم ہے کذب کا معنی یہ ہوئے اکذب ام اخبر حال الجنۃ والقسیم جبان یکون غیرہ اور صدق بھی نہین بن سکتی کیونکہ کفار کو صدق آنحضرت صلعم کا اعتقاد نہ تھا اور جاننا چاہیے کہ مصنف نے لم یعتقدوہ کو دلیل بنایا ہے لم یریدوا الصدق کا اور لم یریدوا الصدق دلیل ہے غیر الصدق کی پس یہ اعتراض وارد ہوگا انہ لا یلزم من عدم اعتقاد الصدق عدم الصدق فی الواقع اگر مصنف یون کہتے لانھم اعتقدوا عدم صدقہ تو البتہ مطلب زیادہ صاف ہوتا ہے حاصل خبر حالت جنون مین جب کفار کے نزدیک نہ صدق ہوئی نہ کذب باوجود عقلاء اور اہل لسان ہونیکے تو لا محالہ ایک خبر ایسی ہوئی جو نہ صادق ہے نہ کاذب لہذا واسطہ ثابت ہوگیا فہو المطلوب وقد رد بان المعنی ام لم یفتر فعبر عنہ بالجنۃ لان المجنون لا افتراء لہ اور رد کیا گیا ہے یہ استدلال بایں طور کہ معنی ام بہ جنۃ کے لم یفتر کے ہین پس تعبیر کیا گیا عدم الافترا کو جنہ کیساتھ اور وجہ تعبیر کی یہ ہوئی کہ مجنون شخص کیلئے افترا ہوتا نہین لان الافتراء الکذب عن عمد ولا عمد للمجنون لہذا اخبار جنون مطلق کذب کی قسیم نہ ٹھیری بلکہ اخص من الکذب کی قسیم قرار پائی یعنی افترا کی پس انکے زعم کے لحاظ سے خبر کاذب کا حصر ہوا دو نوع مین یعنی کذب عمدی اور کذب غیر عمدی مین اب احوال و عوارض کا بیان شروع ہوتا ہے۔ اور تقدیم احوال اسناد خبری کیوجہ آگے بیان ہوتی ہے۔

احوال الاسناد الخبری

اسناد کہتے ہین ملانا کلمہ یا جاری مجری کلمہ کو دوسرے کلمہ سے اس طرح کہ مخاطب کو معلوم ہو جاوے کہ ایک کا مفہوم دوسرے کے مفہوم کیلئے ثابت ہے یا منفی اور مقدم لائے مصنف بحث خبر کو انشا پر کیونکہ اسمین

فائدہ عام ہے اور اسکی شان عظیم ہے اسوجہ سے کہ اسمین صور کثیرہ اور صناعات عجیبہ پائی جاتی ہین اور دوسری وجہ یہ ہے لکونہ اصلاً فی الکلام اور نیز انشا حاصل ہوتی ہے اشتقاق یا نقل یا زیادت آدات سے جیسے امر ونہی اور نعم وعسے ولعت واشتریت اور استفہام وتمنی اور نیز مقدم لائے احوال اسناد کو احوال مسند الیہ اور مسند سے حالانکہ نسبت اپنی تحقق مین متاخرہ ہے طرفین سے وجہ اسکی یہ ہے کہ علم معانی مین بحث ہوتی ہے اسی لفظ سے جو موصوف ہو مسند یا مسند الیہ ہونیکے ساتھ اور یہ وصف لامحالہ متحقق ہوگا بعد تحقق اسناد کے اور نسبت سے مقدم ذات طرفین ہے من حیث الذات نہ باعتبار وصف اور ذات طرفین سے ہمکو کوئی بحث نہین فثبت ان النسبۃ متاخرۃ من وجہ ومتقدمۃ من وجہ فلا محذور فیہ

لاشک ان قصد المخبر بخبرہ افادۃ المخاطب اما الحکم او کونہ عالما بہ اسمین شک نہین کہ مخبر کا قصد اپنی خبر سے افادہ مخاطب ہوتا ہے یا تو نفس حکم جتانا مطلوب ہوتا ہے یا اپنا عالم ہونا حکم کیساتھ اور مخبر کے معنی اخبار واعلام بالمعنی اللغوی مراد ہے اور جملہ خبریہ کا تلفظ کرنا یہان مراد نہین ہے کیونکہ جملہ خبریہ ان دونون غرضون کے سوا اور اغراض کیلئے بھی لایا جاتا ہے مثلاً حزن وتحسر جیسے حضرت عمران کی بیوی کی حکایت مین رب انی وضعتہا انثی اور دعا وغیرہ مین بخبرہ متعلق ہے قصد کیساتھ اور افادۃ المخاطب خبر ہے ان کی اور الحکم مفعول بہ ہے افادہ کا حکم کئی معنی آتے ہین نسبتہ امر الی آخر ایجاباً او سلباً۔ ادراک وقوع النسبۃ اولا وقوعہا خطاب اللہ المتعلق بافعال المکلفین اقتضاءً او تخییراً المحکوم بہ والاثر المترتب علی الشیٔ۔ خاصۃ الشیٔ یطلق الوقوع اولا الوقوع اور یہان پر مراد معنی اخیر ہے اور مخبر کا حکم مقصود ہونیسے یہ کوئی لازم نہین کہ حکم واقع مین بھی تحقق ہو چنانچہ یہی مراد اس شخص کی ہے جسنے یہ کہا ہے ان الخبر لا یدل علی ثبوت المعنی اور انتفائہ ورنہ زید قائم کا مفہوم و مدلول ظاہری اسکے سوا کوئی نہین ہے کہ القیام ثابت لزید رہا عدم ثبوت تو وہ محض احتمال عقلی ہے نہ مدلول لفظ پس ثابت ہوا کہ جملہ خبرون کا مفہوم صدق ہے اور کذب محض احتمال عقلی ہے اب الخبر یحتمل الصدق والکذب کا مطلب بھی صاف ہو گیا یسمی الاول فائدۃ الخبر والثانی

لَازِمھا یعنی اول کو فائدۃ الخبر کہتے ہین اور ثانی کو لازم فائدۃ الخبر اور وجہ لزوم یہ ہو کہ کلام سے جب
الحکم معلوم ہوگا تو عالم ہونا بھی معلوم ہو جائیگا اور نہ بر عکس کیونکہ ممکن ہو کہ نفس حکم اخبار سے پہلے ہی
معلوم ہو جیسے حافظ تورات سے کہین حفظت التوراۃ اب یہان پر یہ شبہ پیدا ہوتا ہو کہ جب وہ حکم
مخاطب کو پہلے ہی سے معلوم ہو تو اسے فائدۃ الخبر کہنا درست نہین تو جواب اسکا یہ ہو کہ من شانہ
ان یقصد بالخبر ویستفاد منہ یعنے شان خبر سے ہو اگرچہ بالفعل نہین اور عالم بالحکم کے یہ معنی ہین کہ صورت
حکم حاصل ہو ذہن متکلم مین خواہ سامع کو اسکا علم ہو یا نہ علامہ تفتازانیؒ نے اس بحث کو مطول مین
بسط سے بیان کیا ہو اگر جی چاہے تو وہان دیکھ لیجیے وَقَدْ یُنَزَّلُ الْمُخَاطَبُ الْعَالِمُ بِهِمَا مَنْزِلَةَ
الْجَاهِلِ لِعَدَمِ جَرْیِهٖ عَلٰی مُوْجَبِ الْعِلْمِ اور کبھی جاہل کیطرح فرض کیا جاتا ہو مخاطب عالم کو
بوجہ بے عمل ہونیکے جو شان علم سے بعید ہو آپ اُس سے ایسی بات کرینگے جیسے جاہل سے خبر سے کیونکہ اسمین
اور جاہل مین کیا فرق ہو جبکہ اسنے مقتضی علم کے موافق عمل نہ کیا پس عالم تارک الصلوٰۃ سے
یون کہا جاویگا الصلوٰۃ واجبۃ جاننا چاہیے کہ یہ تنزیل مذکور کثیر ہو کلام عرب مین بوجہ اعتبارات
خطابیہ کے جیسے اللہ تعالیٰ کے اس قول مین وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰهُ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ
مِنْ خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖ اَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ اول آیت سے اہل کتاب
کا عالم ہونا ثابت ہوا اور آخر آیت مین نفی علم کی ہوئی بوجہ بے عمل ہونیکے اور نیز تنزیل وجود
الشئی منزلہ عدم بھی کثیر ہو جیسے اللہ تعالیٰ کے اس قول مین وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ رمی
متحقق کو عدم الرمی فرض کیا گیا بلکہ اس رمی کو اپنی طرف منسوب فرمایا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى فَیَنْبَغِیْ اَنْ
یَقْتَصِرَ مِنَ التَّرْكِیْبِ عَلٰى قَدْرِ الْحَاجَةِ فا تفریعیہ ای اذا کان الامر کذالک یعنی جب مخبر
کا قصد اپنی خبر سے افادہ مخاطب ٹھیرا تو مناسب ہو کہ بقدر حاجت کے ترکیب کلام پر اقتصار کرنا
چاہیے حذرًا عن اللغو آپ آگے اقتصار علی الحاجت کی تفصیل ہو فَاِنْ كَانَ الْمُخَاطَبُ خَالِیَ
الذِّهْنِ مِنَ الْحُكْمِ وَالتَّرَدُّدِ فِیْهِ اسْتُغْنِیَ پس اگر مخاطب خالی الذہن ہو حکم اور تردد فی الحکم

سے تو اس صورت مین استغنا رہوگی موکدات حکم سے الحکم بمعنے وقوع النسبتہ یا لاوقوع النسبتہ کے ہے
اور فیہ مین ضمیر راجع ہے حکم کیطرف بمعنی ان النسبتہ پس یہی واقعہ ام لا بطریق استخدام عنقریب فن ثالث
مین اسکی تعریف معلوم ہوگی اب اس تاویل سے مندفع ہوجاویگا اعتراض معترض کا وہ یہ ہے ان الخلو
عن الحکم یستلزم الخلو عن التردد فیہ فلا حاجۃ الی ذکرہ بلکہ امر محقق یہ ہے کہ حکم اور تردد فی الحکم دونون
متنافی ہین لہذا ایک کا خلو دوسرے کے خلو کو مستلزم نہوگا اور استغنے فعل مجہول اور نایب فاعل اسکا مصدر ہے
بتاویل مشہور بین النحاۃ ای حصل الاستغناء اور موکدات سے استغنا کیوجہ یہ ہے کہ جب ذہن خالی ہوگا
تو حکم ذہن مین خوب اگر تمکن اور راسخ ہوجاویگا اور موکدات یہ امور ہین۔ اِنَّ ولام تاکید واسمیۃ الجملۃ وتکریر
الجملہ ودونون نون تاکید واما شرطیہ ودونون حرف تنبیہ وقسم وغیرہ وَاِنْ کَانَ مُتَرَدِّدًا فِیہِ طَالِبًا لَہٗ حَسُنَ
تَقْوِیَتُہٗ بِمُؤَکِّدٍ اور اگر حکم مین تردد اور طالب ہو تو تقویت حکم بالموکد مستحسن ہے نہ واجب لیزول التردد
وتمکن الحکم اور دلائل الاعجاز مین مذکور ہے کہ حُسن تاکید جب ہے کہ مخاطب کو ظن خلاف حکم کا ہو وَاِنْ کَانَ
مُنْکِرًا لِلْحُکْمِ وَجَبَ تَوْکِیْدُہٗ بِحَسَبِ الْاِنْکَارِ اور اگر مخاطب حکم کا منکر ہو تو تاکید بحسب الانکار واجب ہے لان
زیادۃ التاکید یکون علی وفق ازدیاد الانکار کَمَا قَالَ اللہُ تعالیٰ حِکَایَۃً عَنْ رُسُلِ عِیْسٰی عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِمُ السَّلَامُ
اِذْ کُذِّبُوْا فِی الْمَرَّۃِ الْاُوْلٰی جیسا اللہ تعالیٰ نے رسل عیسیٰ کی حکایت فرمائی جبکہ انکی تکذیب پہلی دفعہ ہوئی اِنَّا
اِلَیْکُمْ مُرْسَلُوْنَ اسمین اِنَّ وجملہ اسمیہ سے تاکید ہوئی یعنی ہم ضرور ہی بھیجے گئے ہین تمہاری طرف وَفِی الْمَرَّۃِ
الثَّانِیَۃِ رَبُّنَا یَعْلَمُ اِنَّا اِلَیْکُمْ لَمُرْسَلُوْنَ یعنے دوسری مرتبہ مین تاکید زائد کردیگئی اِنَّ۔ وقسم ولام وجملہ
اسمیہ کیساتھ یعنی خدا جانتا ہے ہم ضرور بالضرور تمہاری طرف بھیجے گئے ہین لمبالغۃ المخاطبین فی الانکار
کیونکہ وہ یون کہتے تھے مَا اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَا اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَکْذِبُوْنَ
چونکہ رسالت وبشریت مین بزعم خود تنافی سمجھتے تھے اسلئے اسقدر انکار تھا اور کُذِّبُوا کا جمع لانا اسپر مبنی
ہے کہ تکذیب اثنین بعینہ تکذیب ثلثہ ہے ورنہ پہلے مرتبہ تو دوہی رسول عیسیٰ کے انکی طرف گئے تھے کما یدل
قولہ تعالیٰ اِذْ اَرْسَلْنَا اِلَیْہِمُ اثْنَیْنِ اب تینون اقسام کے نام بتلاتے ہین اصطلاحًا فیسمّے الضرب الاول

اِبْتِدَائِیًّا وَالثَّانِیْ طَلَبِیًّا وَالثَّالِثُ اِنْکَارِیًّا یعنے قسم اول کو ابتدائی اور ثانی کو طلبی اور ثالث کو
انکاری کہتے ہین - وَیُسَمّٰی اِخْرَاجُ الْکَلَامِ عَلَیْھَا اِخْرَاجًا عَلٰی مُقْتَضَی الظَّاھِرِ یعنے کلام کا وجوہ ثلثہ
مذکورہ کے موافق لانیکو اخراج علی مقتضی الظاہر کہتے ہین اور مقتضی الظاہر اخص ہے مقتضی الحال سے
کیونکہ معنی مقتضی الظاہر کے مقتضی ظاہر الحال کے ہین پس ہر مقتضی الظاہر مقتضی الحال ہوگا نہ عکس یعنی
جس صورت مین اخراج کلام خلاف مقتضی الظاہر ہوگا تو وہان پر مقتضی الحال تو صادق آئیگا مگر مقتضی
الظاہر نہ صادق ہوگا اب خلاف مقتضی الظاہر کو بیان کرنا چاہتے ہین مصنف وَکَثِیْرًا مَّا یُخْرَجُ عَلٰی خِلَافِہٖ
فَیُجْعَلُ غَیْرُ السَّائِلِ کَالسَّائِلِ اِذَا قُدِّمَ اِلَیْہِ مَا یُلَوِّحُ لَہٗ بِالْخَبَرِ فَیَسْتَشْرِفُ لَہٗ اِسْتِشْرَافَ الْمُتَرَدِّدِ
وَالطَّالِبِ بسا اوقات خلاف مقتضی الظاہر لایا جاتا ہے کلام پس فرض کیا جاتا ہے غیر سائل کو سائل
جب کلام سابق مین اس قسم کا امر مذکور ہو جو مضمون خبر کیطرف اشارہ کرے جس سے مخاطب غیر سائل خبر کا
منتظر ہونا معلوم ہوجاوے گویا وہ متردد و طالب خبر ہے اور استشراف کہتے ہین کسی شے کو دیکھنا اور تاکنا پیشانی
پر ہاتھ رکھکر جیسے کوئی سورج سے آڑ کرتا ہے نظر کیوقت نحو وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّھُمْ مُّغْرَقُوْنَ
یعنے اے نوح مت دعا و سفارش اپنی قوم ظالمین کی نجات کے متعلق ہم سے کیجیو کیونکہ وہ ضرور غرق کئے جاوینگے اب
سابق جملہ مین تلویح و اشارہ ہے کسی آنیوالی جنس عذاب کیطرف جس سے مخاطب کو ایک گونہ تردد واقع
ہوا کہ وہ ظالمین محکوم علیہم بالاغراق ہین یا نہین تو ازالہ تردد کیلئے ارشاد ہوا تاکید کے ساتھ کہ
اِنَّھُمْ مُّغْرَقُوْنَ یعنے ضرور غرق ہونگے وَغَیْرُ الْمُنْکِرِ کَالْمُنْکِرِ اِذَا لَاحَ عَلَیْہِ شَیْءٌ مِّنْ اَمَارَاتِ الْاِنْکَارِ نَحْوُ اور
کہین غیر منکر کو منکر فرض کر لیتے ہین جب غیر منکر پر آثار انکار کے نمایان ہون جیسے حجل بن فضلہ کے
قول مین شعر جَاءَ شَقِیْقٌ عَارِضًا رُمْحَہٗ ، اِنَّ بَنِیْ عَمِّکَ فِیْھِمْ رِمَاحٌ آیا شقیق اس حال مین
کہ عرض مین رکھے ہوئے تھا نیزہ ہوشیار رہو تمھارے چچازاد بھائیون کے پاس بہت سے نیزے ہین
پس شقیق ایک مرد کا نام ہے اور ایسی شان مین مقابل کے سامنے آنا دلیل ہے اس امر کی کہ وہ اپنے
مقابل کو نہتا غیر مسلح خیال کرتا ہے گویا وہ منکر ہے انکے پاس اسلحہ و رماح کا لہذا مصرعہ ثانی کو ان

کیساتھ موکد لایا گیا صورت التفات خطابی مین اور بعضون نے شقیق کی نامردی وضعف کیطرف
اشارہ کیا ہی یعنی اگر وہ یقینًا معلوم کرلیتا کہ انمین بھی نیزے ہین تو خوف کے مارے کبھی بھائیون کے
یہان تشریف نہ لاتا جیسا کہ کسی شاعر نے محرز کو ضعیف و ناتوان جان کر یون کہا شعر فقلت لمحرز
لما التقینا ۔ تنکب لا یقطرک الزحام ۔ ترجمہ دشمنون سے مقابلہ شروع ہوا تو مین نے محرز نامی
شخص سے کہا کہ یہان سے علیحدہ ہوجاؤ کہین کثرت ہجوم مین دب نجاؤ گویا محرز پر طعن کررہا ہی شاعر کہ
اسنے کبھی شدائد و مصائب جنگ وغیرہ تو آنکھ سے دیکھے نہین لہذا خوف ہی کہ بچون و عورتون کیطرح
کچل نہ جائے تعلقہ عنانہ وضعف بنانہ وَالْمُنْكِرُ كَغَيْرِ الْمُنْكِرِ اِذَا كَانَ مَعَهٗ مَا اِنْ تَاَمَّلَهٗ ارْتَدَعَ اور کبھی
منکر کو غیر منکر ٹھیرالیا جاتا ہی جبکہ اسکے پاس اسقدر دلائل و شواہد موجود ہون کہ اگر انمین ذرا بھی غور و
تامل کرلے تو اپنے انکار سے باز آجاوے معہ سے مطلب یہ ہی کہ اسے معلوم و مشاہد ہو پس اگر منکر اسلام
سے یون کہین الاسلام حقٌ بغیر تاکید لائی ہوئی تو درست ہی کیونکہ بعد تامل دلائل و قرائنہ کی حقیقت
اسلام اسپر روشن ہوجاویگی اور کسی نے یہ بھی کہا ہی کہ معہ کے معنے موجود فی نفس الامر کے ہین لیکن اسمین یہ
اعتراض ہی کہ مجرد وجود نفس الامری ارتداع منکر کیلیے کافی نہین ہوسکتا جبتک اسے وہ معلوم اور حاصل
نہو اور بعضون نے ما موصولہ سے مراد عقل لی ہی مگر اسمین بھی نظر ہی کیونکہ اس صورتمین ان تاملہ کی جگہ یہ
ان تامل بہ ہونا چاہیے تھا وجہ اسکی یہ ہی کہ تامل الشئی بالعقل ہوتا ہی نہ تامل العقل نحو لا ریب فیہ
بظاہر یہ مثال ہی گردانے منکر کو غیر منکر چنانچہ اسی وجہ سے تاکید ترک کیگئی اور بیان معنی لاریب فیہ کے
یون ہین کہ قرآن شریف محل ریب و شک نہین مگر چونکہ بہت سے مخاطبین اس حکم کے منکر تھے لہذا انکے
انکار کو کالعدم فرض کرکے تاکید نہین لائی گئی اور نیز یہ جواب بھی اچھا معلوم ہوتا ہی کہ اللہ تعالی نے
نفی ریب کی ذات الکتاب سے کی ہی باقی وجود ارتیاب من المرتابین وہ عارضی ہی اور خارج ہی ذات
کتاب سے فلا منافاۃ بین وجود الریب من المرتابین ونفی الریب عن نفسہ اور احسن یہ ہی کہ اسے مثال نہ
بنایا جاوے بلکہ اسکو نظیر قرار دیا جاوے تنزیل وجود الشئی منزلۃ العدم کی اس اعتماد پر کہ دلیل مزیل موجود ہی لہذا النفی الریب علی

سبیل الاستغراق درست وصحیح ہوگی جیسے انکار منکر کو کالعدم خیال کیا جاتا ہے اور تاکید کلام نہین لائی
جاتی وھکذا اعتبارات النفی اور تینون اعتبارات مذکورہ ثلاثہ یعنی ابتدائی وطلبی وانکاری جیسے
اثبات مین جاری ہوتے ہین ایسے ہی نفی مین بھی پائے جاتے ہین مثلاً مخاطب خالی الذہن سے یون کہینگے
مَا زَیْدٌ قَائِمًا وَلَیْسَ زَیْدٌ قَائِمًا اور طالب متردد سے کہینگے مَا زَیْدٌ بِقَائِمٍ زیادتی باکیساتھ اور منکر سے
کہینگے وَاللّٰہِ مَا زَیْدٌ بِقَائِمٍ زیادتی با و قسم کیساتھ وعلیٰ ہذا القیاس اور مثالیں بھی سمجھ لو ثُمَّ الْاِسْنَادُ
مِنْہُ حَقِیْقَۃٌ عَقْلِیَّۃٌ پھر اسناد خبری والشائی سے ایک قسم حقیقت عقلیہ ہے یعنی جسمین عقل کو دخل ہے نہ
لغت کو لہذا احتراز ہوگیا حقیقت لغویہ سے جسکا ذکر فن بیان مین آویگا اور چونکہ مصنف کے نزدیک بعض
اسناد حقیقت اور مجاز نہین ہے اسلئے یون نہین کہا حصر کیساتھ الاسناد اما حقیقۃ واما مجاز جیساکہ اس
قول مین اَلْحَیَوَانُ جِسْمٌ وَالْاِنْسَانُ حیوان اور مصنف نے حقیقت ومجاز کو صفت اسناد کی قرار دیا
نہ کلام کی وجہ اسکی یہ ہے کہ کلام کا متصف ہونا بھی اسناد ہی کے اعتبار سے ہے فلا مشاحۃ فیہ اور نیز ان دونونکو علم
معانی مین لایا اسلئے کہ یہ دونون احوال لفظ سے ہین فلا مناقشۃ فیہ ایضًا وَھِیَ اِسْنَادُ الْفِعْلِ اَوْ مَعْنَاہُ
اِلٰی مَا ھُوَ لَہٗ عِنْدَ الْمُتَکَلِّمِ فِی الظَّاھِرِ - اور حقیقت عقلیہ اسکو کہتے ہین کہ فعل یا معنی فعل (مثل
مصدر و اسم فاعل واسم مفعول وصفت مشبہ واسم تفضیل وظرف واسم فعل) جسکے لئے بظاہر اعتقاد متکلم
مین ہین اسی کیطرف نسبت کئے جائین یعنے فعل معروف وغیرہ مین فاعل کیطرف نسبت ہو اور فعل
مجہول وغیرہ مین مفعول کیطرف نسبت ہو جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًا وَضُرِبَ عَمْرٌو کیونکہ ان دونون ضاربیت
زید کیلئے ومضروبیت عمرو کیلئے ثابت ہے اور عند المتکلم کا تعلق ہے لہ کیساتھ لینیابتہ عن الفعل پس بسبب
اس قید کے حقیقت کی تعریف مین داخل ہوجائیگی وہ مثال جو اعتقاد کیمطابق ہے نہ واقع کے اور فی الظاہر
بھی اسی لہ کیساتھ متعلق ہے اور اس قید کے سبب سے داخل ہوجائیگی وہ مثال جو مطابق اعتقاد نہین
ہے اور فعل سے مراد عام ہے کہ وہ فعل اسکا مخلوق ہو یا نہ اور نیز عام ہے کہ صادر بالاختیار ہو جیسے ضرب
یا نہ جیسے مَرِضَ وَمَاتَ کیونکہ مرض اور موت غیر اختیاری چیز ہے پس مصنف کی تعریف کے لحاظ سے

حقیقت عقلیہ کی چار قسمین ہوتی ہین اوّل وہ جو مطابق اعتقاد اور واقع دونو نکے ہو کقولِ المؤمنِ اَنْبَتَ اللّٰہُ البَقلَ اور دوسری وہ جو صرف اعتقاد کے موافق ہو نحو قولِ الجاھلِ اَنْبَتَ الرَّبِیْعُ البَقلَ اور تیسری وہ جو صرف واقع کے مطابق ہو جیسے اُس معتزلی کا قول جو اپنے حال کو پوشیدہ رکھتا ہو خلق اللّٰہ الافعال کلھا اور یہ مثال متن مین متروک ہو اور وجہ ترک کی شاید یہ ہو کہ مثال رابع مین درج کیگئی ہو اور چوتھی وہ جو واقع و اعتقاد دونو نکے مطابق نہو نحو قولکَ جاءَ زَیدٌ وَاَنتَ تَعلَمُ اَنَّہٗ لَم یَجِیْٔ۔ یعنے جب تم ہی جانتے ہو صرف کہ زید واقع مین نہین آیا اور یون کہو کہ زید آیا ہو اور وانتَ مین واو حالیہ ہو اور تقدیم مسند الیہ کی اختصاص کیلئے ہو یعنی اَنتَ پس اگر مخاطب بھی جانتا ہو تو حقیقت نہوگی کیونکہ اُس وقت متکلم علم سامع کو قرینہ ٹھیرالیگا کہ اسنے ظاہر مراد نہین لیا لہذا یہ مثال داخل فی المجاز ہوجاویگی وَمِنہُ مجازٌ عقلیٌّ اور اسی اسناد کی ایک قسم مجاز عقلی ہو اور نیز اُسکو مجاز حکمی و مجاز فی الاثبات و اسناد مجازی بھی کہتے ہین اور وجہ اتصاف ہر ایک کی مجاز کیساتھ ظاہر ہو وَھُوَ اِسنادُہٗ الٰی مُلابِسٍ لہٗ غیرَ مَاھُوَ لَہٗ بتَاوُّلٍ ملابس اسم مفعول ہو بمعنی متعلق مجاز عقلی اسکو کہتے ہین کہ کسی تاویل سے فعل یا معنی فعل کو اسکے ایسے متعلق کیطرف نسبت کرین جسکی طرف وہ فعل یا معنی فعل اعتقاد متکلم یا واقع مین منسوب نہو ملابس غیر ماھو لہ کا مطلب یہ ہو کہ مبنی للفاعل مین نسبت غیر فاعل کی طرف ہو اور مبنی للمفعول مین نسبت غیر مفعول کیطرف۔ اور وہ غیر خواہ غیر فی الواقع ہو یا عند المتکلم فی الظاہر اور یہانپر ایک شبہہ پیدا ہوتا تھا وہ بھی دور ہوگیا اس تعمیم سے یعنی اگر ماھو لہ سے مراد عند المتکلم فی الظاہر لیا جاوے بقرینۂ تعریف حقیقت تو قید تاول کی کوئی حاجت نہ تھی کما ھو الظاہر اور اگر اس سے مراد غیر ماھو لہ فی الواقع لیا جاوے تو جاہل کا یہ قول مثلاً انبت اللّٰہ البقل تعریف مجاز عقلی سے خارج ہوجاویگا باعتبار اسناد الی السبب کے حالانکہ یہ اُسکے نزدیک مجاز عقلی ہو اور بتاوّلٍ متعلق ہو اسناد کیساتھ اور معنی تاول کے یہ ہین کہ یاؤل الیہ المجاز کو طلب اور تلاش کرنا خواہ وہ

نالؤں یہ حقیقت ہو یا موضع جسکی طرف رجوع ہو عقلاً یعنے ہر مجاز کیلئے یا حقیقت ہوگی جیسے انبت
الربیع البقل مین اسناد الی اللہ حقیقت ہی یا رجوع الی الموضع ہوگا جیسے اقدمنی بلدک حق لی علیک
مین فاعل حقیقی موہوم ہی نہ فی الواقع الحاصل یک قرینہ صارفہ عن الحقیقت ضرور ہونا چاہئے مجاز
مین جسکی وجہ سے مجاز لینا درست ہو جاوے آب مصنف رحمہ آگے ملابسات فعل ومعنی فعل کی تفصیل کرتے ہین
جس سے دونون تعریفون کی تحقیق بھی مفہوم ہوتی ہے وَلَہٗ مُلَابَسَاتٌ شَتّٰی یُلَابِسُ الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُوْلَ
بِہٖ وَالْمَصْدَرَ وَالزَّمَانَ وَالْمَکَانَ وَالسَّبَبَ یہ چھ امور ہین جنکے ساتھ فعل یا معنی فعل کا تعلق ہوتا
ہے شتّٰی جمع ہے شتیت کی جیسے مرضیٰ جمع ہے مریض کی بمعنی مختلفہ اور مصنف علیہ الرحمہ نے مفعول معہ وحال
ومستثنیٰ وتمیز کیطرف تعرض نہین کیا وجہ اسکی یہ ہے کہ انکی طرف فعل مسند نہین ہوتا ہے فَاِسْنَادُہٗ اِلَی الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ
بِہٖ اِذَا کَانَ مَبْنِیًّا لَہٗ حَقِیْقَۃٌ یعنی مبنی للفاعل ومبنی للمفعول کیصورت مین جب اسناد الی الفاعل
یا الی المفعول ہو تو اسے حقیقت کہتے ہین جیسا امثلہ سابقہ مین گذر چکا ہے وَاِلٰی غَیْرِہِمَا لِلْمُلَابَسَۃِ
مَجَازٌ یعنے اگر اسناد ہو غیر فاعل یا غیر مفعول بہ کیطرف بوجہ مناسبت داعیہ کے اس صورت مین کہ وہ
صیغہ مبنی للفاعل یا مبنی للمفعول بہ ہو تو اسے مجاز کہتے ہین کَقَوْلِہِمْ عِیْشَۃٌ رَّاضِیَۃٌ وَسَیْلٌ مُّفْعَمٌ وَ
شِعْرٌ شَاعِرٌ وَنَہَارُہٗ صَائِمٌ وَنَہْرٌ جَارٍ وَبَنَی الْاَمِیْرُ الْمَدِیْنَۃَ مثال اول مین نسبت مفعول بہ
کیطرف ہے حالانکہ صیغہ مبنی للفاعل ہے لان العیشۃ مرضیۃ لا راضیۃ اور مثال دوم مین نسبت الی
المفعول بہ ہے اور صیغہ مبنی للفاعل ہے لان السیل مفعَمٌ لا مفعِمٌ اور افعام کے معنی ہین پر کردن
کما یقال افعمت الاناء اذا ملئتہ مثال سوم مین نسبت الی المصدر ہے اور صیغہ مبنی للفاعل ہے اور
مصنف رحمہ کو واسطے ایک مصدر کی مثال مین جدّ جدُّہٗ کو لاتے کیونکہ شعر اسجگہ بمعنی مشعور کے ہے
پس وہ از قبیل عیشۃ راضیہ ہو جاویگا چہارم مثال مین صیغہ اسم فاعل کی نسبت الی الزمان ہے
ای زید صائم فی النہار اور مثال پنجم مین نسبت الی المکان ہے ای الماء جار فی النہر اور مثال
ششم مین نسبت الی السبب ہے یعنی امیر سبب آمر ہے ورنہ فی الحقیقت معمار بانی ہے مدینہ کیلئے جاننا چاہئے

کہ مجاز عقلی جیسے نسبت اسنادیہ میں جاری ہوتی ہے ویسے ہی نسبت اضافیہ نسبت الیقاعیہ میں
بھی جاری ہوتی ہے مثلاً اعجبنی انبات الربیع البقل وجری الانہار وشقاق بینہما ومکر اللیل
والنہار ونومت اللیل واجریت النہر ولا تطیعوا امر المسرفین پہلی چار مثالوں میں نسبت اضافیہ
ہے اور آخری تین مثالوں میں نسبت الیقاعیہ ہے اور بعضوں نے ان امثلہ مذکورہ کو تعریف مجاز
میں داخل کرنے کیلئے یہ تکلف بارد اختیار کیا ہے کہ اسناد سے مراد مطلق النسبت ہے الیقاعیہ ہو یا اضافیہ
مگر یہ معنی لینا اسناد کا خلاف متبادر ہے وَقَوْلُنَا بِتَاوُّلٍ یُخْرِجُ نَحْوَمَا مَرَّ مِنْ قَوْلِ الْجَاهِلِ یعنے ہمارا
قول بتاول تعریف مجاز میں خارج کرتا ہے قول جاہل کو جیسے اَنْبَتَ الرَّبِیْعُ الْبَقَلَ کیونکہ اسکا اعتقاد
ہے کہ منبت ربیع ہے نہ غیر اور نیز شفی الطبیب المریض میں شافی حقیقی طبیب کو سمجھتا ہے نہ غیر کو اور
نیز اقوال کاذبہ بھی خارج ہوگئے تعریف مجاز سے کیونکہ انمین بھی اسناد بلا تاویل ہوتا ہے لہذا یہ امثلہ
تعریف حقیقت میں داخل رہینگی اور یہاں پر ایک شبہ وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ مصنف علیہ الرحمہ کی
عادت اس کتاب میں یہ ہے کہ وہ قیود کے فوائد نہیں بتلاتے پس مصنف نے خلاف عادت کیوں کیا اور
اسکی کیا وجہ ہے جواب یہ ہے کہ در اصل اس فائدہ کے بیان کرنے میں مصنف کو تعریض کرنا مقصود ہے سکاکی
پر کیونکہ سکاکی نے قید تاول سے صرف اقوال کاذبہ کو خارج کیا ہے حالانکہ قول جاہل بھی خارج ہے
اسی قید سے لہذا مصنف نے تصریح کردی کہ قول جاہل بھی خارج ہے مثل اقوال کاذبہ کے خلاصہ
تحقیق یہ ہے کہ ان امور میں اگرچہ اسناد الی غیر ما ہو لہ فی الواقع ہے مگر چونکہ بلا تاول ہے اسلئے تعریف مجاز
سے خارج ہو کر حقیقت کی تعریف میں داخل ہو جائینگے وَلِهٰذَا لَمْ یُحْمَلْ نَحْوُ قَوْلِهٖ شعر اَشَابَ
الصَّغِیْرَ وَاَفْنَی الْکَبِیْرَ کَرُّ الْغَدَاةِ وَمَرُّ الْعَشِیِّ ۔ عَلَی الْمَجَازِ مَا لَمْ یُعْلَمْ اَنَّ قَائِلَهٗ لَمْ یَعْتَقِدْ ظَاهِرَهٗ
یعنی اس قید تاول کی وجہ سے جو مجاز کی تعریف میں شرط ہے صلتان عبدی کے اس شعر کو مجاز پر
محمول نہیں کیا جاویگا جبتک یہ نہ معلوم ہو جاوے کہ وہ ظاہر کا معتقد نہیں کیونکہ احتمال ہے کہ اسنے ظاہری
اسناد کا اعتقاد کیا ہو جس سے یہ از قبیل انبت الربیع البقل ہو جاویگا بایں معنی کہ قائل اسکا جاہل ہو اور تعریف

حقیقت مین داخل رہیگا ترجمہ شعر صبح اور شام کی رفتار نے بچے کو بوڑھا اور بوڑھے کو فنا کردیا
ہے اور موحّد کے نزدیک اشاب وافنیٰ کا اسناد کر الغداۃ ومر العشی کیطرف مجازی ہے لکون الاسناد

الی زمان او سبب کما استدل علی ان اسناد میّز فی قول ابی النجم شعر میّز عنہ قنزعا عن

قنزع ۞ جذب اللیالی ابطئی او اسرعی مجاز بقولہ عقلیۃ ۞ افناہ قیل اللہ للشمس اطلعی: کما

مین کاف مثلیہ اور ما مصدریہ یعنی مثل الاستدلال۔ یہ مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا اے لم یستدل۔
عنہ کا مرجع راس ہے بیت سابق مین قنزعا یعنی بال مجتمع کہ ابطی واسرعی دونون حال ہین۔
للیالی سے بتاویل مقولا کیونکہ انشا رحال نہین واقع ہوتی ہے بجز تاویل کے اور یہ بھی ہوسکتا ہے
کہ امر بمعنے خبر ہوا ئی الطات واسرعت اور مجاز ترکیب مین خبر ہے انّ کی اور بقولہ متعلق ہے
استدلال کیساتھ اور افناہ مین ضمیر منصوب کی راجع ہے ابو النجم یا شعر الراس کیجانب اور قیل مصدر
ہے بمعنی امر اللہ وارادۃ اللہ کے یعنی جبتک استدلال سے یہ نہ معلوم ہوجائے کہ قائل نے ظاہر نہین مراد
لیا جیسے کہ ابو النجم کے اس شعر مین استدلال سے معلوم ہوگیا ہے کہ اسکے نزدیک مجاز ہے اور قرینہ ہے قیل اللہ
اخیر شعر مین کیونکہ قیل اللہ دلالت کرتا ہے اسبات پر کہ تمیز مذکور خدا کا فعل ہے نہ جذب اللیالی کا پس
ثابت ہوا کہ حقیقت مین خدا ہی ہر شے کیلئے مبدی ومعید ومنشی ومفنی ہے پس یہ نہ لازم آیا کہ
کہ جذب اللیالی مین اسناد تاویل سے ہوا ہے بناءً علی انہ زمان اور سبب ترجمہ شعر یہ ہوا کہ ام الخیار نے مجھپر
ایک ایسے گناہ کا دعوی کیا کہ در اصل مین اُسکا مرتکب نہین ہوا وہ یہ کہ میرے سر کو اصلع یعنی بالون
والا دیکھا جو اکثر پیر فرتوت کی ایسی ہی حالت ہوجاتی ہے کہ گردش زمانہ نے دستہ دستہ کرکے بال سر کے
گرادئے اس حال مین کہ لیالی سے یون کہے کہ آہستہ گذر رہا دیر سے اور فنا کردیا ابو النجم یا اسکے بالونکو حکم خدا نے ای
نے آفتاب کو حکم فرمایا کہ طلوع کرتا ہے واقسامہ اربعۃ لان طرفیہ اما حقیقتان نحو انبت الربیع

البقل او مجازان نحو احیا الارض شباب الزمان او مختلفان نحو انبت البقل شباب الزمان
واحیا الارض الربیع اور حقیقت ومجاز عقلی بنظر طرفین چار قسم پر ہین اوّل یہ کہ اسکی دونون طرفین مسند

اور مسند الیہ حقیقی لغوی ہون یعنی اپنی حقیقی معنی مین مستعمل ہون جیسا مثال اول مین کہ بہار نے سبزہ اُگایا
ہے اور ظاہر ہے کہ ربیع اپنی معنی مین مستعمل ہے اور انبات اپنے معنی میں دوم یہ کہ طرفین مجاز لغوی ہون جیسا
مثال ثانی مین کہ شباب الزمان نے زمین کو زندہ کر دیا ہے یہان شباب الزمان سے جوش قوت نامیہ مراد ہے
اور حقیقت مین شباب اس زمانہ کو کہتے ہین کہ حیوان کی حرارت غریزیہ زور و نپر ہو اور زمین کو زندہ کردینے
کے معنی یہ ہین کہ نباتات سے سرسبز و شاداب ہو اور حقیقی معنی احیار کے اعطار الحیٰوۃ ہے یعنی جان بخشنا اور
حیواۃ حس و حرکت ارادیہ کو مقتضی ہے جو زمین مین مفقود ہے سوم یہ کہ مسند حقیقی ہو اور مسند الیہ مجازی جیسا
مثال ثالث مین انبات بمعنی حقیقی ہے اور شباب الزمان مین بمعنی مجازی چہارم یہ کہ مسند مجازی ہو اور
مسند الیہ حقیقی جیسا مثال رابع مین احیار بمعنے مجازی اور الربیع بمعنی حقیقی ہے جاننا چاہیے کہ چار اقسام
مین انحصار کی وجہ ظاہر ہے بنا بر مذہب مصنف کے وہ یہ کہ مصنف نے مسند مین فعل یا معنے فعل ہونے کی
شرط لگائی ہے پس لامحالہ وہ مفرد ضرور ہوگا اور ہر مفرد حقیقت ہوگا یا مجاز اور سکاکی کے نزدیک مسند عام ہے مفرد
ہو یا جملہ یہ تقسیم اولاً و بالذات طرفین کی ہے اور ثانیاً و بالعرض اسناد کی اور ایک کلام مین حقیقت و مجاز کا
اجتماع دو اعتبار سے جائز ہے وعلیٰ ہذا القیاس اجتماع مجازین دو اعتبار سے نیز وَھُوَ فِی القُرآنِ کَثِیرٌ اور وہ
مجاز عقلی قرآن مین کثیر ہے اور یہ کثرت فی نفسہ مراد ہے نہ اضافیہ بہ نسبت حقیقت تا کہ حقیقت عقلیہ کا
قلیل ہونا لازم آوے اور فی القرآن متعلق ہے کثیر کیساتھ اور اسکی تقدیم محض اہتمام مقام کے خیال سے ہے لا بوجہ
الحصر وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا اس آیت مین زیادتی کی نسبت آیات کیطرف
کیگئی حالانکہ فعل باری تعالیٰ کا ہے لکون الآیات سبباً للزیادۃ یُذَبِّحُ اَبْنَآءَھُمْ اس آیت مین تذبیح
کی نسبت فرعون کیطرف کی حالانکہ فعل ذبح کا فاعل جیش ہے لکون فرعون سَبَباً اٰمِرًا
یَنْزِعُ عَنْھُمَا لِبَاسَھُمَا اسمین نزع لباس کی نسبت شیطان کیطرف کی حالانکہ یہ فعل خداوند
کریم کا ہے لیکن نزع لباس کا سبب ظاہری اکل من الشجرۃ ہے اور اکل کا سبب وسوسہ و مقاسمت
شیطان ہے اِنِّیْ لَکُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ یعنی مین تمھارا خیرخواہ ہون لف اس کذب پر یَوْمًا یَّجْعَلُ

الوِلدَانَ شِیبًا یوماً مفعول بہ ہی تتقون کا اسمین جعل کی نسبت یوم یعنی زمانہ کیجانب کی گئی ہے
حالانکہ فعل حقیقۃً اللہ تعالیٰ کا ہی اور اس مضمون مین کنایہ ہی کہ قیامت کے دن کثرت سے ہموم
واحزان درپیش ہونگے کیونکہ مسلّم ہی کہ اجتماع شدائد ومصائب کیوقت پیری جلدی آتی ہے یا
کنایہ ہی توالت یوم سے کہ نابالغ لڑکے زمانہ شیخوخت وپیری کو پہونچ جائینگے وَاَخرَجَتِ الاَرضُ
اَثقَالَہَا اثقال سے خزانہ اور دفینہ مراد ہی اسمین اخراج کی نسبت ارض کیطرف کیگئی ہی اور حقیقت
مین فاعل اللہ ہی اور ارض مکان خزانہ ہی وَغَیرُ مُختَصٍّ بِالخَبَرِ بَل یَجرِی فِی الاِنشَاءِ نَحوُ یَاہَامَانُ
ابنِ لِی صَرحًا اور غیر مختص بالخبر کا عطف ہی کثیر پر لہذا یہ بھی خبر ہوگی مثل معطوف علیہ کے یعنی مجاز عقلی
صرف کلام خبری کیساتھ مختص نہین ہی بلکہ کلام انشائی مین بھی جاری ہوتی ہی اور اس عبارت
کو مصنف علیہ الرحمہ دفع وہم کیلئے لائے ہین وہ یہ کہ احوال اسناد خبری مین اسے لانا اور مجاز فی الاثبات
کے نام سے موسوم کرنا اس سے یہ وہم ضرور پیدا ہوتا تھا کہ مجاز عقلی مختص بالخبر ہی کہ انشاء مین جاری نہوتی
ہوگی بہ اِندَفَعَ الوَہمُ اس آیت مین بنا فعل عملہ کا ہی اور نسبت کیا گیا ہی ہامان کیطرف لکونہ سبباً
آمراً وعلی ہذا القیاس اور انشاآت بھی سمجھ لینا چاہئے کہ جن مین صدور فعل وترک فعل مطلوب ہو مثلاً
امر ونہی وتمنی واستفہام جیسا لِیَنبُتِ الرَّبِیعُ مَا شَاءَ وَلِیَصُم نَہَارُکَ وَلِیَجِدَّ جِدُّکَ وَلَیتَ
النَّہرَ جَارٍ وقولہ تعالیٰ اَصَلٰوتُکَ تَاْمُرُکَ اب مصنف علیہ الرحمۃ قرینہ مجاز عقلی کو بیان کرتے ہین

وَلَابُدَّ لَہُ مِن قَرِینَۃٍ لَفظِیَّۃٍ کَمَا مَرَّ اَو مَعنَوِیَّۃٍ کَاستِحَالَۃِ قِیَامِ المُسنَدِ بِالمَذکُورِ عَقلًا کَقَولِکَ

مُحَبَّتُکَ جَاءَت بِی اِلَیکَ اَو عَادَۃً نَحوُ ہَزَمَ الاَمِیرُ الجُندَ وَصُدُورِ الکَلَامِ عَنِ المُوَحِّدِ فِی مِثلِ
اَشَابَ الصَّغِیرَ اور مجاز عقلی کیلئے ایسے قرینہ کا ہونا جو معنی ظاہری کے ارادے سے منع کرے ضروری ہی
کیونکہ اگر ایسا نہوگا تو ذہن متبادر الی معنی حقیقی کیطرف جاویگا پھر وہ قرینہ صارفہ دو قسم ہی یا تو لفظیہ
ہوگا جیسے اوپر گذرا ہی افناہ قیل اللہ کا لفظ ابو النجم کے قول مین یا معنویہ جیسے استحالہ قیام مسند کا ساتھ مسند الیہ
کے اور مذکور سے مراد مسند الیہ ہی ہی اور استحالہ عام ہی عقلاً ہو یعنی کوئی محق ومبطل جواز قیام کا

مدعی ہنولان العقل اذا خلی وطبعہ لعدہٗ محالاً جیسے قول تمھارا کہ تری محبت مجھے تیرے پاس لائی کیونکہ
محبت لی آنیکی فاعل حقیقی نہین ہو سکتی یا محال عادۃً ہو جیسے یون کہین کہ امیر نے دشمن کے لشکر
کو بھگا دیا کیونکہ صرف ایک آدمی کا لشکر کو بھگا دینا اگرچہ عقلاً ممکن اور جائز ہی مگر عادۃً محال ہی اور
ایسا ہی صدور کلام کا موحد سی اشاب الصغیر مین اور صدورہ کا عطف ہی استحالہ پر جو کاف جارہ
کی تحت مین داخل ہی اور استحالہ سی خارج ہی اسلئے کہ بہت سی عقلاء اسطرف گئی ہین جیسے دہری اور نیز اسکے
ابطال مین دلیل قائم کرنیکی احتیاج ہوتی ہی اور قیام کیجگہ پر لفظ صدور نہین لایا گیا تاکہ عام اور شامل
ہو جاوے فعل صادر اور غیر صادر کو مثلاً ضرب و قام و قرب و بعد و معرفۃ حقیقۃ اما ظاہرۃ
کما فی قولہ تعٰ فما ربحت تجارتھم ای فما ربحوا فی تجارتھم اور معلوم کرنا حقیقت مجاز عقلی کا
کہین تو ظاہر ہوتا ہی یعنی فاعل حقیقی یا مفعول کیطرف جب اسناد کیا جاویگا تو اُسوقت وہ اسناد
حقیقت ہوگا نہ بوقت ارادہ مجاز کے جیسے اللہ تعالیٰ کے قول مین کہ ان کو تجارت نے نفع نہ بخشا یعنے
وہ لوگ تجارت مین نفع مند نہوے کیونکہ ذات تجارت نفع بخشنے مین فاعل نہین ہو سکتی ہے
واما خفیۃ کما قولک سرتنی رؤیتک ای عند رؤیتک اور کہین خفی اور پوشیدہ ہوگی کہ حقیقت بعد
تامل و فکر کے معلوم ہوتی ہی جیسا قول تمھارا کہ تیرے دیدار نے مجکو خوش کیا یعنے خداوند کریم نے بسبب تیرے
دیدار کے مجکو خوش کیا کیونکہ دیدار فاعل حقیقی خوش کرنیکا نہین بن سکتا۔ وقولہ شعر یزیدک وجھہ
حسناً اذا ما زدتہ نظرا ای یزیدک اللہ حسنا فی وجھہ قول تعالیٰ پر عطف ہی فی کی تحت مین یہ شعر
ابو نواس بن ہانی کا ہی اور اس سی پہلا شعر یہ ہی یزینا صفحتی قمر ۞ یفوق سناھما القمرا قمر اول سی چہرہ
محبوبہ مراد ہی اور ثانی سی قمر حقیقی یعنی چاند مراد ہی اور صفحہ یعنی رخسارہ محبوبہ ترجمہ اور دکھلائی محبوبہ نے
ہمکو دو ایسے رخسارے کہ جنکی روشنی چاند پر غالب تھی اور جب تم اسکے چہرے کو زیادہ دیکھوگے تو اُسکا چہرہ تم
مین حسن عطا کریگا یعنے زیادہ کریگا اللہ تعالیٰ احسن تمکو جو اسکے چہرے مین ہی کیونکہ اسمین اللہ تعالیٰ نے حسن اور
جمال کے وہ دقائق ودیعت رکھتی ہین جو بعد تامل کامل در امعان نظر و فکر کے نمایاں ہوتی ہین جاننا چاہیئے کہ

مصنفؒ کے قول ما حقیقۃ مین تعریض اور رد ہے شیخ عبدالقاہر جرجانی پر وہ یہ کہ مجاز عقلی مین فاعل حقیقی ہونا ضروری نہین جرجانی کے نزدیک کیونکہ مندرجہ ذیل مثالون مین فاعل حقیقی کوئی نہین ہے تاکہ اسکے اعتبار سے حقیقت ہو مثلاً۔ سَرَّتْنِیْ رُؤیَتُكَ وَیَزِیْدُكَ وَجْهُهٗ حُسْنًا وَاَقْدَمَنِیْ بَلَدَكَ حَقٌّ لِیْ عَلٰی فُلَانٍ اسلیئے کہ ان مثالونمین صرف السرور اور الزیادۃ اور القدوم موجود ہے اور امام فخرالدینؒ رازی نے اسپر اعتراض کیا ہے کہ شیخ جرجانی کا کہنا درست نہین اسلیئے کہ ہر فعل کیلیئے فاعل حقیقی کا ہونا لازمی اور لابدی ہے لامتناع صدور الفعل لا عن فاعل پس اگر فعل اس فاعل کیطرف مسند ہے تو مجاز موجود نہوگی ورنہ فاعل مقدر مانا جاویگا اور صاحب مفتاح العلوم یعنی سکاکی کا خیال ہے کہ اعتراض امام رازی کا بالکل درست اور حق ہے اور ان افعال مذکورہ کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے اور شیخ ان اقوال کی حقیقت معلوم نہین کرسکے لخفائها چنانچہ مصنفؒ نے بھی امام کی اتباع اور اقتدار کی اور علامہ تفتازانی فرماتے ہین کہ وظنی ان هذا تکلف والحق ماذکرہ الشیخ واقول ان علیه وله شیأ من السوال والجواب

وَاَنْكَرَهُ السَّكَّاكِیْ ذَاهِبًا اِلٰی اَنَّ مَا مَرَّ مِنَ الْاَمْثِلَةِ وَنَحْوِهٖ اِسْتِعَارَةٌ بِالْكِنَایَةِ بِنَاءً عَلٰی اَنَّ الْمُرَادَ بِالرَّبِیْعِ الْفَاعِلُ الْحَقِیْقِیُّ بِقَرِیْنَةِ نِسْبَةِ الْاِنْبَاتِ اِلَیْهِ وَعَلٰی هٰذَا الْقِیَاسِ غَیْرُهٗ

اور جاننا چاہیے کہ صاحب مفتاح یعنی سکاکی مجاز عقلی کا انکار کرتے ہین اور کہتے ہین کہ جو تمھارے خیال مین مجاز عقلی ہے وہ میرے نزدیک استعارہ بالکنایہ مین شمار ہے مثلاً ربیع کنایہ ہے فاعل حقیقی سے بطور مبالغہ فی التشبیہ کے اور نسبت انبات الی الربیع یہ قرینہ ہے استعارہ ہونیکا اور سکاکی کے نزدیک استعارہ بالکنایہ ہے یعنی ذکر مشبہ اور ارادہ مشبہ بہ بواسطہ قرینہ کے اور قرینہ کہتے ہین مشبہ بہ کے لوازم مساویہ کی نسبت کرنا مشبہ کیطرف جیسے موت کو تشبیہ دیجاوے سبع سے اور پھر سبع کے لوازم مساویہ مضاف کیئے جائین موت کیطرف مثلاً یون کہین مخالب المنیة نشبت بفلان یعنے موت کے پنجہ فلان مین گڑ گئے موت مشبہ اور سبع مذکور مشبہ بہ اور مخالب لوازم مشبہ بہ اور نشوب ملائم مشبہ بہ پس اسمین تین استعارے ہوئے استعارہ بالکنایۃ۔ وتخییلیہ۔ وترشیحیہ تو خلاصہ یہ کہ ربیع سے مراد فاعل حقیقی یعنی قادر مختار ہے اور قرینہ

اسکا یہ ہے کہ قادر مختار کے لوازم مساویہ یعنی انبات وغیرہ ربیع کیطرف منسوب کردی گئی اور اسی مثال مذکور پر اور امثلہ بھی قیاس کر لیجئے یعنی بوجہ تعلق وجود فعل کے فاعل حقیقی کیساتھ فاعل مجازی کو تشبیہ دیجائے اور پھر لفظون مین فاعل مجازی صرف ذکر کیا جائے نہ فاعل حقیقی البتہ لوازم فاعل حقیقی کے ثابت کیے جائین فاعل مجازی کیلئے یہانتک مصنف نے سکاکی کا مذہب بیان کیا ہے اب اس پر

اعتراض کرتے ہین فِیۡہِ نَظَرٌ لِاَنَّہٗ یَسۡتَلۡزِمُ اَنَّ الۡمُرَادَ بِعِیۡشَۃٍ فِیۡ قَوۡلِہٖ فِیۡ عِیۡشَۃٍ صَاحِبُہَا لِمَا سَیَأتِیۡ یعنے سکاکی کے قول مین اعتراض ہے کیونکہ یہ مستلزم ہے کہ عیشہ سے مراد اللہ تعالی کے قول مین صاحب عیشہ ہو جیسا کہ اس کتاب مین عنقریب آویگا بیان مذہب سکاکی کا استعارہ بالکنایہ کی تفسیر مین اور یہ لازم بنا بر مذہب سکاکی باطل ہے کیونکہ جب عیشہ کی جگہ صاحب العیشہ فرض کیا جاویگا تو قرآن کی عبارت یون ہوگی فھو فی صاحب عیشۃ راضیۃ تو اس وقت ظرفیت شئی لنفسہ لازم آئیگی جو صریح باطل ہے مگر واضح رہے کہ یہ بات جب ہے کہ لفظ عیشہ اور ضمیر راضیہ شئی

واحد ہون ورنہ درست ہے جیسے فہو فی عیشہ راض صاحبہا صحیح ہے وَاَنۡ لَا تَصِحَّ الۡاِضَافَۃُ فِیۡ نَحۡوِ نَہَارُہٗ صَائِمٌ لِبُطۡلَانِ اِضَافَۃِ الشَّیۡءِ اِلٰی نَفۡسِہٖ اور نیز مستلزم ہے کہ نہارہ صائم مین اضافت درست نہو کیونکہ نہار سے مراد تو وہ خود شخص ہے بقول سکاکی اور ضمیر مجرور سے بھی مراد وہی خود شخص ہے تو اضافۃ الشئی الی نفسہ لازم دیگی جو بالکل محال ہے حالانکہ اس اضافت کی صحت اور وقوع مین کوئی شک وشبہ نہین کما فی قولہ تعالی فَمَا رَبِحَتۡ تِّجَارَتُہُمۡ اور یہ مثال زیادہ انسب ہے مثال ماتن سے کیونکہ اسمین گنجائش تاویل نہین ہوسکتی جیسے نہارہ صائم مین تاویل ممکن ہے وَاَنۡ لَا یَکُوۡنَ الۡاَمۡرُ بِالۡبِنَاءِ لِہَامَانَ اور نیز مستلزم ہے کہ اللہ تعالی کے اس قول یاھامان ابن لی صرحا مین محل بنانیکا حکم ہامان کو نہو کیونکہ اسوقت ہامان سے مراد عملہ اور معمار ہونگے حالانکہ یہ لازم باطل ہے اسلیئے کہ ندا اور خطاب تو ہامان کو ہو رہا ہے نہ

عملہ کو وَاَنۡ یَتَوَقَّفَ نَحۡوُ اَنۡبَتَ الرَّبِیۡعُ الۡبَقۡلَ عَلَی السَّمۡعِ اور نیز مستلزم ہے کہ اس مثال کا استعمال اور صحت اطلاق سماعت شرع پر موقوف ہو کیونکہ اسماء اللہ تعالی کے توقیفیہ ہین یعنی موقوف علی الشرع

حالانکہ یہ لازم باطل ہے اسلیئے کہ یہ ترکیب سب کی نزدیک صحیح وشائع ہو چکا ہے شارع سے سنی گئی ہو یا نہ اور علیٰ ہذا القیاس شَفَی الطَّبِیبُ المَرِیْضَ وسَرَّتْنِی رُؤْیَتُکَ یعنی جن افعال کا فاعل حقیقی اللہ ہو وَاللَّوَازِمُ کُلُّهَا مُنْتَفِیَةٌ اور یہ سب کے سب چارون لوازم منتفی ہین چنانچہ ہر ایک کی شرح مین ہمنے بیان کر دیا ہے لہذا باب استعارہ بالکنایہ سے ہونا منتفی ہو گیا لان انتفاء اللازم یوجب انتفاء الملزوم اور علامہ تفتازانی نے سکاکی کیطرف سے یہ جواب دیا ہے کہ ان اعتراضات کی بنا اسپر تھی کہ صاحب تلخیص نے تفسیر استعارہ بالکنایہ مین مشبہ بہ سے مراد حقیقی مشبہ بہ سمجھا اسلیئے مصنف کو غلط فہمی ہو گئی حالانکہ واقع مین ایسا نہین بلکہ مشبہ بہ ادعاً ومبالغةً مراد ہے نہ حقیقةً کیونکہ مثال سابق مذکور مین سبع حقیقی مراد نہین منیہ سے کما ہو الظاہر اور سکاکی نے اپنی کتاب مفتاح العلوم مین اس مراد کی تصریح کر دی ہے مگر افسوس کہ مصنف کو اسپر اطلاع نہ ہوئی مصرعہ وہ الزام انکو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا ؎ فوق کل ذی علم علیم ؎ وَلَا تَنْفُسْ بِنَحْوِ نَهَارُهُ صَائِمٌ اور نیز سکاکی کا قول اس مثال مین لوٹ جاتا ہے اور نحو سے مراد یہ ہے کہ جہان فاعل حقیقی بھی مذکور ہو جیسے نَهَارُهُ صَائِمٌ کیونکہ اس مثال مین فاعل حقیقی بھی موجود ہے لِاشْتِمَالِهِ عَلَى ذِكْرِ طَرَفَيِ التَّشْبِيهِ وجہ انتقاض کی یہ ہے کہ اس مثال مین تشبیہ کی دونو طرف مذکور ہین حالانکہ یہ بات استعارہ پر محمول کرنیسے مانع ہے جیسا کہ خود سکاکی نے اپنی کتاب مین اسکی تصریح کی ہے اور اس انتقاض کا مختصر جواب از جانب سکاکی یہ دیا جاتا ہے کہ یہ ذکر قصداً نہین ہے بلکہ استطراداً ہے جو حمل علی الاستعارہ سے مانع نہین اور دلیل اسکی یہ شعر ہے لَا تَعْجَبُوا مِنْ بِلَى غِلَالَتِهِ ، قَدْ زَرَّ أَزْرَارَهُ عَلَى الْقَمَرِ کہ اسمین قمر جو مشبہ بہ ہے اور ضمیر مجرور ازرارہ مین جو عبارت ہے مشبہ سے یہ دونون طرفین موجود ہین اور بعض حضرات جب مراد سکاکی سے ناواقف رہے تو انہون نے ان اعتراضونکا جواب ایسا دیا کہ منشائے سکاکی کے وہ جواب بالکل خلاف ہے من اراد فلینظر فی المطول

اَحْوَالُ الْمُسْنَدِ اِلَيْهِ

باب دوم مسند الیہ کے احوال کے بیان مین اور مراد احوال سے وہ امور ہین کہ مسند الیہ کو بحیثیت مسند الیہ

ہونیکے عارض ہون جیسے حذف وتعریف وتنکیر وغیرہ اور وجہ تقدیم مسند الیہ کی مسند پر آگے آتی ہے
اَمَّا حَذْفُہٗ فَلِلْاِحْتِرَازِ عَنِ الْعَبَثِ بِنَاءً عَلَی الظَّاہِرِ بیان حذف کو مقدم لائے مصنف بقیہ احوال سے وجہ
اسکی یہ ہے لکونہ عبارۃ عن عدم الاتیان بہ اور عدم حادث کا سابق ہوتا ہے وجود سے اور نیز بہا پیر بہ لفظ
حذف لائے اور مسند مین بلفظ ترک اسکا سبب یہ ہے کہ چونکہ مسند الیہ رکن اعظم شدید الحاجت ہے گویا لا کر
بعد کو گرا دیا گیا اور مسند چونکہ اس شان کا نہین ہے گویا شروع ہی سے ترک کر دیا گیا جاننا چاہیے کہ حذف
سوی دو چیز کا محتاج ہے ایک قابلیت مقام یعنی سامع کا عارف ہونا وجود قرینہ سے اور دوسرا داعی جو
موجب ہے رجحان حذف کو ذکر پر اور چونکہ اول علم نحو مین معلوم ہو چکا ہے اسلئے مصنف ثانی کی تفصیل
کرتے ہین لیکن حذف مسند الیہ کا پس کبھی ہوتا ہے واسطے بچنے کے عبث سے بظاہر بدلالۃ القرینۃ علیہ اور بظاہر
اسواسطے کہا کہ فی الحقیقت عبث نہین لکونہ رکنا من الکلام اَوْ تَخْیِیْلُ الْعُدُوْلِ اِلٰی اَقْوَی الدَّلِیْلَیْنِ
مِنَ الْعَقْلِ وَاللَّفْظِ اور کبھی حذف اسواسطے کرتے ہین کہ عدول اقوی الدلیلین کیطرف کیا جاوے کیونکہ عقل
ولفظ دو دلیلین ہین جنمین عقل دلیل قوی ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ ذکر کیوقت اعتماد بظاہر دلالت لفظ
پر ہوگا اور عند الحذف دلالت عقل پر اور عقل کی دلالت قوی تر ہے لافتقار اللفظ الیہ اور تخییل بعدول
مصنف نے اسواسطے کہا کہ حذف کیوقت بھی فی الحقیقت دال وہ لفظ مدلول علیہ بالقرائن ہے اور لفظ
بین بیان ہے دلیلین کا کَقَوْلِہٖ قَالَ کَیْفَ اَنْتَ قُلْتُ عَلِیْلٌ مجھسے کہا کہ کیسے ہو مینے کہا کہ بیمار ہون
جواب مین اَنَا عَلِیْلٌ نہین کہا تاکہ عبث وغیرہ نہ لازم آئے بوجہ موجودگی قرینہ خطاب کے اَوِ اخْتِبَارُ تَنَبُّہِ
السَّامِعِ عِنْدَ الْقَرِیْنَۃِ اَوْ مِقْدَارِ تَنَبُّہِہٖ اور کبھی حذف ہوتا ہے بسبب امتحان سامع کیوقت وجود قرینہ کے
کہ آیا قرائن سے معلوم کر سکتا ہے یا نہین یا مقدار فہم معلوم کرنا ہوتی ہے کہ آیا قرائن خفیہ سے آگاہ ہو سکتا ہے یا نہ
اَوْ اِیْہَامُ صَوْنِہٖ عَنْ لِسَانِکَ تَعْظِیْمًا لَہٗ اَوْ عَکْسُہٗ اَوْ تَاَتِّی الْاِنْکَارِ یا واسطے اظہار اس خیال کے
کہ متکلم بنظر عظمت مسند الیہ کے اپنی زبان اسکے ذکر کے قابل نہین سمجھتا ہے یا بنظر حقارت مسند الیہ کے
اپنی زبانکو اسکے ذکر سے بچاتا ہے یا بوقت ضرورت اور مصلحت کے اسکے ذکر سے انکار کر سکے جیسے یون کہے فاسق

فاجر وغیرہ جبکہ قرینہ سے معلوم ہوتا ہو کہ مراد زید ہی اور حذف اس خیال سے ہو کہ بوقت ضرورت یہ کہہ سکے
کہ میں زید کو نہیں کہتا ہوں اَوْ تَعَیُّنِہٖ اَوِ ادِّعَاءِ التَّعَیُّنِ لَہٗ اَوْ نَحْوُ ذٰلِکَ یا اس سبب سے کہ مسند الیہ واقع
میں متعین ہے یا متکلم نے دعوی تعین کا کیا ہے اور ذکر تعیین کا دو وجہ سے ہوا ہے اگرچہ بعد ذکر احتراز عن العبث
کے اسکی ضرورت نہ تھی وہ دو وجہ یہ ہیں اول احتراز سوا دلیل سے اس مثال میں خالق لما یشاء فعال
لما یرید اور دوسری تمہید ہے ادعائے تعین کیلئے جیسے وَھَّابُ الْاُلُوْفِ اَیِ السُّلْطَانُ وہ بادشاہ ہارون
کا عطیہ ہزار والا ہے یا کسی ایسے ہی سبب سے مسند الیہ کو ترک کرتے ہیں جیسے ضیق مقام طوالت کلام سے مانع
ہے بسبب تنگدلی یا ملال یا فوت فرصت یا محافظت وزن یا سجع یا قافیہ یا محافظت تجنیس وغیرہ
جیسا شکاری کہے غزال ای ھذا غزال اور یا اخفا منظور ہو حاضرین سے علاوہ مخاطب کے جیسے جاءَ یا استعمال
وارد علی ترک المسند الیہ کا اتباع مقصود ہو جیسے رَمْیَۃٌ مِنْ غَیْرِ رَامٍ یا اتباع ہو ترک نظائر کا جیسے رفع بنابر
مدح یا ذم یا ترحم پڑھا جاوے مثلاً الحمد للہ الحمیدُ مررت بزید اللئیمُ ارحم بزید المسکینُ سب صورتوں میں
رفع دیا جاوے بتقدیر مبتدا ای ھو ماذکرہ فلکونہ الاصل لیکن ذکر مسند الیہ کا پس وہ چند وجوہ سے
ہوتا ہے یا بسبب راجح ہونے ذکر کے اور اصل کے یعنی معنی اسکے ہیں یعنی دلیل وقانون واستصحاب حال و راجح
اور یہاں نیز اخیری معنی مراد ہے اَوِ الْاِحْتِیَاطِ لِضُعْفِ التَّعْوِیْلِ عَلَی الْقَرِیْنَۃِ اَوِ التَّنْبِیْہِ عَلٰی غَبَاوَۃِ السَّامِعِ یا بوجہ
ضعیف ہونے اعتماد علی القرینہ کے احتیاطاً مسند الیہ ذکر کیا جاتا ہے یا بسبب غباوت سامع کے یا زیادتی تقریر
وایضاح کیغرض سے جیسے اُولٰئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ وَاُولٰئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اَوْ اِظْھَارُ تَعْظِیْمِہٖ
اَوْ اِھَانَتِہٖ یا واسطے اظہار تعظیم مسند الیہ کے یا اہانت کے جبکہ اسم مسند الیہ تعظیم پر دلالت کرتا ہو یا اہانت پر
جیسے امیر المومنین حاضر السارق اللئیم حاضر اَوِ التَّبَرُّکِ بِذِکْرِہٖ یا واسطے تبرک کے ذکر میں جیسے النبی
صلی اللہ علیہ وسلم قائل ھذا القول اَوِ اسْتِلْذَاذِہٖ یا واسطے کہ نام لینے میں مزہ آتا ہے الحبیب حاضر
اَوْ بَسْطِ الْکَلَامِ حَیْثُ الْاِصْغَاءُ مَطْلُوْبٌ یا واسطے شرح وبسط کلام کے ایسے موقع پر کہ جہاں سامع سے گفتگو کرنا
اسکی عظمت یا محبت کیوجہ سے متکلم کو منظور ہو چنانچہ اسی سے سلسلہ کلام دوست واحباب سے دراز کیا جاتا ہے

تاکہ دیر تک لطف اور مزہ حاصل ہو نحو قولہ تعالیٰ ہِیَ عَصَایَ اَتَوَکَّؤُ عَلَیْہَا الخ جیسے موسیٰ علیہ السلام
کی گفتگو اس قول مین یعنی موسیٰ علیہ السلام سی خداوند کریم نی سوال کیا کہ ای موسیٰ تمھاری ہاتھ مین یہ
کیا ہی تو جواب صرف اتنا کافی تھا کہ عصا ہی مگر آپنی کلام کو طویل کیا کہ یہ میری لاٹھی ہی مین اسپر تکیہ لگاتا
ہون اور اس سی درختو نکے پتی گراتا ہون بکریون کیلئے اور کبھی ذکر مسند الیہ کا تبطر تہویل و تخویف ہوتا
ہی جیسے السلطان یامرہ یا تعجب جیسے الصبی یقاوم الاسد۔ یا اشہاد فی القضیہ جیسے زید عالم ہذا
جاننا چاہیی کہ صور مذکورہ وقت قیام قرینہ کی راجح ہین اور اگر قرینہ کسی صورت مین مفقود ہو گیا
تو اسوقت ذکر مسند الیہ واجب ہو جاویگا نہ صرف راجح و اولیٰ وَاَمَّا تَعْرِیْفُہٗ اور مسند الیہ کا معرفہ
لانا کئی طرح ہوتا ہی اور معرفہ اسکو کہتی ہین جو وضع کیا گیا ہو واسطے ذات معینہ کی اور اقسام معرفہ ضمائر
و موصول و اسم اشارہ و علم و مضاف و معرف باللام ہین سب کی فوائد بالترتیب مصنف بیان کرتے
ہین اور مصنف نے بیان تعریف کو تنکیر سی مقدم لائی اور مسند مین بالعکس کیا وجہ اسکی یہ ہی کہ مسند الیہ
مین تعریف اصل ہی اور مسند مین تنکیر بِالْاِضْمَارِ لِاَنَّ الْمَقَامَ لِلتَّکَلُّمِ اَوِ الْخِطَابِ اَوِ الْغَیْبَۃِ مسند الیہ کو مضمر
اسجگہ لاتی ہین جہان موقع تکلم ہو جیسے اَنَا ضَرَبْتُ یا خطاب جیسے اَنْتَ ضَرَبْتَ یا غائب جیسے زَیْدٌ ضَرَبَ اور ضمیر
غائب مین تقدم ذکر مرجع ضروری ہی یا لفظًا خواہ تحقیقًا ہو یا تقدیرًا جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ غُلَامَہٗ وَضَرَبَ غُلَامَہٗ
زَیْدٌ یا معنًی خواہ لفظ دلالت کری یا قرینہ جیسے اِعْدِلُوْا ہُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی اَوْ لِاَبَوَیْہِ لِکُلِّ وَاحِدٍ یا حکمًا
جیسے ضمیر شان و ضمیر قصہ و ضمیر رُبَّہٗ وَاَصْلُ الْخِطَابِ اَنْ یَّکُوْنَ لِمُعَیَّنٍ۔ اور اصل خطاب معین کیلئے ہی
خواہ شخص واحد ہو یا کثیر کیونکہ وضع معارف مین اصل استعمال فی المعین ہی اور دوسری وجہ یہ ہے
کہ خطاب کے معنی ہین توجیہ الکلام الی حاضر پس لامحالہ معین ہوگا وَقَدْ یُتْرَکُ اِلٰی غَیْرِہٖ لِیَعُمَّ کُلَّ
مُخَاطَبٍ اور کسی مصلحت سی خطاب کو عام کر دیا جاتا ہی تاکہ ہر مخاطب کو علی سبیل البدل شامل ہووے
نحو وَلَوْ تَرٰی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاکِسُوْا رُءُوْسِہِمْ عِنْدَ رَبِّہِمْ اَیْ تَنَاہَتْ حَالُہُمْ فِی الظُّہُوْرِ فَلَا یَخْتَصُّ
بِہٖ مُخَاطَبٌ جیسے تو تری سی کوئی خاص معین مخاطب مراد نہین تاکہ اچھی طرح انکی رسوائی حال ہو کیونکہ

اہل محشر پر انکا حال اسقدر روشن ہوگیا ہی کہ اب پوشیدہ رکھنا محال ہی بلکہ ہر شخص جس سے رویت ممکن ہی وہ اس خطاب مین داخل ہی اور بعض نسخون تلخیص مین فلا یختص (بہا) ہی ضمیر مونث کیساتھ بجائے بہ کے پس مذکر کیصورت مین ضمیر مخاطب کیطرف عائد ہوگی اور مونث کیصورت مین رویۃ حالہم یا بحذف مضاف رویۃ مخاطب کیطرف راجع ہی

وَ بِالْعَلَمِیَّۃِ لِاِحْضَارِہٖ بِعَیْنِہٖ فِی ذِہْنِ السَّامِعِ اِبْتِدَاءً بِاسْمٍ مُخْتَصٍّ بِہٖ

اور مسند الیہ کو تعریف علمی مین اسوقت لاتے ہین جب احضار مسند الیہ کا بشخصہ ابتداءً ذہن سامع مین اسم خاص کیساتھ لانا منظور ہو اور علم اسکو کہتے ہین کہ جسکی وضع شی معین کیلئے ہو بلحاظ جمیع مشخصات اور علم کو بقیہ معارف سے اسلئے مقدم لائے کہ یہ اسمے اعرف ہی (فوائد قیود) قید بعینہ سے اسم جنس خارج ہوگیا جیسے رجل عالم جاءنی اور ابتداءً یعنی اول مرتبہ اس سے خارج ہوگئی ضمیر غائب کیونکہ اسمین احضار ثانوی ہوتا ہی جیسے جاءنی زید وہو راکب اور قید مختص بہ سے خارج ہوگیا وہ احضار جو ضمیر متکلم و ضمیر مخاطب و اسم اشارہ و اسم موصول و معرف بلام عہد و اضافت سے ہوتا ہی اور ان قیود سے مقام علمیت کی تحقیق مقصود ہی نہ جامع مانع ہونا تعریف کا ورنہ اگر یہ مراد ہوتی تو قید اخیر سب سے کافی تھی اور بعضے کہتے ہین کہ ابتداءً کی قید لگانے سے احتراز ہوا اس احضار سے جو بشرط تقدم ذکر ہوتا ہی جیسے ضمیر غائب و معرف بلام عہد کیونکہ معہود و مرجع کا ذکر مقدم ہونا شرط ہی اور ایسے ہی موصول کا کیونکہ اسمین بھی علم بالصلہ کا تقدم شرط ہی مگر یہ کہنا انکا درست نہین اسلئے کہ جمیع طرق تعریف کا یہی حال ہی حتی کہ علم مین بھی تقدم علم بالوضع شرط ہی لہذا تعین کی خصوصیت لغو ہی نحو قُلْ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ لفظ اللہ اصل مین الالٰہ تھا بوجہ کثرت استعمال کے ہمزہ حذف کردیا گیا اور اس کے عوض مین حرف تعریف لایا گیا اور اصل مین الٰہ بروزن فعال بمعنی مفعول ہی یعنی مالوہ ای معبود اب ذات واجب الوجود خالق للعالم کا علم شخصی قرار دیا گیا ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ یہ اسم ہی مفہوم واجب الوجود یا مستحق العبودیہ کا اور یہ ایک مفہوم کلی ہی جو منحصر ہی فی فرد واحد لہذا علم نہین ہی لان مفہوم العلم جزئی مین کہتا ہون کہ اس تقریر مین نظر ہی اسواسطے کہ ہم مفہوم کلی کا اسم نہین تسلیم کرتے کیونکہ سبھون کا اجماع ہی اسپر کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کلمہ توحید ہی اور اگر اللہ مفہوم کلی مانا جاوے تو یہ کلمہ مفید توحید واجب کو نہوگا

کیونکہ کلی مین حیث کلی مین احتمال کثرت ہی لہذا انحصار فی فرد واحد اس احتمال کے منافی نہین اَوْ تَعْظِیْمٍ
اَوْ اِهَانَةٍ یا جسجگہ مسند الیہ کی تعظیم یا اہانت منظور ہو وہان القاب مدحیہ یا ذمیہ لاتی ہین جیسے جَاءَ عَلِیٌّ وَهَرَبَ
اِبْلِیْسُ یا واسطے کنایہ اسے معنو نکے جو علم سے نکلتے ہون جیسے اَبُوْ لَهَبٍ فَعَلَ کَذَا کنایہ ہے جہنمی سے باعتبار
وضع اول کے یعنی مفہوم اضافی جسکے معنی ملازم النار ہین اسکو جہنمی ہونا لازم ہی لہذا باعتبار وضع
اول کے ملزوم سے استعمال لازم کیطرف پایا گیا جو کنایہ کی شرط ہی اور اتنا ہی کافی ہے کنایہ کے تحقق کیلئے اور بعضون
نے کہا ہے کنایہ کے معنی بیان صرف اسقدر ہے کہ جَاءَ حَاتِمٌ سے مراد جَاءَ جَوَادٌ ہے اور رَئِیْتُ اَبَا لَهَبٍ سے مراد رئیت
جہنمیا ہے نہ شخص معہود کیونکہ حاتم کو جواد لازم ہی اور ابولہب کو جہنمی ہونا لازم ہی اور اس قول مین نظر ہی وہ یہ کہ
اس صورت مین استعارہ ہے نہ کنایہ جیسے عنقریب آویگا اور بالفرض اگر قائل کا کہنا مانا جاوے تو اس قول
مین بھی کنایہ ہونا چاہیے مثلاً کسی کافر کیطرف اشارہ کرکے کہین فَعَلَ کَذَا هٰذَا الرَّجُلُ یا کہین اَبُوْ جَهْلٍ
فَعَلَ کَذَا حالانکہ کوئی اسکا قائل نہین بلکہ سب استعارہ مانتے ہین اور نیز اس قائل کی رد مین صاحب
مفتاح کی عبارت بعد تمثیل بالکنایہ کافی ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَهَبٍ کے بعد ولاشك
ان المراد به الشخص المسمی لا کافر اخر یعنی ابولہب سے مراد شخص مسمی معہود ہے نہ کافر دوسرا فثبت انه کنایة
۱۷ استعارۃ اَوْ اِیْهَامُ اِسْتِلْذَاذِہٖ یا نام لینے مین مزہ آتا ہی جیسے شعر بِاللّٰهِ یَا ظَبْیَاتِ الْقَاعِ قُلْنَ لَنَا:
اَلَیْلَایَ مِنْکُنَّ اَمْ لَیْلٰی مِنَ الْبَشَرِ: یعنی اے جنگل کی ہرنیو بتاؤ ہم سے کیا میری لیلیٰ تمسے ہے یا لیلیٰ انسانون
سے ہے لیلیٰ کا نام دو مرتبہ لیا گیا ہی بوجہ فرط محبت کے اَوِ التَّبَرُّكِ بِهٖ اَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ یا واسطے تبرک کے جیسے اَللّٰهُ
الْهَادِیْ وَمُحَمَّدٌ الشَّفِیْعُ یا واسطے نیک فالی یا بد فالی یا مضبوطی کے جیسے سَعْدٌ فِیْ دَارِكَ وَسَفَّاكٌ
فِیْ دَارِ صَدِیْقِكَ وابو حنیفة فعل کذا اَلَّذِیْ وَبِالْمَوْصُوْلِیَّةِ لِعَدَمِ عِلْمِ الْمُخَاطَبِ بِالْاَحْوَالِ الْمُخْتَصَّةِ بِهٖ
سِوَی الصِّلَةِ کَقَوْلِكَ الَّذِیْ کَانَ مَعَنَا اَمْسِ رَجُلٌ عَالِمٌ اور مسند الیہ کو موصول اسجگہ لاتے ہین جسجگہ مخاطب
کو احوال مختصہ مسند الیہ کا علم نہو سوا صلہ کے مثلاً کہین جو شخص کل ہمارے ساتھ تھے وہ رجل عالم و فاضل
ہے ف صلہ کا اطلاق چند معنو پر آتا ہے صلہ نحوی صلہ لغوی صلہ بمعنی زائد صلہ بمعنی عطا صلہ رحمی اور عدم

علم متکلم یا عدم علم متکلم و مخاطب دونونکی صورت کو نہین بیان کیا کیونکہ وہ دونون صورتین نادر الوقوع اور قلیل المنفعت ہین جیسے الذین فی بلاد الشرق لا اعرفہم او لا نعرفہم یعنے مشرق کی شہر والونکو مین نہین پہچانتا ہون یا ہم نہین جانتی او استہجان التصریح بالاسم او زیادۃ التقریر نحو راودتہ التی ہو فی بیتہا عن نفسہ یا اسجگہ کہ مسند الیہ کا نام لینا مکروہ ہو جیسے الذی یخرج من احد السبیلین ناقض الوضوء یا اسجگہ جہان غرض کلام کی تاکید و تقریر مقصود ہو اور التقریر مین الف لام عوض ہی مضاف الیہ محذوف کا ای تقریر الغرض المسوق لہ الکلام اور کسی نے کہا ہے کہ مضاف الیہ محذوف وہ مسند ہے اور کسی نے کہا ہے کہ مسند الیہ ہے اور صحیح اول ہے اور راودتہ مین ضمیر منصوب کا مرجع یوسف ہین التی اسم موصول فاعل راودت کا ہو مبتدا اور فی بیتہا ظرف مستقر خبر مبتدا خبر ملکر صلہ ہوا موصول صلہ سے ملکر فاعل ہوا فعل کا اور عن نفسہ ظرف لغو متعلق ہے راودت کے پس فعل نے فاعل و متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ ہوا اور مراودت بروزن مفاعلت ماخوذ ہے راد یرود سے بمعنے جاء و ذہب یعنی آنا جانا اور آیت مین بمعنی مخادعت کی ہے یعنی فریب دیکر مطلب برآری کرنا پس غرض کلام کی بہانپر طہارت اور پاکدامنی یوسف علیہ السلام کی بیان کرنا منظور ہے اور یہ عبارت اس مطلب پر بخوبی دلالت کرتی ہے بہ نسبت اسکی کہ اسجگہ امرأۃ العزیز یا زلیخا کہا جاتا کیونکہ کسی کی گھر مین رہکر حصول مراد بہت جلد ممکن ہے اور باوجود اس تمکن اور قدرت کی کوئی فعل ناشایستہ سے بچے تو یہ اسکی غایت درجہ کی طہارت و نزاہت کی روشن دلیل ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ بیان تقریر مراودت کی ہے لما فیہ من فرط الاختلاط والالفۃ اور بعضون نے کہا کہ تقریر مسند الیہ کی ہے بوجہ ابہام امرأۃ العزیز کے یا اشتراک اسم زلیخا کی کہ نہ معلوم کون عورت عزیز کی مراد ہے یا کونسی زلیخا ہے والاصح انہ تقریر الغرض اور یہ آیت زیادۃ تقریر اور استہجان دونونکی مثال ہے کما ہو المفہوم من المفتاح او التفخیم نحو فغشیہم من الیم ما غشیہم یا جس مقام مین تعظیم و تخویف منظور ہو جیسے ڈھانک لیا انکو جس چیز نے کہ ڈھانکا دریا سے اس قول مین ما موصولہ فاعل ہے غشی اول کا اور من الیم بیان ہے مقدم ما کا او تنبیہ المخاطب علی خطاء یا واسطے آگاہ کرنے مخاطب کے اسکی خطا پر نحو شعر ان الذین ترونہم اخوانکم

يَشْفِي غَلِيلَ صُدُورِهِمُ أَنْ تُصْرَعُوا پتروہم لضم التار بمعنی آنطفو ہم الغلیل سوزش پیاس یاشدت غیظ
تُصْرَعُوا صیغہ مجہول بمعنی ہلاک النفس یاہلاک الاموال ای تہلکوا یا تصابوا بالحوادث یعنی وہ
لوگ جنکو تم اپنا برادر گمان کرتے ہو وہ تمہاری ہلاکت یا نقصان مال سے شفاء قلبی پاتے ہین اور کہتے ہین
کہ اچھا ہوا کہ انکا جانی یا مالی نقصان ہوا لہذا شاعر نے انکی خطا پر انھین آگاہ کردیا ہے بذریعہ موصول
اور یشفی خبر ہے ان کی اور موصول کیجگہ پر اگر ان القوم الفلانی یشفی الخ کہا جاتا تو یہ تنبیہ مذکور نہ حاصل
ہوتی اَوِ الْإِيمَاءِ إِلَى وَجْهِ بِنَاءِ الْخَبَرِ نَحْوُ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ
دَاخِرِينَ یا اشارہ ہو وجہ بنائے خبر کیطرف اور وجہ کے معنی طرز و طریقہ کے ہین کہا جاتا ہے عملت ھذا العمل
علی وجہ عملک ای علی طرزہ و طریقتہ یعنی موصول وصلہ کو لایا جاوے تاکہ آنیوالی خبر پہلے ہی معلوم ہوجاوے
کہ کس قسم کی ہوگی آیا بطور مدح ہوگی یا ذم یا بطور ثواب ہوگی یا عقاب جیسے اللہ تعالی کے اس قول ان
الذین یستکبرون مین ایماء ہے بقرینہ صلہ کے کہ خبر آنیوالی از جنس عقاب و اذلال ہے اور وہ قول سیدخلون
الخ ہے ترجمہ جو لوگ میری عبادت سے منکر اور اعراض کرتے ہین وہ عنقریب ذلت اور خواری کیساتھ جہنم
مین داخل ہونگے۔ استکبار عن العبادۃ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انکا انجام اچھا نہو گا اور وجہ کی تفسیر علت
اور اسکے سبب کیساتھ بیان کرنا بالکل خطا ہے لعدم اطرادہ فی الامثلۃ الباقیۃ اگرچہ آیت کریمہ مین
یہ تفسیر بھی درست ہے کیونکہ یہاں پر دخول جہنم کیلئے استکبار عن العبادۃ علت و سبب ہے ثُمَّ إِنَّهُ رُبَّمَا
جُعِلَ ذَرِيعَةً إِلَى التَّعْرِيضِ بِالتَّعْظِيمِ لِشَأْنِهِ نَحْوُ۔ انہ کا مرجع ایماء الی وجہ البناء خبر ہے نہ صرف مسند الیہ
کا موصول ہونا جیسا کہ بعض اوہام اسطرف گئے ہین یعنی کبھی ایماء مذکور وسیلہ ہوتی ہے واسطے بیان تعظیم
شان خبر کے جیسا کہ شاعر کے اس قول مین شعر إِنَّ الَّذِي سَمَكَ السَّمَاءَ بَنَى لَنَا ۔ بَيْتًا دَعَائِمُهُ أَعَزُّ
أَطْوَلُ سمک بمعنی رفع بیت سے مراد خانہ کعبہ یا بیت الشرف والمجد ہے یعنی خاندان اور اعزاز۔ واطول اسم
تفضیل کے صیغے ہین اور مفضل علیہ محذوف ہے اور مستعمل ہین مقدرہ کیساتھ مثل اللہ اکبر کے ای اکبر
من کل شئ قولہ ان الذی سمک السماء مین جو مسند الیہ ہے وہ ایماء اور اشارہ ہے اسبات کیطرف کہ

آنیوالی خبر مین بلندی و رفعت پائی جائیگی اور پھر اسمین تعریض یا تعظیم شان بیت کی پائی جاتی ہے
کیونکہ اس بیت کی رفعت اس ذات کیطرف سے ہے کہ جسنے اتنا بڑا بلند آسمان پیدا کیا ہے ترکیب اِنَّ
حرف مشبہ بفعل الذی تا سمک مسند الیہ موصول اسم انّ سمک فعل با فاعل السماء مفعول بہ بنی فعل با فاعل
لنا ظرف لغو متعلق فعل بیتاً موصوف دعائمہ مبتدا اعزّ و اطول خبر مبتدا اپنی خبر سے ملکر صفت موصوف
اپنی صفت سے ملکر مفعول بہ لہذا جملہ بنکر خبر واقع ہوا انّ کا یعنی وہ ذات کہ جسنے آسمان کو رفعت بخشی ہے
اسی ذات نے ہمارے لئے خانہ کعبہ یا ایسا خاندان بنایا ہے کہ جسکے ستون بہت با عزت و طویل ہین اورون
سے اَو شَانِ غَیرِہٖ نحو الَّذِینَ کَذَّبُوا شُعَیبًا کَانُوا ھُمُ الخَاسِرِینَ اور کبھی اشارہ ہوتا ہے سوائے خبر
کے کسی اور شی کی تعظیم شان کیطرف جیسا اللہ تعالی کا اس قول مین یعنی جن لوگون نے حضرت شعیب علی نبینا و
علیہ السلام کی تکذیب کی وہ ضرور خسارے اور نقصان مین ہین اَو کا عطف ہے ذریعۃً پر اور شان سے پہلے
لفظ تعظیم محذوف ہے شان غیرہ مین ضمیر مجرور راجع ہے خبر کیطرف الذین کذبوا موصول با صلہ مسند الیہ
شعیباً مفعول بہ ہے پس اس قول مین ایماء ہے اسبات کیطرف کہ اس مسند الیہ کی خبر از قبیل خیبت و خسران
ہے اور اسمین تعظیم شان ہے شعیب علیہ السلام کی جو خبر کا غیر ہے یعنی مفعول بہ ہے اور کبھی صلہ موصول ذریعہ
اہانت شان خبر کے ہوتے ہین نحو ان الذی لا یحسن معرفۃ الفقہ قد صنف فیہ کتاباً یعنی وہ شخص جسکو اچھی طرح
علم فقہ نہین آتا اسنے فقہ مین کتاب تصنیف کی ہے پس ایسے مصنف اور ایسی تصنیف کی کیا وقعت ہو سکتی
ہے اور کبھی واسطے اہانت غیر خبر کے صلہ موصول لایا جاتا ہے جیسا اس قول مین الذی تبع الشیطان فہو
خاسر لفظ شیطان ترکیب مین مفعول واقع ہے جو کہ خبر کا غیر ہے اور کبھی تحقیق خبر کیلئے لایا جاتا ہے صلہ
موصول یعنی وہ محقق و ثابت ہے جیسا اس شعر مین اِنَّ الَّتِی ضَرَبَت بَیتًا مُہَاجِرَۃً ؛ بِکُوفَۃِ الجُندِ غَالَت
وُدَّہَا غُولُ ؛ یعنی کوفۃ الجند مین گھر بنانا اور اسکی طرف ہجرت کر کے جانا اسمین اشارہ ہے کہ آئندہ آنیوالی
خبر زوال محبت و انقطاع مودت کی خبر دے رہی ہے پس گویا وہ ایماء محقق اور ثابت ہوگئی خبر کیلئے کانہ
برھان علیہ اور یہی معنی مین تحقیق الخبر کے اور یہی تحقیق الخبر مقصود ہے انّ الذی سمک اور ایسے ہی

آن الذین تردنھم الخزمین کیونکہ رفع السمار مین تحقیق اور تثبیت بنائے بیت ضروری نہین ہے یعنی
مہاجرت اوطان کو زوال محبت لازم ہے لیکن بنائے بیت لازم نہین ہے رفع سمار کو قطھر الفرق بین
الایماء وتحقیق الخبر ترجمہ شعر یعنی جس عورت نے کوفتہ الجند مین جا کر گھر بنا لیا گویا اسنے محبت
وتعلق کو مجسے ہٹا لیا ہے اور کبھی موصول لانے سے مقصود تعظیم یا تحقیر یا ترحم وغیرہ پر آمادہ کرنا ہوتا ہے جیسا
جاءک الذی اکرمک او اھانک او الذی سبی اولادہ ونھب اموالہ یعنی تمھارے پاس وہ
شخص آیا ہے کہ جسنے تمھاری تعظیم یا اہانت کی تھی یعنی تم بھی ویسے ہی کرو اس سے یا آیا ہے وہ شخص کہ جسکی اولاد
قید کر لیگئی اور سارا مال لوٹ لیا گیا ہے یعنی اسکے حال پر رحم کرو اور کبھی تہکم کیلئے آتا ہے جیسا یَا اَیُّھَا الَّذِی
نُزِّلَ عَلَیْہِ الذِّکْرُ اِنَّکَ لَمَجْنُوْنٌ۔ اے وہ شخص کہ اتار اگیا ہے تمھارے اوپر قران تم یقینًا مجنون ہو یعنی نزل
علیہ الذکر کہہ کر جنون کیساتھ حکم لگانے مین سخت استھزا ہے وَبِالْاِشَارَۃِ لِتَمْیِیْزِہٖ اَکْمَلَ التَّمْیِیْزِ اور مسند الیہ کو
معرف باسم اشارہ اسجگہ لاتے ہین جسجگہ مسند الیہ کی تمیز کامل کسی غرض سے منظور ہو نحو ھٰذَا اَبُو الصَّقْرِ فَرْدًا
فِیْ مَحَاسِنِہٖ ✣ مِنْ نَسْلِ شَیْبَانَ بَیْنَ الضَّالِ وَالسَّلَمِ جیسا اس شعر مین یعنی یہ ممدوح ابو الصقر ہے جو کہ
اپنے محاسن مین یکتا ہے اور وہ قبیلہ شیبان سے ہے جو کہ مقیم ہین درمیان دو درخت ضال وسلم کے یعنی وہ
جنگل ووہات کے باشندے ہین کیونکہ شہریون مین عزت مفقود ہے مین کہتا ہون کہ یہ شاعر کا ذاتی
خیال ہے ورنہ معاملہ بالعکس معلوم ہوتا ہے بہرحال کلیہ نہین ہے وہذا الصقر مبتدا و خبر فردًا حال یا منصوب
علی المدح من نسل خبر بعد خبر شیبان ذو الحال بین الضال والسلم حال اَوِ التَّعْرِیْضِ بِغَبَاوَۃِ السَّامِعِ یا
اسواسطے کہ سامع کی غباوت وبیوقوفی کیطرف اشارہ ہے کہ وہ غیر محسوس کو سمجھتا ہی نہین کقولہ شعر
اُولٰئِکَ اٰبَائِیْ فَجِئْنِیْ بِمِثْلِھِمْ ✣ اِذَا جَمَعَتْنَا یَا جَرِیْرُ الْمَجَامِعُ۔ جیسا یہ قول فرزدق کا کہ اپنے باپ دادا
کے محاسن ومحامد جریر کیمقابلہ مین فخریہ بیان کرتا ہے۔ اے جریر یہ لوگ میرے آبا و اجداد ہین تم بھی
لاؤ ان جیسے جبکہ محافل ومجالس ہم لوگون پر مشتمل ہون کیونکہ عرب کا دستور تھا کہ اظہار مفاخرت
کیلئے سالانہ مجالس منعقد کرتے تھے پس جریر کو غبی خیال کرکے اولائک اسم اشارہ لایا گیا مجنی امر

برای تعجیز الجامع فاعل ہی جمعت کا یا جریر منادی مفرد معرفہ مبنی علی الضم ہی اور اکثر طلبہ امتحان مین جب
ترکیب دریافت کیجاتی ہی تو کہدیتے ہین کہ منادی مضاف منصوب لفظاً ہی اور جب کہا جاتا ہی کہ جمعت
کا فاعل کون ہی تو بین السطور کا حاشیہ دیکھکر کہتے ہین الجامع ہی اور پھر سوال کیا جاتا ہی کہ فاعل تو مرفوع
ہوا کرتا ہی نہ مجرور اور نہ مضاف الیہ جبھی طلبہ تو بیچارے خاموش ہوجاتے ہین اور بعض صاف گو کہتے ہین کہ
پڑھاتے وقت ہمکو اسطرح ترکیب نہین بتلائی گئی ہم کیسے بتائین (سبحان اللہ کیا عمدہ جواب ہی) اَوْ بَیَان
حَالِہٖ فِی الْقُرْبِ اَوِ الْبُعْدِ اَوِ التَّوَسُّطِ کَقَوْلِکَ ھٰذَا اَوْ ذٰلِکَ اَوْ ذَاکَ زَیْدٌ یا واسطے بیان کرنے حالت
مسند الیہ کی قرب یا بعد یا توسط مین اور توسط کا ذکر اخیر مین اس غرض سے لائی ہین مصنف علیہ الرحمۃ کہ توسط
کا تحقق بعد تحقق طرفین کے ہوتا ہی اور نیز اس قسم کے مباحث اہل لغت اور اہل بلاغت مین مشترک ہین
البتہ حیثیت کا فرق ہی اور اس ہی فرق حیثیت سے یہ شبہہ بھی دور ہوجائیگا کہ اسم اشارہ کا قرب وبعد
بتلانا یہ وظیفہ علم لغت کا ہی نہ علم معانی کا وہ حیثیت یہ ہی کہ اہل لغت یون کہتے ہین کہ ھٰذا مثلاً موضوع
ہے قریب کیلئے اور ذاک موضوع ہی متوسط کیواسطے اور ذالک واسطے بعید کے اور علم معانی مین یون کہینگے
کہ جب قرب مسند کا بیان منظور ہو تو ھٰذا کیساتھ لائینگے اور یہ معنی اصل مراد سے زائد ہی جو مقصود ہی علم معانی
مین اور اصل مراد اسکے علاوہ بھی پوری ہو سکتی تھی وہ ثبوت حکم مسند الیہ کیلئے چاہی کسی طریق پر ہو ظرف مثلاً
مذکورہ سے اور اس بحث کا ذکر کرنا یہانپر مقصود نہین ہی بلکہ توطیہ وتمہید ہی واسطے تحقیر وتعظیم کے جو آگی کی عبارت
مین موجود ہی اَوْ تَحْقِیْرِہٖ بِالْقُرْبِ نَحْوُ ھٰذَا الَّذِیْ یَذْکُرُ اٰلِھَتَکُمْ اَوْ تَعْظِیْمِہٖ بِالْبُعْدِ نَحْوُ ذٰلِکَ الْکِتَابُ
اَوْ تَحْقِیْرِہٖ کَمَا یُقَالُ ذٰلِکَ اللَّعِیْنُ فَعَلَ کَذَا یا واسطے تحقیر مسند الیہ کے اسم اشارہ قریب آتا ہی جیسا
قول اللہ کا یہی تمھارے بتونکو عیب لگارہے ہین پس ھٰذا سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تحقیر مقصود تھی
کفار کو اور ایسا ہی اسم اشارہ بعید کبھی واسطے تعظیم مسند الیہ کے ہوتا ہی اور کبھی واسطے تحقیر کے جیسا ذالک
الکتٰب مین بوجہ بعد درجہ ورفعت مرتبہ کے اسم اشارہ بعید لایا گیا جو بمنزلہ بعد مسافت کے ہی اور ذالک اللعین
مین بوجہ دور ہونیکے مرتبہ عزت ومحل رفعت سے گویا وہ بعید المسافت اعتبار کیا گیا ہی لدنائتہ وخساستہ

اور لفظ ذالک مین صلاحیت اسبات کی ہی کہ ہر غائب کیطرف اشارہ کیا جاوی خواہ عین شئی ہو یا معنی اور بسا اوقات معنی متقدم کو ذالک سی تعبیر کرتی ہین لان المعنی غیر مدرک بالحس کانہ بعید جیسا باللہ العظیم و ذلک قسم عظیم اوالتنبیہ عند تعقیب المشار الیہ باوصاف علی انہ جدیر بما یرد بعدہا ہین جلہا اور کبھی مسند الیہ کو اسم اشارہ کیساتھ اس غرض سی لاتی ہین کہ بوقت وقوع مشار الیہ کا اوصاف کے بعد تنبیہ ہوا سبات پر کہ جو حکم بعد اسم اشارہ کی آئیگا مشار الیہ اسکا مستحق ہی بسبب ان اوصاف مذکورہ کے تعقیب کی معنی ایراد الاوصاف علی عقب المشار الیہ کی ہین کہا جاتا ہی عقبہ فلان اذا جاء علی عقبہ اور جب با کیساتھ تعدیہ ہوگا مفعول ثانی کیطرف تو یون کہینگے عقبتہ بالشئی اذا جعلت الشئی علی عقبہ پس اس بیان سی معلوم ہوگیا کہ جسنی تعقیب لمشار الیہ کی معنی جعل اسم الاشارۃ لعقب لاوصاف بیان کئی ہین وہ فاسد ہی علی جار متعلق ہی تنبیہ کی ساتھ انہ مین ضمیر راجع ہی مشار الیہ کیطرف اور بعدہ کی ضمیر راجع ہی اسم اشارہ کیجانب من اجلہا متعلق ہی جدیر کیساتھ اور ضمیر مونث راجع ہی اوصاف کیطرف نحو اولئک علی ھدی من ربہم واولئک ھم المفلحون اس سی قبل مشار الیہ یعنی الذین یومنون کو چند اوصاف کیساتھ ذکر فرمایا یعنی الایمان بالغیب واقامۃ الصلوۃ وغیر ذالک اور اسکے بعد مسند الیہ کو ضمن مین تعریف اسم اشارہ کی لایا گیا واسطی تنبیہ کرنیکے اسبات پر کہ مشار الیہ سزاوار ہی اس حکم کا جو بعد اولئک کی آنیوالا ہی بسبب اوصاف مذکورہ کی یعنی وہ حکم یہ کہ وہ لوگ دنیا مین ہدایت پر ہین اور آخرت مین نجاح و فلاح پائینگے وباللام للاشارۃ الی معہود اور کبھی مسند الیہ کو الف لام کیساتھ لاتی ہین تاکہ معہود اور معلوم خارجی کیطرف اشارہ ہو اور معہود سی حصہ حقیقت کا مراد ہی جو متکلم اور مخاطب کو معلوم ہو اور وہ حصہ مین الحقیقت عام ہی واحد ہو یا تثنیہ یا جماعت مثلاً عہدت فلانا جب کہتی ہین کہ جسوقت فلان سے لقا رحاصل ہو اور تمام تعریف کیلئے معہود کا متقدم ہونا ضروری ہی خواہ صراحۃً ہو یا کنایۃً جیسے ضمیر غائب مین تقدم مرجع کا ضروری ہی نحو ولیس الذکر کالانثی معنی عبارت کا یہ ہوا کہ لیس الذکر الذی طلبت امراۃ عمران کالانثی التی وھبت تلک الانثی لہا ای لامراۃ عمران یعنی نہین وہ لڑکا کہ

جسکو امراۃ عمران نے طلب کیا تھا مثل اس لڑکی کے جو انھین ہبہ کیگئی اس آیت مین ذکر تقدم معہود کا
صراحۃ و کنایۃ دونون طرح موجود ہے پس الانثی مین سابق مذکور صریح کیطرف اشارہ ہے اللہ تعالی کے
قول قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُہَا اُنْثٰی مین البتہ مسند الیہ کی مثال نہین ہے اور الذکر اشارہ ہے سابق مذکور
کنایۃ کیطرف اس قول رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا مین لفظ ما اس قول مین اگرچہ عام
ہے مذکر اور مؤنث کو مگر بقرینہ تحریر جسکے معنی یہ مین کہ بیت المقدس کی خدمت کیواسطے آزاد کرتی ہون وہ
غرض سوائے لڑکے کے لڑکی مین نہین پائی جاتی لہذا ما سے مراد مذکر ہے نہ مؤنث اور یہ مثال مسند الیہ کی
ہے کیونکہ الذکر اسجگہ لیس کا اسم ہے اور کبھی کبھی علم مخاطب کا معنی ہوتا ہے تقدم ذکر معہود سے مثلًا یون کہین
خرج الامیر یہ اوسوقت ہے جب شہر مین امیر ایک ہی ہو او الی نفس الحقیقۃ یا اشارہ ہو نفس حقیقت و
مفہوم مسمی کیطرف بغیر اعتبار صدق علی الافراد کے کقولک الرَّجُلُ خَیْرٌ مِّنَ الْمَرْأَۃِ جیسا قول تمہارا کہ
نفس حقیقت رجل بہتر ہے نفس ماہیت عورت سے اگرچہ بعض افراد عورت مین خیریت پائی جاتی ہو بہ نسبت
افراد رجل کے مگر تاہم حقیقت رجولیت خیر ہے حقیقت عورت سے وَقَدْ یَأْتِیْ لِوَاحِدٍ بِاعْتِبَارِ عَہْدِیَّتِہٖ
فِی الذِّہْنِ اور کبھی آتا ہے معرف بلام حقیقت واحد کیلئے باعتبار حضور فی الذہن کے یعنی اطلاق
کیا جاتا ہے معرف بلام حقیقت کا جو موضوع ہے حقیقت متحدہ فی الذہن کیلئے فرد موجود من الحقیقت پر جیسے
کلی طبعی کا اطلاق کیا جاتا ہے اسکی ہر ہر جزئی پر اور یہ اطلاق اوسوقت ہے کہ جب کوئی قرینہ دلالت کرے
کہ نفس حقیقت من حیث ہی ہی مراد نہین بلکہ من حیث الوجود ہے اور یہ بھی من حیث وجود الحقیقت
فی ضمن جمیع الافراد مراد نہین بلکہ من حیث البعض مراد ہے کقولک اُدْخُلِ السُّوْقَ حَیْثُ لَا عَہْدَ فِی الْخَارِجِ
جیسا اس قول مین کہ داخل ہو سوق مین جہان کہ سوق و بازار متعین ہو خارج مین اور عہد ذہنی کی مثال
یہ بھی لاتے ہین قول اللہ تعالی مین وَاَخَافُ اَنْ یَّاْکُلَہُ الذِّئْبُ کیونکہ خارج مین کوئی ذئب معہود نہین ہے
وَفِی الْمَعْنٰی کَالنَّکِرَۃِ اور یہ لام تعریف معنی نکرہ کے حکم مین ہے اگرچہ لفظًا اوسپر معرفہ کے احکام جاری ہونگے
مثلًا مبتدا یا ذوالحال یا صفت معرفہ یا موصوف بالمعرفہ ہونا واقع ہوگا اور مصنف نے کالنکرہ اسواسطے کہا کہ این

اور نکرہ مین کچھ تفاوت ضرور ہے وہ یہ کہ نکرہ کا معنی ہے حقیقت کا بعض حصہ غیر معین اور اسکے معنی
نفس حقیقت کے ہین البتہ بعضیت قرینہ سے مستفاد ہوتی ہے جیسا الدخول والاکل وغیرہ پس حاصل
یہ ہے کہ مجرد عن اللام اور معرف باللام بالنظر الی القرینہ دونون برابر اور متساوی الاقدام ہین اور
بالنظر الی نفسهما دونون مختلف ہین اور چونکہ یہ نکرہ کے حکم مین ہے معنیً تو اس کیساتھ نکرہ کا سا معاملہ کیا
جاتا ہے یعنی اسکی صفت جملہ لائی جاتی ہے جیسے نکرہ محضہ کی صفت جملہ آتی ہے جیسا قول شاعر مین (ع)
وَلَقَدْ اَمُرُّ عَلَی اللَّئِیْمِ یَسُبُّنِیْ اسمین اللئیم موصوف اور یسبنی صفت واقع ہے قَوْلُہٗ یُفِیْدُ الْاِسْتِغْرَاقَ
نَحْوُ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اور کبھی معرف بلام حقیقت فائدہ استغراق بخشتا ہے جیسا اس قول مین یعنی
تحقیق ہر فرد انسان کا خسارہ مین ہے یہان بھی اشارہ حقیقت کیطرف ہے لیکن نہ من حیث ہی ہی اور نہ من
حیث التحقق فی ضمن بعض الافراد بلکہ باعتبار تحقق الحقیقۃ فی جمیع الافراد اور قرینہ استغراق کا صحت استثنار
متصل ہے جیسکے لیے مستثنیٰ کا دخول مستثنیٰ منہ مین شرط ہے بوقت عدم ذکر مستثنیٰ کے پس قید یائی اور وقد لفید
مین ضمیرین جب معرف بلام حقیقت کیطرف راجع ہوئین جیسا ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ لام عہد ذہنی
اور لام استغراق وہ در اصل لام حقیقت اور لام جنسی ہین مگر مقام اور قرینہ کے لحاظ سے فرد معہود فی الذہن اور جمیع
افراد ارادہ کیگئی ہین یعنی مرور حقیقت لئیم پر عقلاً ممتنع ہے اور استغراق فی الآیۃ اقرینہ صحت استثناء ہے اور لام حقیقت
مین اعتبار حضور ذہنی کا ضروری ہے تاکہ اسم جنس نکرہ سے ممتاز ہوجاوی جیسا الرُّجْعٰی وَرُجْعٰی اور جب حضور
ذہنی لام حقیقت مین معتبر ہوا اور حالانکہ عہد خارجی مین بھی حضور ذہنی معتبر ہے تو وجہ امتیاز کی اندو نون
مین یہ ٹھریگی کہ لام عہد خارجی مین اشارہ حصہ معینہ من الحقیقۃ کیطرف ہوتا ہے خواہ ایک ہو یا دو یا جماعت
اور لام الحقیقت مین اشارہ ہوتا ہے نفس حقیقت من حیث ہی ہی کیطرف مع قطع النظر عن الافراد وجہ حصر
اقسام لام کی یہ ہے کہ لام تعریف مین مقصود نفس ماہیت ہوگی یا افراد اول کو لام الجنس ولام الطبیعت کہتے ہین
اور ثانی مین کل افراد مراد ہونگی یا بعض اول کو لام استغراق کہتے ہین اور ثانی نیز دو حال سے خالی نہین یا بعض
معین بین المتکلم والمخاطب مراد ہوگا یا نہ اول کو لام عہد خارجی اور ثانی کو لام عہد ذہنی کہتے ہین اور لام تعریف

کے اقسام اور مفصل بحث تہذیب النحو مین ملاحظہ فرمایئے وَھُوَ ضَعِیفٌ بانٍ حقیقی نحو عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّہَادَۃِ
اَیْ کُلِّ غَیْبٍ وَشَہَادَۃٍ وَعُرفی نحو جَمَعَ الْاَمِیْرُ الصَّاغَۃَ اَیْ صَاغَۃَ بَلَدِہٖ اَوْ مَمْلَکَتِہٖ اور وہ استغراق
مطلقاً دو قسم ہی حقیقی و عرفی حقیقی اسکو کہتے ہین کہ مدلول لفظ بحسب اللغت کا ہر فرد ارادہ کیا جائے جیسا
اس قول مین کہ اللہ تعالی ہر فرد غیب و شہادۃ کو جاننے والا ہی اور عرفی اسکو کہتے ہین کہ باعتبار استفاہم
عرف کے مفہوم لفظ کا ہر فرد مراد ہو جیسا اس مثال مین کہ امیر نے شہر یا ملک کے سب سونارونکو جمع کیا
ہی نہ ساری دنیا کے سونار مراد ہین جاننا چاہئے کہ یہ مثال مذہب مازنی کی بنا پر ہو سکتی ہی ورنہ اورونکے
نزدیک اسم فاعل مین لام موصول اسمی ہوتا ہی نہ حرفی جو استغراق بن سکے اور اس قول مین نظر ہی وہ یہ کہ
خلاف مین انحات اسوقت ہی جب اسم فاعل بمعنی حدوث ہو نہ بمعنی ثبوت جیسا المؤمن والکافر والعالم والجاہل
والبالغ مین لام تعریف ہی لعدم الحدوث فیہا اور توجیہ یہ بیان کرتے ہین کہ یہ صلہ در اصل فعل ہی بصورت
اسم تین فلا بد فیہ من معنی الحدوث تاکہ یہ اسم فاعل بتاویل فعل بن سکے اور دوسرا جواب یہ ہی کہ استغراق سے مطلق
استغراق مراد ہی خواہ لام تعریف کیساتھ ہو یا اسم موصول کیساتھ اور اسم موصول کبھی استغراق کیلئے آتا ہے
جیسا اَکْرِمِ الَّذِیْنَ یَاتُوْنَکَ اِلَّا زَیْدًا وَاضْرِبِ الْقَائِمِیْنَ اِلَّا عَمْرًا اول مثال اسم موصول صریح کی ہی اور
دوسری مثال الف لام موصول کی اِسْتِغْرَاقُ الْمُفْرَدِ اَشْمَلُ یعنی مفرد کا استغراق زیادہ عام اور شامل ہوتا
ہی مثنی اور مجموع کے استغراق سے خواہ حرف تعریف کیساتھ ہو یا اسکے غیر کے مطلب یہ ہی کہ مفرد شامل ہو گا
واحد واحد کو اور مثنی ہر دو دو کو اور مجموع ہر جماعت جماعت کو بِدَلِیْلِ صِحَّۃِ لَا رِجَالَ فِی الدَّارِ اِذَا کَانَ فِیْہَا
رَجُلٌ اَوْ رَجُلَانِ دُوْنَ لَا رَجُلَ ساتھ دلیل صحت اس مثال کے کہ جب دار مین ایک یا دو رجل ہون تو یون
کہنا درست ہی لا رجال فی الدار مگر لا رجل فی الدار درست نہین ہی لیکن یہ بات نکرہ منفیہ مین تو مسلم ہی مگر
معرف باللام مین تسلیم نہین کیونکہ جمع معرف بلام استغراق ہر ہر فرد کو شامل ہوتی ہی جیسا کہ اکثر ائمہ اصول و
نحو نے اسکو ذکر کیا ہی اور ائمہ تفسیر نے بھی اسکی طرف اشارہ کیا ہی اور اسپر استقرا بھی دال ہی چنانچہ علامہ
تفتازانی نے مطول مین بکثرت وہ آیات و کلام عرب لائے ہین جنسے یہ مدعا بخوبی ثابت ہوتا ہی فلنا بھم قد و

لهذا نقل آیات وکلام عرب کی بیان چندان ضرورت نہین ہو ولا تنافی بین الاستغراق وافراد
الاسم لان الحرف انما یدخل علیہ مجردا عن معنی الوحدۃ اس عبارتمین مصنف نی ایک اعتراض کا
جواب دیاہو تقریر اعتراض کی یہ ہو کہ افراد اسم کا معنی وحدت پر دلالت کرتاہو اور استغراق دال ہو تعدد
معنی پر اور افراد وتعدد دو امر متنافی ہین جنکا ایک جگہ جمع ہونا محال ہو پس مصنف نی اس اعتراض کا
جواب دیا کہ استغراق اور افراد اسم مین کوئی تنافی نہین ہو اسلئے جو حرف دال علی الاستغراق ہو جیسا حرف
نفی یا حرف تعریف وہ اسم مفرد پر اسوقت داخل ہوتاہو جب معنی وحدت پر دلالت کرنے سے خالی
کرلیا جاوی جیسا کہ وہ تعدد پر دلالت کرنیسے خالی ہوتاہو پس کوئی تنافی باقی نرہی اب دوسرا شبهہ یہ
وارد ہوتاہو کہ جب وہ اسم بعد دخول لام استغراق کی جمع کی مانند ہوا تو اوسکی نعت جمع لانی چاہئے حالانکہ
یہ ممتنع مانا جاتاہو پس جواب اس شبهہ کا یہ ہو کہ امتناع وصف بالجمع تشاکل لفظی کیوجہ سی ہو ولانہ
بمعنی کل فرد لا مجموع الافراد ولهذا امتنع وصفہ بنعت الجمع اور دوسرا جواب یہ ہو کہ وہ مفرد جسپر
حرف استغراق داخل ہواہو وہ بمعنی کل فرد فرد ہو نہ بمعنی مجموع الافراد چنانچہ اسی واسطے جمہور نحات کے
نزدیک جمع کیساتھ نعت لانا اسکی درست نہین اگرچہ اخفش نحوی نی اسی جائز رکھاہو جیسا ان شالوکہین
الدینار الصفر والدرہم البیض صفر جمع اصفر کی ہو اور بیض جمع ابیض کی ہو وبالاضافۃ اما لانہا
اخصر طریق اور مسند الیہ کی تعریف باضافت اسلئے کرتے ہین کہ مسند الیہ کا ذہن مین حاضر کرنیکا اضافت
ایک مختصر طریقہ ہو نحو ع ہوای مع الرکب الیمانین مصعد دوسرا مصرع یہ ہو جنیب جثمانی بمکۃ
موثق ؛ ہوای مصدر بمعنی مہولی ای محبوبی مبتدا اور یہ عبارت مختصر ہو الذی اہواہ یا من یمیل الیہ
قلبی سے اور یہ اختصار مطلوب ہو شاعر کو بسبب تنگی وقت اور کثرت ملال کی لکونہ فی السجن ذاہب علی
الرحیل مصعد کی معنی ذاہب فی الارض ومبعد کی ہین خبر اول ہو مبتدا مذکور کی جنیب بمعنی مجنوب تابع
کوتل میو یعنی کوتل گھوڑا یہ خبر بعد خبر ہو جثمان وجسمان مترادف ہین یعنی الشخص در موثق بمعنی مقید
پس جثمانی مبتدا اور موثق خبر مبتدا خبر جملہ حالیہ او ضمیر مصعد ذو الحال اور لفظ بیت بظاہر جملہ خبریہ ہو مگر

یعنی اسکی تحسّر و تاسف کرہین اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہی کہ خبر سے مقصود فائدۃ الخبر یا لازم فائدۃ الخبر نہین
ہوتا جیسے ماسبق مین گذرا ہی فتذکر ترجمہ شعر میری محبوبہ سواران یمنی کی ہمراہ مین کیطرف دور دراز جا رہی
ہی مگر نہ اپنی اختیار سی بلکہ اُنکے تابع ہوکر مجبوراً جانا پڑا ہی کیونکہ میری مفارقت اوسکو بھی گوارا نہین یعنی
افسوس کہ ہم محبوبہ کی ہمرکاب نہین چل سکتی لِتَضَمُّنِہَا تَعْظِیْمًا لِشَانِ الْمُضَافِ اِلَیْہِ اَوِ الْمُضَافِ اَوْ غَیْرِہِمَا
کَقَوْلِکَ یا اسلئے کہ اضافت مین تعظیم شان مضاف الیہ کی ہوتی ہی جیسے عَبْدِیْ حَضَرَ اسمین تعظیم ہی
متکلم کی کہ وہ صاحب غلام ہی یا مضاف کی جیسے عَبْدُ الْخَلِیْفَۃِ رَکِبَ اسمین تعظیم عبد کی ہی بوجہ غلام
ہونی اوسکے خلیفہ کا یا غیر مضاف و مضاف الیہ کی جیسے عَبْدُ السُّلْطَانِ عِنْدِیْ اسمین تعظیم متکلم کی ہی اسلئی کہ
بادشاہ کا غلام اوسکی پاس موجود ہی اور جاننا چاہئی کہ اس مثال مین اگرچہ یائے متکلم مضاف الیہ ہی لیکن
چونکہ نہ وہ مسند ہی اور نہ مسند الیہ کیلئے مضاف الیہ ہی اسلئے غیرہما کہنا مصنف کا درست ہی اَوْ تَحْقِیْرًا نَحْوَ یا
واسطے متضمن ہونی اضافت کے تحقیر کو خواہ تحقیر مضاف کی ہو جیسے وَلَدُ الْحَجَّامِ حَاضِرٌ یا مضاف الیہ کی
جیسا ضَارِبُ زَیْدٍ حَاضِرٌ یا دونون سی غیر ہو جیسا ولد الحجام جلیس زَیْدٍ مین زید کی تحقیر ہی کیونکہ
کم پایہ لوگونکا مصاحب ہی یا جسجگہ تفصیل محال ہو وہان بھی اضافت کرتے مین جیسا اِتَّفَقَ اَہْلُ الْحَقِّ
عَلٰی کَذَا یا جسجگہ تفصیل دشوار ہو جیسا اَہْلُ البلد فعلوا کذا اہل حق کا شمار محال ہی کیونکہ دنیا
مین ہین اور اہل شہر کا شمار ممکن تو ہی مگر مشکل ہی یا جسجگہ تفصیل سی کوئی مانع روک رہا ہو جیسے تقدیم بعض
کی بعض پر جبکہ سب متساوی المراتب ہون تاکہ ترجیح بلا مرجح نہ لازم آئی جیسا علماء البلد حاضرون
ان صور تونکی علاوہ اور بھی چند صورتین علامہ تفتازانیؒ نے مطول مین ذکر کی ہین جیسا احتراز کرنا
تصریح بالذم سی ترا اوس کرم یا اذلال وغیرہ پر یا جسجگہ استعطاف یا استہزا مطلوب ہو یا جسجگہ سوائے
اضافت کے کوئی ذریعہ حضار نہ جیسے علماء البلد فعلوا کذا و صدیق بقلک او عدوک بالباب لا لِاِنْصَارِ وَالِدِہٖ
وَلَدُہَا وَرَسُوْلُکُمُ الَّذِیْ اُرْسِلَ اِلَیْکُمْ لَمَجْنُوْنٌ وَاَمَّا تَنْکِیْرُہٗ فَلِلْاِفْرَادِ نَحْوَ وَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَۃِ
یَسْعٰی اَوِ النَّوْعِیَّۃِ نَحْوَ وَعَلٰی اَبْصَارِہِمْ غِشَاوَۃٌ لیکن تنکیر مسند الیہ کی پس وہ واسطے ہوگی کہ جہان

اسم جنس کا ایک فرد مقصود ہو جیسے مثال اول مین یعنی ایک شخص اطراف شہر سے دوڑتا ہوا آیا یا جسجگہ
جنس کا ایک نوع مراد ہو جیسا مثال دوم مین یعنی کفار کی آنکھون پر ایک قسم کا پردہ پڑا ہوا ہے یعنی کور چشمی
کا کہ جسکی وجہ سے آیات قرآنیہ نہین دیکھ سکتے پس ثابت ہوا کہ رجل وغشاوۃ کی تنکیر افراد اور نوعیت کیلئے ہے
ف رجل مسند الیہ فاعل جار کا اور غشاوۃ مسند الیہ فاعل ظرف یا مبتدا موخر اور مفتاح مین ذکر کیا گیا
ہے کہ مثال دوم تعظیم کی ہے ای غشاوۃ عظیمۃ یعنی بڑا بھاری پردہ حائل ہے کہ جسنے چشم باطن کو اندھا
کردیا ہے اعاذنا اللہ عنہا اَوِ التَّعْظِیْمِ اَوِ التَّحْقِیْرِ کَقَوْلِہٖ شعر لَہٗ حَاجِبٌ فِیْ کُلِّ اَمْرٍ یَّشِیْنُہٗ + وَلَیْسَ لَہٗ عَنْ
طَالِبِ الْعُرْفِ حَاجِبٌ + اور کبھی تنکیر تعظیم یا تحقیر کیلئے ہوتی ہے مثلاً حاجب اول مثال تعظیم کی ہے ای مانع
عظیم اور دوم مثال تحقیر کی ای مانع حقیر اور یشین کے معنی عیب کے ہین یعنی ممدوح کیلئے ہر عیب سے روکنے والا مانع
عظیم ہے یعنی مانع کیوجہ سے ممدوح تک عیب کو رسائی نہین اور ممدوح کا احسان روکنے کیلئے حقیر مانع بھی موجود
نہین ہے جائے عظیم اَوِ التَّکْثِیْرِ کَقَوْلِہِمْ اِنَّ لَہٗ لَاِبِلًا وَّاِنَّ لَہٗ لَغَنَمًا اَوِ التَّقْلِیْلِ نَحْوُ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ
یا واسطے تکثیر کے جیسا عربونکے قول مین کہ ممدوح کے بہت اونٹ اور بہت بکریان ہین یا تقلیل کیلئے جیسے قول
باریتعالی مین کہ اللہ تعالی کی تھوڑی سی بھی خوشنودی بہت بزرگ ہے ف تعظیم وتکثیر مین فرق یہ ہے کہ تعظیم باعتبار
کیفیات کے ہوتی ہے اور تکثیر باعتبار کمیات ومقادیر کے خواہ تحقیقاً ہو جیسے الابل مین کیت حقیقۃ ہے یا تقدیراً
جیسے الرضوان مین اور تحقیر اور تقلیل مین بھی فرق ہے لکونہما مقابلین لہما چنانچہ اسی فرق کیطرف اشارہ
کیا ہے مصنف نے آگے کے قول مین وَقَدْ جَاءَ لِلتَّعْظِیْمِ وَالتَّکْثِیْرِ اور نیز تنکیر آتی ہے تعظیم اور تکثیر کیلئے نَحْوُ وَاِنْ
یُّکَذِّبُوْکَ فَقَدْ کُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِکَ ای ذَوُوْ عَدَدٍ کَثِیْرٍ یہ تکثیر کی مثال ہے وَ ذَوُوْ اٰیَاتٍ عِظَامٍ
یہ تعظیم کی مثال ہے یعنی ای میرے حبیب اگر کفار آپکی تکذیب کرین تو رنجیدہ نہو جیے اسلئے کہ آپسے پیشتر بہت
سے رسولونکی تکذیب کیگئی کیونکہ مرگ انبوہ جشنی دارد کا مضمون ہے اس ترجمہ سے معلوم ہوا کہ آیت مین شرط
کا جواب محذوف ہے اور اسکی علت اسکی جگہ پر قائم کیگئی ہے فافہم وَمِنْ تَنْکِیْرِ غَیْرِہٖ لِلْاِفْرَادِ اَوِ النَّوْعِیَّۃِ نَحْوُ
وَاللّٰہُ خَلَقَ کُلَّ دَآبَّۃٍ مِّنْ مَّآءٍ اور نیز غیر مسند الیہ کی تنکیر بھی افراد یا نوعیت کیلئے آتی ہے یہانپر اور نیز دیگر

الواب مین بھی بعض احوال جو باب کے مقصد کے خلاف ہین مگر بالتبع وہ بھی بیان کردیے گئے تاکہ انکے ذکر کیلئے جدید مبحث کی ضرورت نہ پڑے پس دآبّۃ اور ماءٍ مین تنوین تنکیر کیلئے ہے خواہ فرد مراد لیا جاوے یا نوع معنی یہ ہوے کہ ہر فرد افراد دابّہ کا پیدا کیا ہے اللہ تعالی نے نطفہ متعینہ مخصوصہ بالاب سے یا ہر نوع انواع دواب کا پیدا کیا ہے نوع ماء سے جو مخصوص ہے اس نوع سے یعنی نوع انسانی کو نطفۂ انسانیہ سے اور نوع فرس کو نطفۂ فرسیہ سے پیدا کیا ہے بہرحال جس صورت کے ارتسام کی مادہ منویہ قابلیت وصلاحیت رکھتا ہے اسی سے پیدا کیا ہے عادۃ اللہ یون ہی جاری ہے وَلِلتَّعْظِیْمِ نَحْوُ فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَلِلتَّحْقِیْرِ نَحْوُ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا اور گاہے غیر مسند کی تنکیر تعظیم اور تحقیر کیلئے آتی ہے جیسے مثال اول مین حرب عظیم مراد ہے یعنی آگاہ ہوجاؤ ایک بڑی جنگ کیلئے خدا اور خدا کے رسول کیجانب سے اور مثال دوم مین ای ظنًّا حقیرًا ضعیفًا چونکہ ظن شدت وضعف کو قبول کرتا ہے اسلئے ضعیفًا کیساتھ مقید کیا گیا ہے اور اس تقید سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ یہانپر یہ مفعول مطلق ہے نوعیت کیواسطے نہ تاکید کیلئے لہذا استثناء الشی عن نفسہ کا اعتراض بھی مندفع ہوگیا چنانچہ اسی اعتبار سے مفعول مطلق کا وقوع بعد استثنا مفرغ کے صحیح و درست ہے حالانکہ مَا ضَرَبْتُہٗ اِلَّا ضَرْبًا ممتنع ہے اسی اعتراض مذکور کے خیال سے کیونکہ اس مثال مین ضربًا تاکید ہے ضربتہ کی اسلئے کہ دونکا مفہوم متحد ہے اور صحت استثنا کیلئے یہ امر ضروری ہے کہ مستثنی منہ متعدد ہو تاکہ مستثنی وغیر مستثنی دونون کو شامل ہوسکے جو صحت استثنا متصل کیلئے شرط ہے ف معلوم کرنا چاہیے کہ جیسے تنکیر معنی بعضیت مین مفید تعظیم ہوتی ہے ایسی ہی لفظ بعض بھی مفید تعظیم ہوتا ہے جیسے اللہ تعالی کے اس قول وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ مین بعض سے مراد آنحضرت صلعم ہین پس اس ابہام مین آپکی تعظیم شان و اعلاء قدر اس درجہ ہے کہ کسی پر مخفی نہین اَمَّا وَصْفُہٗ فَلِکَوْنِہٖ مُبَیِّنًا لَّہٗ کَاشِفًا عَنْ مَّعْنَاہٗ وصف کا بھی اطلاق دونون معنون پر آتا ہے کبھی لفظ تابع مخصوص یعنی نعت نحوی پر اور کبھی بالمعنی المصدری یعنی ذکر النعت النحوی للموصوف اور یہانپر یہی معنی اخیر زیادہ انسب ہے اور نیز مصنف کے قول آئندہ کے بھی موافق ہے یعنی اما بیانہ واما الابدال منہ کیونکہ یہانپر ان الفاظ سے مراد معنی مصدری ہے قطعًا نہ تابع مخصوص کما ہو الظاہر اور فلکونہ مین ضمیر مجرور راجع ہے طرف

سه یہ کتاب مین نے فارسی زبان مین لکھی ہے جو کہ کثیر مسائل نحو پر شامل ہے ۱۲ منہ

وصف بمعنی مصدر کے اور احسن تو یہ ہے کہ بمعنی لغت نحوی لیا جاوے تاکہ صنعت استخدام کے حسن سے مزین ہو
اور صنعت استخدام اوسکو کہتے ہین کہ لفظ ذو معنیین کے صریح لفظ سے ایک معنی مراد لیا جاوے اور ضمیر سے جو اسکی
طرف عائد ہے معنی آخر جیسا عنقریب فن بدیع مین اسکا بیان آویگا انشاء اللہ تعالی اور مبین اور کاشف
مین فرق یہ ہے کہ اول بالنظر الی الموصوف اور ثانی بالنظر الی السامع ہوتا ہے یعنی مسند الیہ کو موصوف اسجگہ
لاتے ہین کہ جسجگہ صفت اپنے موصوف کی تبیین و شرح کرتی ہو کقولک الجسم الطویل العریض العمیق یحتاج
الی فراغ یشغلہ جیسا قول تمہارا کہ جسم طویل و عریض و عمیق کیلیے ایک خالی جگہ کی احتیاج ہے جسمین وہ جسم
مذکور آسکے یہانپر ظاہر ہے کہ طویل و عریض و عمیق تینون صفات جسم مین سے ہین اور اسکی شرح و توضیح کرتی
ہین الجسم اپنی تینون صفات سے ملکر مسند الیہ اور یحتاج الخ مسند اور بعد سے غرض ہین اول کو طویل اور ثانی کو عریض
اور ثالث کو عمیق کہتے ہین اور جسم کا اطلاق دو معنو پر آتا ہے جسم طبعی و جسم تعلیمی اول جوہر اور محل ہے ثانی
کیلیے اور ثانی عرض اور حال فی الاول ہوتا ہے یعنی جوہر ذو عرض لہ ابعاد ثلثۃ و نحوہا فی الاشعث

قولہ شعرا الالمعی الذی یظن بک الظن ؛ کان قد رأی و قد سمعا ؛ قول مذکور کیطرح ہے کشف
(حال از ضمیر یظن ۱۲)
والایضاح مین شاعر کا یہ شعر اگرچہ مسند الیہ موصوف نہین واقع ہوا اور یہ شعر اوس بن حجر کا ہے اس سے قبل
اور بھی چند اشعار ہین جو فضالہ ابن کلدہ کے مرثیہ مین لکھے گئے ہین المعی و یلمعی ذکی متوقد کو کہتے ہین جو اسکا
گمان و ظن بھی اگر کسی امر کے متعلق واقع ہو تو وہ رویت و سماعت کے برابر ہوتا ہے یقین ہو جاتا ہے لہذا
الالمعی موصوف الذی یظن الخ صفت ہے جو اپنے موصوف کی کشف و ایضاح معنی کرتی ہے لیکن وہ موصوف
یہانپر مسند الیہ نہین واقع ہوا کیونکہ یا تو مرفوع ہے بنا بر خبر کے ان سے بیت سابق مین شعر ان الذی جمع السماحۃ
والنجدۃ والبر والتقی جمعا ؛ یا منصوب ہے اس بنا پر کہ اسم ان کی صفت ہے یا مفعول بہ ہے اعنی مقدر کا
(سخاوت ۱۲ — شجاعت ۱۲ — تقوی ۱۲ — نیکی ۱۲)
او تخصیصا للمسند الیہ یا مسند الیہ کیلیے صفت مخصصہ واقع ہو اور معنی تخصیص کے یہانپر یہ ہین کہ تقلیل اشتراک
یا رفع احتمال موصوف سے ہو بلا لحاظ تعریف و تنکیر اور عرف نحاۃ مین تخصیص عبارت ہے تقلیل اشتراک سے نکرات
مین اور توضیح عبارت ہے رفع احتمال سے جو معارف مین پایا جاتا ہے زید التاجر عندنا موصوف صفت مسند الیہ
ای زید التاجر ۱۲

اور عندنا خبر ہے اور التاجر جو صفت ہے زید کی اُسنے وہ احتمال دور کر دیا جو تاجر و غیر تاجر کا زید مین احتمال
تھا اَوْ مَدْحًا اَوْ ذَمًّا نَحْوُ جَاءَنِیْ زَیْدُنِ الْعَالِمُ اَوِ الْجَاہِلُ حَیْثُ تَعَیَّنَ الْمَوْصُوْفُ قَبْلَ ذِکْرِہٖ یا صفت
مدح یا ذم کیلئے لائی جاتی ہے جبکہ موصوف متعین ہو وصف کے ذکر سے پہلے جیسا زید مثال مذکور مین سب کو
معلوم ہو تو العالم یا الجاہل کا ذکر محض مدح یا ذم کیلئے ہوگا نہ واسطے تخصیص کے اور تعین قَبْلَ ذِکْرِہٖ کی قید
اسواسطے لگائی گئی ہے کہ وقت عدم ذکر موصوف کے وصف مخصص کہلائیگی یعنی میرے پاس زید معروف
آیا جو علم یا جہل کیساتھ مدح یا ذم کیا جاتا ہے اَوْ تَاْکِیْدًا نَحْوُ اَمْسِ الدَّابِرُ کَانَ یَوْمًا عَظِیْمًا یا وصف تاکید
کیلئے لائی جاتی ہے جیسا اس مثال مذکور مین امس اور دابر کے معنے واحد ہین یعنی گل گذشتہ یا سخت برا
دن تھا اور کبھی وصف بیان مقصود و تفسیر مطلوب کیلئے آتی ہے جیسا اللہ تعالی کے قول مین وَمَا مِنْ
دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طَآئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْہِ - دَآبَّۃٍ موصوف فی الارض صفت طائر موصوف یطیر بجناحیہ صفت
پس فی الارض تقیید سے اسبات کی کہ جنس دابہ مراد ہے نہ فرد اور اسی طرح یطیر بجناحیہ سے بھی جنس طائر
مطلوب ہے نہ فرد خاص چنانچہ اسی اعتبار سے وصف نے زیادتی تعمیم و احاطہ کا افادہ دیا ہے وَاَمَّا تَوْکِیْدُہٗ
فَلِلتَّقْرِیْرِ اور تاکید مسند الیہ کی اسواسطے لاتے ہین کہ سامع کے ذہن مین مقرر اور متعین ہو جاوے تاکہ غیر مسند الیہ
کا احتمال باقی نہ رہے جیسا اس مثال نَحْوُ جَاءَنِیْ زَیْدٌ زَیْدٌ مین زید مکرر لایا گیا تاکہ محقق و مقرر ہو جاوے
سامع کے ذہن مین یہ جب ہوتا ہے کہ متکلم غفلت سامع کا خیال کرے یا معنے حقیقی پر نہ حمل کرنیکا خوف ہو
یعنے نہ معلوم کہ متکلم نے غلطی سے زید کہدیا ہے یا زید کا غلام مراد لیا ہے پس ترجمہ مذکور سے معلوم ہو گیا کہ فللتقریر
مین مضاف الیہ محذوف وہ مسند الیہ ہے یعنی تقریر مسند الیہ کی مراد ہے اور بعضے کہتے ہین کہ مضاف الیہ عام ہے
یعنی مراد تقریر حکم کی ہو جیسا اَنَا عَرَفْتُ یا محکوم علیہ کی جیسا اَنَا سَعَیْتُ فِیْ حَاجَتِکَ وحدی او لا غیری
اور اس قول مین اعتراض ہے وہ یہ کہ تاکید مسند الیہ کی ان امثلہ سے کسی مین نہین کیونکہ مسند الیہ کی تاکید تقریر
حکم کیلئے کبھی نہین ہوتی جیسا خود مصنف بحث تقدیم مین عنقریب تصریح کرینگے کہ لا تکذب انت لتاکید
المحکوم علیہ لا للحکم اور نیز اور طریق سے بھی اس قول مین خدشات ہین جو مطول سے مفہوم ہوتے ہین

اور تاکید لغوی اور صناعی کے اعتبار سے بھی بحث ہے کیا کون قسم مراد ہے فافہم اَوْ دَفْعِ تَوَهُّمِ التَّجَوُّزِ یا واسطے
دور کرنے وہم مجاز کے جیسا نحو قَطَعَ اللِّصَّ الْاَمِیْرُ الْاَمِیْرُ اَوْ نَفْسُهٗ اَوْ عَیْنُهٗ یعنی امیر نے خود چور کا ہاتھ
کاٹا ہے تاکہ یہ وہم نہو کہ قطع کا اسناد امیر کیطرف مجاز ہوا ہے فی الحقیقت قاطع اسکا غلام ہوا ہو اَوِ السَّهْوِ اَوْ
عَدَمِ الشُّمُوْلِ یا واسطے دفع وہم سہو یا دفع وہم شمول کے تاکید لاتے ہیں جیسا نحو جَاءَنِیْ زَیْدٌ زَیْدٌ میں
تکرار زید اسلئے لایا گیا ہے تاکہ یہ وہم نرہے کہ آنیوالا غیر زید ہے اور زید کا نام زبان سے بھول سے نکل گیا ہے اور
جیسا نحو جَاءَنِی الْقَوْمُ کُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ میں تاکید اسلئے آئی ہے تاکہ یہ شبہ نرہے کہ بعض قوم آئی ہو اور بعض
نہ آئی ہو اور متکلم نے بعض نہ آنیوالونکو غیر معتد بہ جانکر اعتبار نہ کیا ہو یا فعل واقع عن البعض کو کالواقع
عن الکل تصور کر لیا ہو اس بنا پر کہ وہ کل کے کل مثل شخص واحد کے ہیں بہر حال یہ سب توہمات تاکید لانے
سے دور ہو گئے وَاَمَّا بَیَانُهٗ فَلِاِیْضَاحِهٖ بِاسْمٍ مُخْتَصٍّ بِهٖ نَحْوُ قَدِمَ صَدِیْقُكَ خَالِدٌ اور مسند الیہ کے بعد
عطف بیان کو اس غرض سے لاتے ہیں تاکہ مسند الیہ کی ایضاح و تشریح اسکے خاص نام سے کیجاوے جیسا
امثال مذکورہ میں خالد عطف بیان ہے واسطے صدیقک کے اور یہانپر یہ ضروری نہیں ہے کہ دوم اول
سے زیادہ مشہور اور واضح ہو بلکہ یہ ہونا چاہئیے کہ دونو سے ملکر امتیاز کامل حاصل ہو جاوے وسوا اسکے کبھی
عطف بیان غیر اسم خاص کیساتھ بھی ہوتا ہے جیسا اس قول ع وَالْمُؤْمِنِ الْعَائِذَاتِ الطَّیْرَ یَمْسَحُهَا
میں الطیر عطف بیان ہے عائذات کیلئے باوجود اسبات کے کہ دوم اول کیساتھ مختص نہیں ہے بلکہ
اسے اور اسکے غیر کو بھی شامل ہے واو قسمیہ المؤمن اللہ کا نام ہے ماخوذ امن سے العائذات مجرور ہے بنا بر
مضاف الیہ کے یا منصوب بنا بر مفعولیت یمسحہا جملہ مستانفہ یعنی قسم ہے اس ذات پاک کی جو امن
دینے والی ہے پناہ چاہنے والے پرندونکو یہانتک امن دیا کہ ہر شخص ان پرندونکو چھو سکتا ہے کیونکہ
پرندونکو بوجہ امن کے کسی کا خوف نہیں رہا یہان پرند سے مراد کبوتر ہیں اور کبھی عطف بیان غیر ایضاح
کیلئے بھی آتا ہے جیسا اللہ تعالی کے اس قول جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیَامًا لِّلنَّاسِ میں البیت
گردانید خدای تعالی خانہ کعبہ را کہ بزرگ است قیام گاہ برای مردمان
الحرام الکعبۃ کیلئے عطف بیان ہے جو محض مدح کیلئے لایا گیا ہے نہ ایضاح و تشریح کیواسطے جیسا صفت

کبھی صرف مدح کیلئے آتی ہے ایسا ہی ذکر کیا ہے صاحب کشاف نے اس مقام پر آیت کی تشریح مین و
أَمَّا الإِبْدَالُ مِنْهُ فَلِزِيَادَةِ التَّقْرِيرِ اور مسند الیہ کے بعد بدل اس غرض سے لاتے ہین تاکہ مسند الیہ مین
زیادتی تقریر و تاکید ہو جاوے فائدہ زیادۃ مضاف التقریر مضاف الیہ لفظاً و مفعول بہ معنًی و فاعل
محذوف اعنی البدل یا فاعل معنًے پس بنا بر اول اضافت لامیہ ہے اور بنا بر دوم اضافت بیانیہ یعنی وہ
زیادت بعینہ تقریر ہے اور یہ عادت عجیبہ صاحب مفتاح العلوم کی ہے کہ تاکید مین للتقریر فرمایا اور یہانپر
للزیادۃ التقریر پس معلوم کرنا چاہئے کہ یہ طرز و طریقہ کسی نکتہ لطیفہ سے خالی نہین ہے وہ نکتہ لطیفہ یہ ہے کہ اسمین
اشارہ ہو جاوے اسبات کیطرف کہ مقصود بالنسبۃ یہانپر صرف بدل ہے البتہ جو زیادت اسمین حاصل ہوتی
ہے وہ تبعاً و ضمناً ہے نہ قصداً بخلاف تاکید کے کہ اسمین نفس تقریر و تحقیق مطلوب ہوتی ہے نہ زیادت نحو جَاءَ
نِي أَخُوكَ زَيْدٌ یہ مثال بدل کل کی ہے اور اسمین تقریر حاصل ہوتی ہے مکرر سے یعنی تیرا بھائی زید آیا
وَجَاءَنِي الْقَوْمُ أَكْثَرُهُمْ یہ مثال ہے بدل بعض کی یعنی قوم آئی اکثر وَسُلِبَ زَيْدٌ ثَوْبُهُ یہ مثال ہے
بدل اشتمال کی اور معنی اشتمال کے یہ ہین کہ بغیر علاقہ کلیت و جزئیت کے مبدل منہ اجمالاً بدل پر دلالت
کرے اور وجہ حصول تقریر کی اخیری دو قسمون مین یہ ہے کہ متبوع اجمالاً تابع پر مشتمل ہے گویا وہ تابع مذکور
کے حکم مین ہو گیا ہے بہر حال یہ بات تو بدل البعض مین ظاہر ہے کیونکہ قوم کا آنا اکثر قوم کے آنیکو مقتضی
ہے اور بدل الاشتمال مین بھی امر واضح ہے وہ یہ کہ بدل اشتمال کے معنے ہین مبدل منہ کا بدل پر شامل ہونا
اس طور پر کہ مبدل منہ اجمالاً مشعر اور مستقاضی ہو تابع کیلئے یہانتک کہ نفس کو اشتیاق و انتظار پیدا ہو
جاوے بدل کا بعد ذکر مبدل منہ کے خلاصہ یہ ہے کہ متبوع بولا جاوے اور تابع مراد ہو جیسا اعجبنی زید
لیکن جبکہ علم زید نے متکلم کو عجب مین ڈالا بخلاف ضربت زیداً جبکہ زید کے گدھے کو مار اتو نے کیونکہ زید
مشعر نہین حمار زید کیلئے چنانچہ اسی وجہ سے نحات نے تصریح کی ہے کہ جاءنی زید اخوہ بدل غلط ہے نہ بدل
اشتمال جیسا کہ بعض نحویون نے گمان کیا ہے لفوات الاشتمال فیہ اور نیز یہ بات خوب خیال کر لینا
چاہئے کہ تینون اقسام بدل کے ایضاح اور تفسیر سے خالی نہین ہوتے کیونکہ اسمین تفصیل بعد الاجمال اور تفسیر بعد الابہام

ضرور ہوتی ہو اور مصنف نے بدل الغلط کیطرف بالکل تعرض نہین کیا وجہ اسکی یہ ہو کہ وہ کلام فصیح مین
نہین واقع ہوتا وَاَمَّا الْعَطْفُ فَلِتَفْصِیْلِ الْمُسْنَدِ اِلَیْہِ مَعَ اخْتِصَارٍ - اور مسند الیہ کے بعد حرف عطف
اُس جگہ لاتے ہین جہانپر تفصیل مسند الیہ کی بالاختصار منظور ہو نَحْوُ جَاءَنِیْ زَیْدٌ وَعَمْرٌو جیسا آئے زید اور عمرو
اس مثال مین تفصیل فاعل کی ہو یعنی آنیوالے زید اور عمرو ہین اور فعل کی تفصیل اسمین کچھ نہین ہو کہ دونون
ساتھ آئے یا ایک بعد دیگر آئے بمہلت یا بغیر مہلت مَعَ اختصار کی قید سے احتراز ہو گیا جَاءَنِیْ زَیْدٌ وَ
جَاءَنِیْ عَمْرٌو سے کیونکہ اسمین تفصیل مسند الیہ تو ہو مگر اختصار نہین بلکہ یہ عطف مسند الیہ کے قبیلہ ہی سے نہین
یہ تو عطف الجملہ علی الجملہ کے قبیلہ سے ہو اور بعضون نے کہا ہو کہ اسمین احتراز ہو جَاءَنِیْ زَیْدٌ جَاءَنِیْ عَمْرٌو
بغیر عطف والی صورت سے مگر یہ اُنکا کہنا لاشئے محض ہو اسلیئے کہ اس مثال مین تفصیل مسند الیہ کہین کت دلالۃ
نہین بلکہ اقرب احتمال یہ ہوتا ہو کہ کلام اول سے اضراب ہو جیسا کہ اسپر دلائل الاعجاز مین شیخ نے تصریح کی ہو
اَوِ الْمُسْنَدِ کَذٰلِکَ اور کبھی تفصیل مسند باختصار منظور رہتی ہو یعنی مذکور اولاً پہلے آیا ہو اور دوسرا بعد
کو خواہ بمہلت یا بغیر مہلت کذالک کا مشار الیہ مع اختصار ہو اور اس کہنے سے احتراز ہوا جَاءَنِیْ زَیْدٌ
وَعَمْرٌو وَبَعْدَہٗ بِیَوْمٍ او سَنَۃٍ وغیرہ سے کیونکہ اس مثال مین اختصار نہین پایا جاتا ہو نَحْوُ جَاءَنِیْ زَیْدٌ
فَعَمْرٌو اَوْ ثُمَّ عَمْرٌو اَوْ جَاءَنِی الْقَوْمُ حَتّٰی خَالِدٌ - فا و ثم و حتی یہ تینون تفصیل مسند مین شریک ہین
البتہ فا دلالت کرتی ہو تعقیب پر بغیر تراخی کے اور ثم تراخی پر اور حتی دلالت کرتا ہو اسبات پر کہ اسکے ماقبل
کے اجزا مرتبہ فی الذہن ہین یعنی انتقال اضعف سے اقوی کیطرف اور اقوی سے اضعف کیجانب ہوتا ہو
یعنی تدریج ذہنی ہو پس تفصیل مسند کے معنے اینہین یہ ہوئے کہ اولاً تعلق مسند کا متبوع کیساتھ اعتبار کیا
جاتا ہو اور ثانیاً تابع کیساتھ اس حیثیت سے کہ وہ تابع اقوی اجزا متبوع مین سے ہو یا اضعف اور ترتیب
خارجی اسمین بالکل شرط نہین سوائے ترتیب ذہنی کے اگر کوئی کہے کہ ان تینون جیسے تفصیل مسند کی ہو
ایسی ہی تفصیل مسند الیہ کی بھی موجود ہو پس کیون مصنف علیہ الرحمۃ نے یون نہین کہا اولتفصیلہما
معًا مین کہونگا جواب مین کہ کون الشئی حاصلاً من الشئی اور کون الشئی مقصودًا من الشئی مین بہت

بین فرق ہے اور ان تینوں مین اگرچہ تفصیل مسند حاصل ہے لیکن یہ عطف تفصیل مسند الیہ کی غرض سے نہین
کیونکہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ جب کوئی کلام قطع نظر اثبات یا نفی سے شامل ہو قید زائد پر تو وہی قید غرض
خاص و مقصود اصلی ہوتی ہے کلام سے پس ان تینوں مین تفصیل مسند الیہ گویا معلوم ہی ہے صرف یہ معلوم کرنا ہے کہ
سوق کلام سے مطلب یہ بیان کرنا ہے کہ ایک کی مجی دوسرے کے مجی سے بعد ہے اور شیخ اس بحث کو دلائل
الاعجاز مین لائے ہین اور اسکے محافظت کی وصیت بھی فرمائی ہے اَوْ لِرَدِّ السَّامِعِ اِلَی الصَّوَابِ نَحْوُ جَاءَنِیْ
زَیْدٌ لَا عَمْرٌو یا رد کرنا سامع کو خطا فی الحکم سے صواب کیطرف یعنی غلطی سے بچادے جیسے آیا زید نہ عمر یہ اُسوقت
کہتے ہین کہ سامع یقین کرتا ہو کہ زید و عمرو دونون آئے ہین یا فقط عمرو آیا ہے اور لٰکن کبھی رد الی الصواب
کیلئے آتا ہے مگر نفی شرکت کیلئے استعمال نہین ہوتا پس مَا جَاءَنِیْ زَیْدٌ لٰکِنْ عَمْرٌو اس شخص کے سامنے
کہینگے کہ جسے صرف زید کے آنیکا اعتقاد ہو نہ عمرو کا اور جہان دونون کے آنیکا اعتقاد ہو وہان پر ایسا نہین
کہینگے اور نحاۃ کے کلام سے البتہ یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جہان دونون سے مجی کے انتفاء کا اعتقاد ہو وہان پر یہ کلام بولا
جاویگا اَوْ صَرْفِ الْحُکْمِ اِلٰی آخَرَ نَحْوُ جَاءَنِیْ زَیْدٌ بَلْ عَمْرٌو وَمَا جَاءَنِیْ عَمْرٌو بَلْ زَیْدٌ یا واسطے تبدیل کرنے
حکم کے ایک مسند الیہ سے دوسرے مسند الیہ کیطرف یعنے بطور بدل غلط کے جیسے آیا زید نہ عمرو یا نہین آیا عمر بلکہ زید
پس اس مثال مین بل اضراب کیلئے ہے متبوع سے یعنی متبوع سے حکم کو تابع کیجانب لوٹا دیا ہے اور متبوع سے
اضراب کرنیکے معنے یہ ہین کہ متبوع کو حکم مسکوت عنہ مین کردیا گیا ہے نہ یہ معنے کہ حکم قطعًا اُس سے منفی ہو گیا
و فیہ خلاف للبعض اور صرف الحکم کے معنے کلام مثبت مین تو بالکل ظاہر ہین یعنی درحقیقت اثبات حکم تابع
کیلئے ہے جیسا بدل غلط مین ہوا کرتا ہے اور کلام منفی مین بھی ظاہر ہے اگر صرف الحکم کے معنی نفی الحکم عن التابع کیلئے
جاوین باقی رہا یہ کہ خواہ حکم مسکوت عنہ مین ہے یا اسکے لئے حکم متحقق الوقوع ہو تو اس بنا پر مَا جَاءَنِیْ زَیْدٌ
بَلْ عَمْرٌو کے معنی یہ ہونگے اِنَّ عَمْرًا لَمْ یَجِئْ اور مجی زید و عدم مجی زید دونون محتمل ہین یا مجی زید محقق ہے
کَمَا ھُوَ مَذْھَبُ الْمُبَرِّدِ اور اگر صرف الحکم کے معنی ثبوت الحکم للتابع کیلئے جاوین تو عبارت مذکورہ بالا کے
یہ معنی ہونگے اِنَّ عَمْرًا جَاءَ لیکن اس تفسیر کی بناپر ایک اشکال ہے وہ یہ کہ حکم مذکور تو نفی ہے اور اسکا صرف تابع

کبھی انکے مذہب کی رو سے نہین ہوا ہے اَوِ الشَّكِّ اَوِ التَّشْكِيْكِ نَحْوُ جَاءَنِيْ زَيْدٌ اَوْ عَمْرٌو یا جسجگہ متکلم
کو شک ہو یا سامع کو شک مین ڈالنا منظور ہو مثلاً آیا زید یا عمرو اور کبھی ابہام کیلئے مثلاً اللہ تعالیٰ کے قول
مین وَاِنَّا اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ یعنی ہم یا تم ہدایت پر یا گمراہی ظاہر مین ہو اور کبھی تخییر
یا اباحت کیلئے جیسے لِيَدْخُلِ الدَّارَ زَيْدٌ اَوْ عَمْرٌو چاہیے زید یا عمرو گھر مین داخل ہو اور دونون فرق یہ ہے
کہ اباحت مین جمع جائز ہے نہ تخییر مین اور بعضون نے یہ فرق بیان کیا ہے کہ اباحت مین ایک کا بھی کرنا واجب
نہین بخلاف تخییر کے کہ ایک واجب ہے جیسے کفارات ثلاثہ مین ایک واجب ہے مع رعایت ترتیب
کما بین فی کتب الفقہ وَاَمَّا فَصْلُهٗ فَلِتَخْصِيْصِهٖ بِالْمُسْنَدِ لیکن مسند الیہ کے بعد ضمیر فصل اسجگہ لاتے ہین کہ
جس مقام پر مسند خاص ہو مسند الیہ کیساتھ اور معلوم کرنا چاہیے کہ ضمیر فصل کو مسند اور مسند الیہ دونوں سے تعلق ہے مگر
مصنف نے اوسے احوال مسند الیہ سے قرار دیا ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ وہ ضمیر فصل واقع ہوتی ہے مسند الیہ کیساتھ اور ثانیاً
مسند سے اور دوسری یہ وجہ ہے کہ ضمیر فصل فی المعنے عبارت ہے مسند الیہ سے اور لفظ مین بھی اسی کے مطابق ہوتی ہے
یعنی تذکیر و تانیث و افراد و تثنیہ و جمع مین مگر یہ اُن نحاۃ کے نزدیک ہے جو محل اعراب اسکو واسطے مانتے ہین اور
بالمسند مین با مقصور پر داخل ہے نہ مقصور علیہ پر لہذا زَيْدٌ هُوَ الْقَائِمُ کے معنی یہ ہین کہ قیام مقصور ہے زید پر
یعنی عمرو کیطرف متجاوز نہین ہے پس یہ با ایسی ہے جیسے عربون کے قول مین خَصَصْتُ فُلَانًا بِالذِّكْرِ یعنی میرا ذکر
فلان کیساتھ خاص ہے نہ اسکے غیر کے گویا تو نے چند اشخاص مین سے ایک شخص کو اپنے ذکر کیساتھ مختص و منفرد کر لیا ہے اور
یہانپر یہ معنے ہوئے کہ ایک مسند الیہ کو منتخب کر لیا گیا ہے اثبات کیواسطے کہ مسند ثابت ہے اسی کیلئے نہ دوسرے
مسند الیہ کے جیسا کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ مین کہا جاتا ہے کہ اسکے معنے ہین نخصك بالعبادة ولا نعبد غيرك
کے یعنی ہماری عبادت تیرے لئے خاص ہے نہ واسطے غیر کے وَاَمَّا تَقْدِيْمُهٗ فَلِكَوْنِ ذِكْرِهٖ اَهَمَّ لیکن مقدم لانا
مسند الیہ کا پس ثابت ہے اسوجہ سے کہ اسکا ذکر اہم تر ہے مسند سے اور چونکہ مجرد ذکر اہتمام تقدیم مسند الیہ کیلئے کافی
نہ تھا اسلئے اہتمام کے آگے اسباب و وجوہ کی تفصیل کرتا ہے مصنف اور اگر کہا جاوے کہ مصنف نے تقدیم کا
اطلاق مسند الیہ پر کیون کیا ہے حالانکہ مقدم یا موخر مزال عن المکان کو کہا جاتا ہے نہ قار فی المکان کو تو اسکا

یہ جواب ہے کہ تقدیم کی دو قسمیں ہیں اوّل تقدیم علی نیۃ التاخیر جیسے تقدیم الخبر علی المبتدا اور تقدیم المفعول علی الفعل اور دوم تقدیم لا علی نیۃ التاخیر جیسے تقدیم مبتدا علی الخبر یا تقدیم فعل علی الفاعل پس ایک اسم لیکر اگر فعل سے مقدم کیا گیا تو مبتدا ہوگا اور اگر فعل سے موخر کر دیا گیا تو فاعل کہلاویگا اور تقدیم مبتدا کی قسم دوم سے ہے جیسا کہ تصریح بہ صاحب الکشاف اِمَّا لِاَنَّہٗ الْاَصْلُ وَلَا مُقْتَضِیَ لِلْعُدُوْلِ عَنْہُ یا تو اس سبب سے کہ وہ مسند الیہ اصل ور اولی ہے اور کوئی امر باعث عدول بھی نہیں ہے تقدیم سے اور وجہ اصلیت کی یہ ہے کہ وہ کلام میں محکوم علیہ واقع ہے اور محکوم علیہ کا تحقق حکم سے پہلے ضروری ہے لہٰذا ذکر میں بھی مقدم ہونا اسکا ضروری ہوا اور مقتضی للعدول کی نفی اسواسطے کی ہے کہ اگر مقتضی کلام میں پایا جاویگا تو اسوقت تقدیم مسند الیہ کی نہ ہوگی جیسا فاعل کہ اسمیں باعث تقدیم موجود نہیں فان مرتبۃ العامل التقدم علی المعمول یعنی مرتبہ عامل کا مقدم ہوتا ہے معمول سے وَاِمَّا لِیَتَمَکَّنَ الْخَبَرُ فِیْ ذِہْنِ السَّامِعِ لِاَنَّ فِی الْمُبْتَدَأ تَشْوِیْقًا اِلَیْہِ اور یا اسواسطے کہ خبر ذہن سامع میں جم جاوے اور یہ وہاں ہوتا ہے کہ جسجگہ ذکر مبتدا سے خبر کا اشتیاق پیدا ہوتا ہو کقولہ (شعر) وَالَّذِیْ حَارَتِ الْبَرِیَّۃُ فِیْہِ حَیَوَانٌ مُسْتَحْدَثٌ مِّنْ جَمَادٍ جیسا ابو العلا کے شعر میں وہ چیز کہ جسکے بارے میں لوگ حیران ہیں وہ ایک حیوان ہے جو بیجان زمین سے پیدا کیا جاویگا پس مصرعہ اول مبتدا ہے جس سے شوق پیدا ہوا کہ حیران کرنیوالی کون چیز ہے جسکا جواب مصرعہ ثانی ہے جو خبر واقع ہے دیا گیا یعنے معاد جسمانی کے بارے میں حیران ہیں نہ نفسانی میں اور اسکی تعیین شعر اول کے قرینہ سے ہوتی ہے شعر بَانَ اَمْرُ الْاِلٰہِ وَاخْتَلَفَ النَّاسُ فَدَاعٍ اِلٰی ضَلَالٍ وَّہَادِ یعنی ظاہر ہو گیا حکم خدا تبلیغ رسالت سے اور لوگوں نے باہم اختلاف کیا بعض گمراہی کیجانب بلاتے ہیں اور بعض ہدایت کیطرف یعنی بعض معاد جسمانی کے قائل ہیں اور بعض نہیں پس اس تفسیر سے ظاہر ہو گیا کہ جسنے حیوان سے یہاں حضرت آدم علیہ السلام مراد لیا ہے یا ناقہ صالح یا سانپ موسیٰ وہ سیاق کلام کے بالکل نامناسب ہے خوب سمجھ لینا چاہیے۔ وَاِمَّا لِتَعْجِیْلِ الْمَسَرَّۃِ اَوِ الْمَسَاءَۃِ لِلتَّفَاؤُلِ اَوِ التَّطَیُّرِ نَحْوُ سَعْدٌ فِیْ دَارِکَ وَالسَّفَّاحُ فِیْ دَارِ صَدِیْقِکَ یا واسطے تعجیل خوشی یا ملال اور غم کے مسند الیہ کو مقدم لاتے ہیں تاکہ مسرت میں نیک فالی اور ملال و غم میں بدفالی لیجاوے جیسا سعد تمھارے گھر میں ہے

اور خونریز تمھاری دوست کے گھر میں ہے اول مثال نیک فالی کی ہے اور دوسری بدفالی کی قَ تطیر کا استعمال بدفالی میں آتا ہے اور تفاؤل کا نیک فالی میں وَاِمَّا لِاِیْهَامِ اَنَّهٗ لَا یَزُوْلُ عَنِ الْخَاطِرِ اَوْ اَنَّهٗ یُسْتَلَذُّ بِهٖ وَاِمَّا لِنَحْوِ ذٰلِکَ یا واسطے بتلانے اس بات کے کہ مسند الیہ متکلم کے دل سے کبھی دور نہیں ہوتا ہے لکو نہ مطلوبا یا اس سے متکلم کو لذت حاصل ہوتی ہے لکونہ محبوبا جیسا الیلائی منکن ام لیلی من البشر یا اور مثل اسکے جیسے اظہار تعظیم تقدیم مسند الیہ سے یا تحقیر جیسا ابو الفضل وابن سلطان ورجل فاضل ورجیسا ابو الشر وابن الظالم ورجل فاسق ان امثلہ میں تعظیم یا تحقیر حاصل ہے بغرض لفظ مسند الیہ سے یا بوجہ اضافت کے یا بسبب وصف قَالَ عَبْدُ الْقَاهِرِ وَقَدْ یُقَدَّمُ لِیُفِیْدَ تَخْصِیْصَهٗ بِالْخَبَرِ الْفِعْلِیِّ اِنْ وَلِیَ حَرْفَ النَّفْیِ کہا شیخ عبد القادر جرجانی نے کہ کبھی مسند الیہ کو مقدم کیا جاتا ہے اس غرض سے تاکہ ظاہر ہو کہ خبر فعلی مبتدا کیساتھ خاص ہے اور یہ جب ہوتا ہے کہ مسند الیہ حرف نفی کے بعد متصل واقع ہو ف وَلِیَ کسی شے کا بعد شے کے بلافصل واقع ہونیکو کہتے ہیں بالجز میں یا مقصور پر داخل ہوئی ہے نَحْوُ مَا اَنَا قُلْتُ هٰذَا اَیْ لَمْ اَقُلْهُ مَعَ اَنَّهٗ مَقُوْلٌ لِغَیْرِیْ یعنی میں نے نہیں کہا کسی اور نے کہا ہے پس یہاں پر تقدیم مسند الیہ کی مفید ہے نفی فعل کو متکلم سے اور ثبوت فعل کا غیر کیلئے بطریق عموم و خصوص جسطرح نفی میں خلاصہ یہ ہے کہ کہنا میرے ساتھ خاص ہے اور یہاں یہ لازم نہیں کہ ثبوت فعل علاوہ مخاطب کے سب کیلئے ہو کیونکہ تخصیص اس شخص کی نسبت ہے کہ جسکے متعلق مخاطب نے اشتراک یا انفراد کا وہم کیا ہو یعنی قصر قلب ہے وَلِهٰذَا لَمْ یَصِحَّ مَا اَنَا قُلْتُ هٰذَا وَلَا غَیْرِیْ اور اسی لئے یعنی تقدیم مفید تخصیص ہے اور نفی حکم مذکور سے ہے مع ثبوت للغیر تو یہ مثال صحیح نہیں (میں نے نہیں کہا یہ اور نہ میرے غیر نے) کیونکہ مفہوم مَا اَنَا قُلْتُ یہ ہے کہ ثبوت قائلیت کا غیر متکلم کیلئے ہے اور لَا غَیْرِیْ کا منطوق نفی قائلیت ہے متکلم سے حالانکہ یہ دونوں متناقض ہیں ف المفهوم ما یستفاد من اللفظ التزاما والمنطوق هو المعنى المطابقي وَلَا مَا اَنَا رَاَیْتُ اَحَدًا اور نہ یہ مثال صحیح ہے کہ میں نے کسیکو نہیں دیکھا کیونکہ یہ مثال مقتضی ہے اس امر کو کہ متکلم کے علاوہ کسی اور انسان نے دنیا کے سب لوگونکو دیکھا ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ متکلم سے رویت مفعول کی علی وجہ العموم نفی کیگئی ہے پس واجب ہے کہ

نیز متکلم کیلئے رویتِ مفعول علی وجہ العموم ثابت کیجاوے تاکہ تخصیص متکلم کی اس نفی کیساتھ متحقق ہو اور تقدیم
مسند الیہ کا فائدہ مترتب ہو و لا ما انا ضربت الا زیدًا اور نہ یہ مثال صحیح ہے کیونکہ یہ مثال بھی مقتضی ہے کہ متکلم
کے علاوہ کوئی آدمی ایسا بھی ہو کہ جسنے سوا زید کے سبکو مارا ہو اسلیئے کہ اسجگہ مستثنیٰ منہ جو مقدر ہے وہ عام ہے
یعنی احدًا اور قاعدہ یہ ہے کہ جس فعل کی نفی متکلم سے علی وجہ الحصر ہو اسکا ثبوت غیر متکلم کیلئے واجب ہے تحقیقاً لمعنے
الحصر پس اگر نفی عام ہے تو ثبوت عام ہوگا اور اگر خاص ہے تو خاص اور مطول میں علامہ نے اس بحث کو بسط
سے لکھا ہے شائقین وہاں دیکھ سکتے ہیں ف مذکورہ دونوں مقام میں لفظ لا کے بعد فعل منفی یعنی لیصح مقدر
ہے جیسا کہ ترجمہ سے معلوم ہو گیا ہوگا و الا یہ لفظ مرکب ہے ان شرطیہ اور لا نافیہ سے اور اسکو الا استثنائیہ گمان
کرنا خطا ہے اور فعل منفی محذوف ہے تقدیر عبارت یوں ہے وان لم یلی المسند الیہ حرف النفی یعنی اگر حرف
نفی کے بعد مسند الیہ متصل واقع ہو اور یہ دو طرح ہو سکتا ہے کہ یا کلام میں حرف نفی ہو سرے سے یا ہو تو مؤخر واقع
ہو مسند الیہ سے متصل جیسے انا ماقلت اور ایک تیسرا احتمال بھی پایا جاتا اور ہو سکتا ہے وہ کہ یہ مسند الیہ بعد نفی کے
منفصل کیساتھ واقع ہو جیسے ما ان انا قلتہ مگر اس احتمال کا جواب یہ ہے کہ قلیل الاستعمال ہے یا غیر واقع ہے

کلام بلغا میں پایا جاتا ف بحرف زائد کالعدم ہے فانہم فقد یاتی للتخصیص ردا علی من زعم انفراد غیرہ بہ
او مشارکتہ فیہ پس کبھی تقدیم مسند الیہ کی آتی ہے تخصیص کیلئے واسطے انکار رد کے اس شخص پر جو خبر فعلی کے
ساتھ غیر مسند الیہ کو منفرد خیال کرتا ہے یا مشارکت غیر خبر فعلی میں گمان کرتا ہے ف مشارکت کا عطف ہے
انفراد پر اور فیہ و بہ میں ضمیریں راجع ہیں خبر فعلی کیطرف نحو انا سعیت فی حاجتک مثلاً میں ہی نے
تیرے کام میں سعی کی ہے یہ قول دو جگہ پر بولا جاتا ہے ایک تو واسطے اس شخص کے جو خیال کرتا ہے کہ صرف غیر
نے سعی کی ہے اور دوسرے واسطے رد اس شخص کے جو خیال کرتا ہے کہ تو نے اور غیر دونوں نے ملکر سعی کی ہے پس اول
کو قصر قلب اور دوم کو قصر افراد کہتے ہیں و یؤکد علی الاول بنحو لا غیری و علی الثانی بنحو وحدی ف
اور اول تقدیر یعنی انفراد غیر کی صورت میں لا غیری کیساتھ تاکید لائی جاتی ہے یا اس جیسے اور الفاظ ہوں
مثلاً لا زید و لا عمرو و لا من سوای کیونکہ یہ الفاظ صراحۃً دال ہیں کہ صدور فعل کا غیر سے نہیں ہوا اور

ثانی تقدیر یعنی رد مشارکت کی صورتمین وحدی کیساتھ تاکید لائی جاتی ہے یا اور اس جیسے اور الفاظ ہون
مثلاً منفرداً یا متوحداً یا غیر مشارک کیونکہ یہ الفاظ دلالت کرتے ہین صراحتہً ازالۂ شبہ اشتراک غیر کا فعل
مین یعنی سعی مین میرے کوئی شریک نہین صرف مین تنہا ساعی ہون اور تاکید کا کام یہ ہے کہ جو شبہہ
سامع کے قلب مین گذرے اسے وہ دفع کردے چنانچہ تاکید نے یہان پر اسی قسم کا فائدہ عطا کیا ہے دوسرا ثانی
لِتَقوِّی الحُکمِ نَحْوُ هُوَ یُعْطِی الْجَزِیْلَ اور کبھی تقدیم مسندالیہ کی تقوی اور تقریر حکم کیلئے آتی ہے نہ تخصیص کے
لئے یعنی وہ حکم سامع کے ذہن مین جم جاوے جیسا مثال مذکور مین وہ ممدوح کثیر عطا کرتا ہے اسمین اعطار
کثیر کی تحقیق واثبات مطلوب ہے تخصیص کہ وہ کرتا ہے نہ غیر اسکا اور عنقریب تقوی حکم کے معنی مسند کی
بحث مین آوینگے منتظر رہئے وَکَذَا اِذَا کَانَ الْفِعْلُ مَنْفِیًّا اور ایسا ہی ہے جبکہ فعل منفی ہو یعنی تقدیم
مسندالیہ کبھی تخصیص کیلئے آتی ہے اور کبھی تقوی حکم کیلئے اول کی مثال اَنْتَ مَاسَعَیْتَ فِی حَاجَتِی
یعنی عدم السعی تیرے ساتھ خاص ہے اور تقوی کی مثال خود مصنف بیان کرتے ہین نَحْوُ اَنْتَ
لَا تَکْذِبُ یعنی تم سے کذب نہین صادر ہوتا ہے اسمین حکم منفی کی تقویت اور تقریر ہے فقط نہ تخصیص اور
مصنف رحمہ اللہ تعالی نے تقوی کی مثال کی تصریح اسواسطے کی ہے تاکہ اسمین اور تاکید مسندالیہ مین
جو فرق ہے وہ متفرع ہوسکے لکونہ محل لا شتباہ نہ تخصیص والی صورتمین کیونکہ اسمین فرق مبین ہے
فَاِنَّهُ اَشَدُّ نَفْیِ الْکَذِبِ مِنْ لَا تَکْذِبُ یعنی اس مثال مین نفی الکذب اشد ہے بہ نسبت لا
تکذب کے کیونکہ اول مین تکریر اسناد ہے جو لا تکذب مین بالکل مفقود ہے وَمِنْ لَا تَکْذِبُ اَنْتَ
اور ایسا ہی اس مثال کی نسبت سے بھی اسمین نفی الکذب اشد ہے باوجود اس امر کے کہ اسمین تاکید بھی
پائی جاتی ہے لِاَنَّهُ لِتَاکِیْدِ الْمَحْکُوْمِ عَلَیْهِ کیونکہ یہ مثال مجموع یا صرف لفظ انت تاکید محکوم علیہ کیلئے ہے
یعنی ضمیر مخاطب کیلئے جو فعل مخاطب مین واجب الاستتار ہے اور یہ اسناد علی سبیل السہو یا تجوز یا نسیان
نہین ہے لَا الْحُکْمِ نہ تاکید حکم کی لعدم تکرار الاسناد اور یہ جو کچھ ذکر کیا گیا ہے کہ تقدیم کبھی تخصیص کیلئے
اور کبھی تقوی کیلئے آتی ہے یہ جب ہے کہ بنائے فعل علی المعرف ہو یعنی فاعل معرفہ ہو نہ نکرہ

کیونکہ بنا فعل علی المنکر کا بیان آگے آتا ہے وان بنی الفعل علی منکر افاد تخصیص الجنس او الواحد بہ اور اگر بنا فعل کی فاعل منکر پر ہو تو اسوقت تقدیم فائدہ دیگی تخصیص الجنس یا تخصیص الواحد کی فعل کیساتھ

نحو رجل جاء نی ای لا امرأۃ او لا رجلان جیسے مرد آیا ہے میرے پاس نہ عورت اسمین تخصیص جنس مرد کی ہے یا ایک مرد آیا ہے نہ دو اسمین تخصیص واحد کی ہے اور وجہ تخصیص دونوں طرح کی رجل مین یہ ہے کہ اسم جنس دو معنے کا حامل ہوتا ہے جنسیت و عدد معین یعنی اسم مفرد مین ایک اور اسم مثنی مین دو اور جمع مین دو سے زائد پس نکرہ مفردہ مین یہ ہے کہ واحد کیلئے ہو جنس مین سے لہذا کبھی فقط جنس مراد ہوگی اور کبھی فقط واحد مراد ہوگا اور دلائل الاعجاز کی عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ بناء علی المعرفۃ والنکرۃ مین کوئی فرق نہین ہے کیونکہ کبھی تخصیص کیلئے بنا مذکور ہوتی ہے اور کبھی تقوی کیواسطے اور مصنف کی عبارت وجوب تخصیص پر قطعاً دلالت کرتی ہے صورت بنا علی المنکر مین ووافقہ السکاکی علی ذلک اور موافقت کی ہے سکاکی نے شیخ عبد القاہر کی مذکور پر یعنی تقدیم مفید تخصیص ہے لیکن بیان شرائط اور تفصیل مین مخالف ہین اسلئے کہ شیخ کا مذہب یہ ہے کہ اگر مسند الیہ بعد حرف نفی کے بلا فصل واقع ہوے تو یہ صورت یقینی تخصیص کی ہے ورنہ کبھی تخصیص اور کبھی تقوی حکم ہوگی عام ہے کہ وہ اسم مضمر ہو یا مظہر معرف ہو یا منکر اور نیز فعل بھی عام ہے مثبت ہو یا منفی اور سکاکی کا مذہب یہ ہے کہ اگر وہ مسند الیہ نکرہ ہے تو تخصیص کیلئے ہے بشرطیکہ کوئی امر مانع نہ ہو تخصیص سے اور مانع کا ذکر آگے آتا ہے قول ماتن مین وشرطہ الخ اور اگر مسند الیہ معرفہ ہے تو اسم مظہر ہونے کی صورتین صرف تقوی حکم کیلئے ہوگا او مضمر کی صورتین کبھی تقوی کیلئے اور کبھی تخصیص کیلئے ہوگا خواہ حرف نفی کے بعد متصل واقع ہو یا نہ اعادہ الفرق بینہما عند السکاکی اور مصنف کی آگے آنیوالی عبارت

اسی تفصیل کیطرف اشارہ کرتی ہے الا انہ قال التقدیم یفید الاختصاص ان جاز تقدیرکونہ

فی الاصل مؤخرا علی انہ فاعل معنے فقط نحو انا قمت وقدر سب باتونمین سکاکی موافقت کرتے ہین شیخ کی لیکن سکاکی اسقدر اور اضافہ کرتے ہین کہ تقدیم مفید تخصیص جب ہوگی کہ مسند الیہ کی تقدیر مؤخر درست ہو اس خیال سے کہ وہ فاعل ہے معنے نہ لفظاً جیسا مثال مذکور مین جائز ہے کہ تقدیر عبارت

یون ہو قُمۡتُ اَنَا پس اَنَا فاعل معنے ہی اور تاکید لفظاً اور قَدۡ زَکا عطف ہی جائز پس خلاصہ مطلب
یہ ہوا کہ افادہ تخصیص مشروط بدو شرط ہی ایک جواز التقدیر اور دوسرے اعتبار التقدیر یعنی اصل مین مؤخر
تھا مسند الیہ بعد کو مقدم کیا گیا ہو وَ اِلَّا فَلَا یُفِیۡدُ اِلَّا تَقۡوِیَ الۡحُکۡمِ سَوَاءٌ جَازَ کَمَا مَرَّ وَلَمۡ یُقَدَّرۡ اَوۡ
لَمۡ یَجُزۡ نَحۡوُ زَیۡدٌ قَامَ اور اگر دونون شرطین نہ پائی جاوین تو تقدیم مفید نہو گی مگر تقوی حکم کو برابر ہی کہ
تقدیر التاخیر جائز ہو جیسا کہ گذرا ہی مثال انا قمت مین اور اعتبار تقدیر نہ کیا گیا ہو یا سرے سے تقدیر
تاخیر جائز ہی نہین ہی جیسا مثال زَیۡدٌ قَامَ مین کیونکہ یہ کہنا درست نہین کہ اسکی اصل قَامَ زَیۡدٌ تھی
اور بعد کو زید مقدم کیا گیا ہی لانہ یلزم تقدیم الفاعل لفظاً وھو لا یجوز چونکہ مقتضای کلام مصنف
کا لازم آتا تھا کہ رجل جاءنی وغیرہ مفید تخصیص نہو کیونکہ تاخیر کرنے سے فاعل لفظاً ہوا جاتا ہی تو اسکو
حکم مذکور سے خارج کر دیا سکاکی نے بایں تاویل کہ رجل بدل ہی ضمیر مستتر سے جو فاعل ہی لفظاً پس رجل
فاعل معنے ہوا اور یہی معنے ہین اسکے قول مصنف کے وَاسۡتَثۡنٰی اَلۡمُنَکَّرَ بِجَعۡلِہٖ مِنۡ بَابِ وَاَسَرُّوا النَّجۡوَی
الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا اَیۡ عَلَی الۡقَوۡلِ بِالۡاِبۡدَالِ مِنَ الضَّمِیۡرِ لِئَلَّا یَنۡتَفِیَ التَّخۡصِیۡصُ اِذۡ لَا سَبَبَ لَہٗ سِوَاہُ
بِخِلَافِ الۡمُعَرَّفِ اور خارج کیا سکاکی نے منکر کو حکم مذکور سے بسبب گرداننے کے اسے باب واسروا النجوی الذین
ظلموا سے یعنی بنابر ابدال کے ضمیر سے مطلب یہ ہی کہ سکاکی نے فرض کیا ہی کہ رَجُلٌ جَاءَنِیۡ کا اصل
جَاءَنِیۡ رَجُلٌ ہی اس خیال سے کہ رجل دراصل فاعل نہین ہی بلکہ بدل ہی ضمیر مرفوع متصل سے جو
جاءنی مین پوشیدہ ہی جیسا کہ اللہ تعالی کے قول مذکور فی المتن مین واو ضمیر بارز اسروا مین فاعل
ہی اور الذین الخ اس سے بدل ہی ف الذین الخ مین چھ احتمال ہین رفع علی البدل رفع باضمار
فعل ای یقول الذین الخ خبر مبتدا المحذوف ای ھم الذین الخ و مرفوع بنابر فاعل اسروا اور واو (مرفوع محلاً ۱۲)
علامت جمع ہی نہ ضمیر عند بعض النحاۃ و مفعول اعنی مقدر کا ۔ مجرور بنابر بدل کے الناس سے اللہ تعالی کے قول
اقترب للناس حسابھم مین باب اسروا سے کرنیکی وجہ یہ ہی تا کہ تخصیص فوت نہو جاوے جو مبتدا نکرہ
کیلئے شرط ہی اسلئے کہ تخصیص کیواسطے کوئی بظاہر سبب موجود نہین سوا اسکے کہ اسے مؤخر فاعل معنے

مانا جاوے کیونکہ اگر مسند الیہ مخصص بتاویل مذکور نہ مانا جاوے تو اسکا مبتدا بنانا صحیح نہیں ہے لان النکرۃ لا یقع مبتدا بدون التخصیص اور بخلاف معرف کے کیونکہ اسکا مبتدا واقع ہونا صحیح ہے بدون اعتبار تخصیص پس لامحالہ اس توجیہ بعید کا ارتکاب منکر مین ضروری ہے نہ معرف مین اگر کہا جاوے کہ بنابر قول سکاکی لازم آتا ہے ابراز ضمیر تثنیہ وجمع کا مثلاً جاءنی رجلان وجاءونی رجال مین حالانکہ استعمال اسکے خلاف ہے تو ہم کہینگے کہ بلکہ مراد یہ ہے کہ رجل جاءنی کی تقدیر جاءنی رجل فرض کیجاوے اس بنا پر کہ یہ بدل ہے نہ فاعل پس رجال جاؤنی مین فرض کیا جاوے کہ اصل مین جاؤنی رجال تھا اور نیز ممکن ہے کہ رجل جاءنی واقع ہو مثل اکلونی البراغیث یا وکوکب حم القنا السائمۃ کیطرح ہو پس کوئی احتیاج تخصیص نہین ہے تا کہ ارتکاب وجہ بعید لازم آوے ثم قال وشرط هذا ان لا یمنع من التخصیص مانع کقولک رجل جاءنی علی ما مر دون

سکاکی

قولهم شر اهر ذا ناب پھر کہا ہے سکاکی نے ذکر ٹھرانے منکر کے باب مذکور سے اور نیز اعتبار تقدیم وتاخیر کی شرط یہ ہے کہ کوئی مانع تخصیص سے نہ رو کے جیسا کہ گذرا ہے رجل جاءنی مین کہ معنے اسکے یہ مین کہ مرد آیا ہے نہ عورت یا ایک مرد آیا ہے نہ دو بخلاف شر اهر ذا ناب کی مثال کہ اسمین مانع تخصیص سے موجود ہے پس اس مثال مین تخصیص الجنس یا تخصیص الواحد دونون مفقود ہین یعنی شر زکتی کو بھولکایا ہے اما علی التقدیر الاول فلامتناع ان یراد المهر شر لا خیر لیکن اول تقدیر یعنی تخصیص جنس کیصورت مین یہ کہنا کہ مہر شر ہے نہ خیر یہ جائز نہین کیونکہ مہر ہمیشہ شر ہوتا ہے نہ خیر اور اگر بالفرض کبھی خیر بھی بہتر ہوتا ہے تو تخصیص الجنس ہوگی واما علی الثانی فلنبوہ عن مظان استعماله لیکن دوسری تقدیر یعنی تخصیص الواحد کیصورت مین کیون منع ہے اسلیئے کہ موارد استعمال کلام سے تخصیص الواحد بعید ہے کیونکہ اس کلام کا یہ مطلب نہین ہے کہ مہر ایک شر ہے نہ دو اور یہ ظاہر ہے محتاج بیان نہین واذ قد صرح الائمة بتخصيصه حيث تاولوه بما اهر ذا ناب الا شر فالوجه تفظيع شان الشر بتنكيره یہ عبارت جواب ہے سوال مقدر کا وہ یہ ہے کہ بقول سکاکی مع اس مثال مین امر مانع من التخصیص موجود ہے اور ائمہ اسمین تخصیص کے قائل ہین اسلیئے یون تاویل کرتے ہین ما اهر ذا ناب الا شر لہذا مصنف نے جمع بین القولین کیصورت یہ فرمائی ہے کہ شان شر کی عظمت

بیان کرنا منظور ہے بواسطہ تنکیر کے معنے شر عظیم فظیع اھر ذا ناب لاحقیر یعنی شر عظیم مولناک نے بھونکایا کتے کو نہ شر حقیر لے خلاصہ یہ ہے کہ مطلق شر جنس ہے اور شر عظیم و شر حقیر اسکے دو نوع ہین لہذا تخصیص نوعی ہوئی اور منع تخصیص شر مین تخصیص الجنس یا تخصیص لواحد تھی نہ نوعی فلا منافاۃ بین القولین اب مصنفؒ سکاکیؒ پر اعتراض کرتے ہین جیسا کہ آگے آرہا ہے شرح وفیہ نظر اذ الفاعل اللفظی

والمعنوی سواء فی امتناع التقدیم ما بقیا علی حالہما فتجویز تقدیم المعنوی دون اللفظی تحکم

اور سکاکیؒ کے قول مین نظر ہے وہ یہ کہ فاعل لفظی اور فاعل معنوی جیسے تاکید ہے یا بدل دونون امتناع تقدیم مین برابر ہین جبتک کہ دونون اپنے حال پر باقی رہین یعنی فاعل فاعل اور تابع تابع رہے بلکہ فاعل کی امتناع تقدیم سے تابع کی امتناع تقدیم اولی و انسب ہے کیونکہ تابع کہتے ہی ہین پیچھے آنیوالی چیز کو نہ تقدم کو پس فاعل معنوی کی تقدیم کو جائز قرار دینا نہ فاعل لفظی کی اسمین تحکم ہے یعنی ترجیح بلا مرجح ہے اور ایسا ہی تابع مین فسخ کو جائز کہنا نہ فاعل مین تحکم ہے کیونکہ امتناع تقدیم فاعل کی فعل پر بوجہ فاعل ہونیکے ہے ورنہ یہ کہنا درست ہے کہ زید قام اصل مین قام زید تھا پس فعل سے مقدم کرکے مبتدا بنایا گیا ہے جیسا کہ جرد قطیفۃ مین کہا جاوے کہ جرد اصل مین صفت ہے پس مقدم کرکے مضاف کیا گیا ہے اور تابع کی تقدیم متبوع پر بحیثیت تابع ممتنع ہے اور یہ امتناع اجماعی ہے عند النحاۃ لیکن عطف مین جائز ہے بوجہ ضرورت شعریہ کے اور اس جواز پر منع وارد کرنا مکابرہ ہے جو کسیطرح مسموع نہین ہے خلاصہ یہ ہوا کہ تقدیم التابع علی المتبوع اور تقدیم الفاعل علی الفعل دونون برابر ہین امتناع مین قبل فسخ تابعیت اور دونون جائز ہین بعد الفسخ فلا فرق بینہما فی الامتناع بوجہ والجواز بوجہ اور یہ قول کہ تقدیم الفاعل کی حالت مین فعل کا خلو عن الفاعل لازم آتا ہے اور وہ محال ہے بخلاف خلو عن التابع کہ وہ درست ہے یہ کہنا بالکل فاسد ہے کیونکہ یہ اعتبار محض ہے جسکی کوئی اصلیت دوا قعیت نہین ثم لا نسلم انتفاء

التخصیص لولا تقدیر التقدیم لحصولہ بغیرہ کما ذکرہ پھر انتفاء تخصیص رجل جاءنی مین ہم تسلیم نہین کرتے اگر تقدیم نہو کیونکہ وہ تخصیص حاصل ہے بغیر تقدیر تقدیم کے جیسا کہ خود سکاکی نے ذکر کیا ہے

تہویل وتحقیر وتکثیر وتقلیل وغیرہ کو اور علامہ سکاکیؒ نے اگرچہ تصریح نہین کی ہی اس امر کی کہ کوئی سبب
تخصیص کا سوا اسکے نہین ہی مگر اسکے کلام سے جو مفتاح العلوم مین ہی یہ بات لازم آتی ہی حیث قال
انما یرتکب ذلک الوجہ البعید عند المنکر بفوات شرط الابتداء یعنی وجہ بعید کا ارتکاب بوقت
نکرہ کے اسلیئے کیا گیا تاکہ ابتدار کی شرط فوت نہو یعنی معرفہ یا نکرہ مخصصہ ہونا اور منجملہ عجائبات سے ہی یہ
امر کہ علامہ سکاکیؒ نے رجل جاءنی مین وجہ بعید کا ارتکاب اسلئے کیا تاکہ مبتدا نکرہ مخصصہ ہو اور بعض لوگ
یہ گمان کرتے ہین کہ سکاکیؒ کے نزدیک یہان پر بدل مقدم ہی یہ مبتدا نہین اور جملہ فعلیہ ہی نہ اسمیہ اور اس بارہ
مین تمسک لائے تلویحات بعیدہ کیساتھ سکاکیؒ کے کلام سے پس یہ خیال بعض کا بعید از عقل ہی اور نیز تمسک
لائے شارح علامہ قطب الدینؒ کی کلام سے جو انھون نے زید قام وعمرو قعد کے متعلق تحریر فرمائی ہے
ان المرفوع یحتمل ان یکون فاعلا مقدما یعنی مرفوع مین احتمال ہی کہ فاعل مقدم ہو مگر افسوس
کہ تصریحات نحاۃ کیطرف اسنے التفات نہ فرمایا کیونکہ وہ تابع کی تقدیم مطلقًا منع کہتے ہین بالتصریح اور
اس مقام پر شارح علامہ نے یہ قول کیا ہی کہ فاعل اسکو کہتے ہین جو سیطرح مقدم ہو سکے فعل پر اور تابع مین تقدیم
محتمل ہی علی طریق الفسخ یعنی تابعیت سے دور کر کے مقدم کیا جاوے لیکن لا علی طریق الفسخ پس یہ تقدیم
ممتنع ہی نیز لاستحالۃ تقدیم التابع علی المتبوع من حیث ھو تابع معلوم کرنا چاہیے کہ شارح علامہ
قطب الدینؒ کا فرق بیان کرنا تحکم محض ہی کیونکہ توابع من حیث توابع کی تقدیم متبوع پر جیسے منع ہی ایسے ہی
فاعل من حیث فاعل کی تقدیم فعل پر ممتنع ہی اور جیسے تقدیم توابع کی متبوع پر بعد الفسخ درست ہی ایسا ہی
تقدیم فاعل کی بعد الفسخ جائز ہی فصار الفرق ھباءً منثورًا ثمّ لا نسلم امتناع ان یراد المھر شرّ
لا خیر پھر نہین تسلیم کرتے ہم امتناع اس ارادے کا کہ مہر شر ہی نہ خیر اسلیئے کہ اسپر کوئی عقلی ونقلی دلیل نہین ہی
اور کیونکر امتناع تسلیم ہو جبکہ شیخ عبد القادر جرجانیؒ یون فرماتے ہین قدم شرٌّ لان المعنی الذی اھرّ
ذا ناب من جنس الشر لا من جنس الخیر اس عبارت سے صاف ظاہر ہی کہ تخصیص الجنس موجود ہی ثمّ

قَالَ وَیَقْرُبُ مِنْ قَبِیْلِ ھُوَ قَامَ زَیْدٌ قَائِمٌ فِی التَّقَوِّیْ لِتَضَمُّنِہِ الضَّمِیْرَ وَشَبَّھَہٗ بِالْخَالِیْ عَنْہُ
السکاکی

جِهَةِ عَدَمِ تَغَيُّرِهٖ فِي التَّكَلُّمِ وَالْخِطَابِ وَالْغَيْبَةِ کہا سکاکیؒ نے کہ زَیْدٌ قَائِمٌ تقوی حکم مین مثل هُوَ قَامَ کے ہے کیونکہ قائم متضمن ضمیر ہے قام کیطرح یعنی جیسے قام مین ضمیر مستتر ہے ایسا ہی قائم مین بھی ضمیر پوشیدہ ہے لہذا حکم مین تقوی کے ہوجاویگا اور چونکہ هُوَ قَامَ مین تقوی بغیر شبہ تھی اور هو قائم مین شبہ عدم تقوی تھا اسواسطے مصنفؒ نے یقرب کہا یعنی افادہ تقوی مین اسکے قریب ہے نہ عین اور سکاکی قائم وغیرہ کو خالی عن الضمیر کیساتھ تشبیہ دی ہے بوجہ نہ متغیر ہونے قائم کے حالت غیبت و تخاطب و تکلم مین مثلاً انا قائم وانت قائم وهو قائم مین صیغہ صفت تینون حالات مین متغیر نہین ہوا جیسا اسم خالی عن الضمیر تینون حالات مین یکسان رہتا ہے مثلاً اَنَا رَجُلٌ اَنْتَ رَجُلٌ وَهُوَ رَجُلٌ۔ چنانچہ اسی ہی اعتبار سے یقرب کہا گیا ہے نہ نظیرہ خلاصہ یہ ہے کہ قائم باعتبار ضمیر کے شبہ جملہ ہے اور باعتبار عدم تغیر کے مفرد ہے جو اعراب لفظی کو قبول کرتا ہے بخلاف جملہ کے کہ اُسکا اعراب محلی ہوتا ہے اور بعضے نسخو نمین شبہ اسم مجرور ہے جو عطف ہے تضمن پر لام جارہ کے تحت مین اور یقرب کا لفظ مشعر ہے کہ اسمین قدرے تقوی ہے لیکن زَیْدٌ قَامَ کیطرح تقوی نہین اول کیوجہ یہ ہے کہ لتضمنہ الضمیر اور ثانی کیوجہ یہ ہے لشبہہ بالخالی عن الضمیر اب آگے مصنفؒ خالی عن الضمیر پر تفریع کرتے ہین وَلِهٰذَا لَمْ يُحْكَمْ بِاَنَّهٗ جُمْلَةٌ وَلَا عُومِلَ مُعَامَلَتَهَا بوجہ شبہ خالی عن الضمیر کے (قائم) اپنے فاعل کیساتھ خواہ اسم ضمیر ہو اسم ظاہر جملہ نہین کہلاتا ہے اور نہ جملہ کا سا معاملہ اسکے ساتھ کیا جاتا ہے در بارہ بنا کے بلکہ معرب ہوتا ہے جیسے رَجُلٌ قَائِمٌ وَرَجُلًا قَائِمًا وَرَجُلٍ قَائِمٍ وَمِمَّا يُرٰى تَقْدِيْمُهٗ كَاللَّازِمِ لَفْظُ مِثْلُ وَغَيْرُ فِيْ نَحْوِ مِثْلُكَ لَا يَبْخَلُ وَغَيْرُكَ لَا يَجُوْدُ بِمَعْنٰى اَنْتَ لَا تَبْخَلُ وَاَنْتَ تَجُوْدُ مِنْ غَيْرِ اِرَادَةِ تَعْرِيْضٍ لِغَيْرِ الْمُخَاطَبِ لِكَوْنِهٖ اَعْوَنَ عَلَى الْمُرَادِ بِهِمَا اور منجملہ ان مقامات کے جہان تقدیم مسند الیہ کی مسند پر لازم خیال کیجاتی ہے وہ مقام ہے جسجگہ لفظ مثل وغیرہ و شبہ و مغایر و نظیر و مماثل کے مسند الیہ واقع ہون بشرطیکہ انکا استعمال علی سبیل الکنایہ ہو جیسا امثلہ مذکورہ مین کہ تیرا مثل بخل نہین کرتا اور تیرا غیر سخاوت نہین کرتا ہے باین معنی کہ تو بخل نہین کرتا اور تو سخاوت کرتا ہے یہان پر لفظ مثل اور غیر سے اور کوئی شخص مشابہ یا مغایر مخاطب کے مراد نہین ہے بلکہ خود مخاطب ہی مراد ہے یعنی مخاطب سے نفی بخل بطریق کنایہ کرتا ہے کیونکہ جب نفی بخل کی مثل مخاطب سے کی اور مثل سے مراد غیر مخاطب نہوا

تو لامحالہ نفی بخل کی خود مخاطب سے لازم آگئی اور علی ہذا القیاس جو جب غیر مخاطب کی نفی ہو تو لامحالہ مخاطب مین جو علی وجہ اتم پایا جاویگا اور علاوہ اسکے بخل وجود قبیل اعراض سے ہین پس ضروری ہے ان کیلئے ایک ایسا محل جس کیساتھ یہ قائم ہون لکون اعون الخ کہکر تقدیم مسند الیہ کی علت تبلاتے مین مصنف کہ تقدیم مسند الیہ کی ان مثالونمین مراد پر زیادہ اعون و مددگار ہے کیونکہ ان مثالونمین غرض ہے اثبات حکم بطریق کنایہ جو ابلغ تر ہے اور تقدیم مسند الیہ جو مفید تقوی حکم ہے وہ اعون ہے اس غرض کیلئے اور کاللازم کے یہ معنی نہین کہ مسند الیہ کبھی مقدم کیا جاتا ہے اور کبھی نہین بلکہ مراد یہ ہے کہ مقتضی قیاس یہ تھا کہ تاخیر مسند الیہ جائز ہوتی مگر استعمال تقدیم سے پر وارد ہوا ہے لہذا گویا تقدیم لازم ہوگئی جیسا کہ دلائل الاعجاز مین اسکی تصریح موجود ہے قِیْلَ وَقَدْ یُقَدَّمُ کہا گیا ہے کہ کبھی مقدم کیا جاتا ہے مسند الیہ مسور بکل کو مسند پر جو مقرون ہو حرف نفی کیساتھ یعنی مسند الیہ پر کلمہ کل داخل ہو اور مسند خبر نفی مین واقع ہو جیسے کل انسان لم یقم لِاَنَّهٗ دَالٌّ عَلَی الْعُمُوْمِ نَحْوُ کُلُّ اِنْسَانٍ لَمْ یَقُمْ کیونکہ یہ تقدیم مسند الیہ کی عموم پر دلالت کرتی ہے یعنی نفی حکم کی ہر ہر فرد سے جیسے مثال مذکور مین کہ کوئی فرد انسان کا کھڑا نہین ہوا ہے لہذا اسمین نفی القیام ہے ہر فرد انسان سے۔

بِخِلَافِ مَا لَوْ اُخِّرَ نَحْوُ لَمْ یَقُمْ کُلُّ اِنْسَانٍ فَاِنَّهٗ یُفِیْدُ نَفْیَ الْحُکْمِ عَنْ جُمْلَةِ الْاَفْرَادِ لَا عَنْ کُلِّ فَرْدٍ بخلاف اس صورت کے کہ مسند الیہ کو موخر کیا جاوے جیسا مثال لم یقم کل انسان مین کیونکہ یہ مفید ہے نفی حکم کو جملہ افراد سے نہ ہر ہر فرد سے پس خلاصہ یہ ہوا کہ تقدیم مفید ہے عموم السلب و شمول النفی کو اور تاخیر مفید ہے سلب العموم و نفی الشمول کو پہلی صورتین قضیہ سالبہ کلیہ اور صورت ثانیہ مین سالبہ جزئیہ کہلاویگا۔

وَ ذٰلِکَ لِئَلَّا یَلْزَمَ تَرْجِیْحُ التَّاکِیْدِ عَلَی التَّاسِیْسِ اور یہ تقدیم مفید عموم کو اسواسطے ہوئی نہ تاخیر کو تاکہ تاکید کی ترجیح تاسیس پر نہ لازم آوے اور تاکید کے یہ معنی ہوئے کہ لفظ کل اُس معنے کی تقریر کرے جو اسکے دخول سے پہلے حاصل ہوا اور تاسیس کے یہ معنی ہین کہ مفید معنی جدید کو ہوسے اور یہ امر محقق ہے کہ تاسیس راجح ہوتی ہے تاکید پر لان الافادۃ خیر من الاعادۃ اور بیان لزوم ترجیح تاکید کا تاسیس پر صورت تقدیم مین یہ ہے کہ انسان لم یقم یہ قضیہ موجبہ مہملہ ہے ایجاب تو اسوجہ سے کہ اسمین عدم القیام کا ثبوت ہے انسان کے لیئے

نہ نفی القیام عن الانسان کیونکہ حرف سلب محمول کی جزو واقع ہوا ہی لہذا موجبہ معدولۃ المحمول ہوا نہ سالبہ اور
مہملہ اسوجہ سے ہے کہ اسمین کوئی ایسا لفظ نہین ذکر کیا گیا جو کلیت اور مقدار افراد موضوع پر دلالت کرتا ہو باوجود
اس امر کہ حکم اسمین ماصدق علیہ الانسان پر ہی اور جب یہ ثابت ہوا کہ الانسان لاقائم موجبہ مہملہ ہی تو واجب
ہی کہ اسکے معنے نفی القیام عن جملۃ الافراد ہون نہ عن کل فرد فرد لِاَنَّ الْمُوْجَبَۃَ الْمُھْمَلَۃَ الْمَعْدُوْلَۃَ الْمَحْمُوْلِ
فِیْ قُوَّۃِ السَّالِبَۃِ الْجُزْئِیَّۃِ کیونکہ قضیہ موجبہ مہملہ معدولۃ المحمول قوت مین سالبہ جزئیہ کی ہوتا ہی بوقت موجود ہونے
موضوع کی ورنہ سالبہ جزئیہ تو عام ہی خواہ موضوع موجود ہو یا معدوم جیسے لاقائم بعض الانسان سالبہ جزئیہ
ہی اور افراد انسان کی موجود مین یعنی مطلب یہ ہی کہ یہ دونون متلازم ہین صدق مین اور مہملہ مین نفی قیام
کی ہی افراد انسان سی عام اس سی کہ جمیع افراد سی ہو یا بعض سی بہرحال جو بھی ہو نفی القیام عن البعض صادق
آتی ہی جو مفہوم ہی سالبہ جزئیہ کا اور جب نفی القیام عن البعض صادق آویگی تو نفی القیام فی الجملہ بھی صادق
آویگی افراد الانسان سی جو مفہوم ہی مہملہ کا بدون لحاظ کلیت و جزئیت کی پس اس بیان سی ثابت ہوا کہ موجبہ
مہملہ معدولۃ المحمول قوت مین سالبہ جزئیہ کے ہی اَلْمُسْتَلْزِمَۃِ نَفْیَ الْحُکْمِ عَنِ الْجُمْلَۃِ دُوْنَ کُلِّ فَرْدٍ صفت
ہی ترکیب مین السالبۃ الجزئیۃ کی یعنی سالبہ جزئیہ مستلزم ہی نفی حکم کو جملہ سی نہ ہر ہر فرد سی کیونکہ سالبہ جزئیہ کا
صدق جسکا موضوع موجود ہو دو طرح پر ہوتا ہی ایک یہ کہ نفی حکم کی ہر ہر فرد سی ہو اور دوسری نفی حکم کی بعض
سے مع ثبوت للبعض بہرحال ان دونون صور تونمین کوئی صورت بھی ہو نفی الحکم جملہ افراد سی لازم ہی جو مفہوم
ہی رفع ایجاب کلی کا اور ہر ہر فرد سی نفی نہونیکی وجہ یہ ہی کہ عقلاً جائز ہی کہ حکم منفی ہو بعض سی اور بعض آخر کے لیے
ثابت ہو پس جبکہ ثابت ہوا کہ انسان لاقائم کی معنی بدون کل کی نفی القیام عن جملۃ الافراد قرار پائے
نہ عن کل فرد فرد تواب بعد دخول لفظ کل کی بھی اگر وہی معنے ہون جو پہلی تھے تو لفظ کل کی آنیسی معنی اول
کی تاکید ہوئی پس واجب ہی کہ بعد دخول کی نفی الحکم عن کل فرد پر محمول کیا جاوی تاکہ کل مفید معنی جدید
کو ہو ترجیحاً للتاسیس علی التاکید اور بہرحال صورت تاخیر مسند الیہ مین ترجیح تاکید کو تاسیس پر اسطرح
لازم آتی ہی کہ لم یقم انسان قضیہ سالبہ مہملہ ہی کیونکہ کوئی کلمہ سور اسمین نہین ہی وَالسَّالِبَۃُ الْمُھْمَلَۃُ فِیْ قُوَّۃِ

السَّالِبَةِ الْكُلِّيَّةِ الْمُقْتَضِيَةِ لِلنَّفْيِ عَنْ كُلِّ فَرْدٍ اور سالبہ مہملہ قوت مین سالبہ کلیہ کی ہی جو مقتضی ہی نفی الحکم
کو عَنْ کُلِّ فَرْدٍ فَرْدٍ مثلاً لا شئ من الانسان بقائم یہ سالبہ کلیہ ہی لہذا لم یقم انسان بھی اسی کیطرح ہی
اور چونکہ سالبہ جزئیہ مین دو احتمال تھی کہ نفی حکم ہر ہر فرد سے ہو یا نفی حکم عن البعض مع ثبوت للبعض اور سالبہ
جواب سوال مقدر
جزئیہ مین صرف اول احتمال تھا اسلئے جزئیہ مین لفظ استلزام اور سالبہ کلیہ مین لفظ اقتضاء استعمال کیا مصنف
نے اور قول مصنف کا بظاہر مخالف تھا قاعدہ مسلمہ کے کہ مہملہ قوت جزئیہ مین ہوتا ہی اور مصنف فرماتی ہین کہ
وہ قوت مین سالبہ کلیہ کی ہی لہذا اسکی اثبات کی ضرورت ہوئی مصنف کو چنانچہ قول آئندہ مین ثابت
کرتے ہین لِوُرُوْدِ مَوْضُوْعِهَا فِي سِيَاقِ النَّفْيِ کیونکہ موضوع مہملہ کا سیاق نفی مین واقع ہوا ہی اور جبکہ نکرہ
غیر مصدر بلفظ کل حیز نفی مین واقع ہو تو وہ مفید ہوتا ہی نفی حکم کو ہر ہر فرد سے اور چونکہ لم یقم انسان کے معنے
بدون ذکر لفظ کل نفی القیام عن کل فرد کے ہین تو بعد دخول لفظ کل کے بھی اگر یہی معنی رہے تو کل تاکید کریگا معنے
اول کی لامحالہ لہذا واجب ہی کہ بعد دخول کل کے نفی القیام عن جملۃ الافراد پر محمول کیا جاوے تا کہ کل تاسیس
معنے آخر کی کرے اسکی وجہ یہ ہی کہ اس مقام مین لفظ کل احد المعنیین کو مفید ہوگا سلب العموم یا عموم السلب
کو اور جب ایک معنی منفی ہوا تو دوسرا معنے لامحالہ ثابت ہوگا یقیناً الحاصل تقدیم مسند الیہ کی بدون لفظ کل
کے سلب العموم اور نفی الشمول کیلئے ہی اور تاخیر عموم السلب و شمول النفی کیواسطے پس بعد دخول لفظ کل کے واجب
ہی کہ معاملہ بالعکس ہو تا کہ ترجیح مرجوح نہ لازم آوے یعنی تاسیس راجح ہی اور تاکید مرجوح ہی وَفِيْهِ نَظَرٌ لِأَنَّ النَّفْيَ
عَنِ الْجُمْلَةِ فِي الصُّوْرَةِ الْأُوْلٰى وَعَنْ كُلِّ فَرْدٍ فِي الثَّانِيَةِ إِنَّمَا أَفَادَهُ الْإِسْنَادُ إِلٰى مَا أُضِيْفَ إِلَيْهِ كُلٌّ وَقَدْ
زَالَ ذٰلِكَ بِالْإِسْنَادِ إِلَيْهَا فَيَكُوْنُ كُلٌّ تَأْسِيْسًا لَا تَأْكِيْدًا. قول مذکور مین نظر ہی اسلئے کہ صورت اولی یعنی
موجبہ مہملہ معدولۃ المحمول مین نفی القیام عن الجملہ ہی جیسے انسان لم یقم اور نیز صورت ثانیہ یعنی سالبہ مہملہ مین
نفی القیام عن کل فرد فرد ہی مثلاً لم یقم انسان مین یہ ہر دو معنی مستفاد ہین اسناد سے جو لفظ انسان کیطرف ہو رہا
اور جب اسناد لفظ کل کیطرف ہو گیا بوقت اضافت کل کے تو وہ اسناد مفید معنے سابق بھی زائل ہو گیا
کیونکہ اسوقت انسان مضاف الیہ ہوا نہ مسند الیہ پس اس تقدیر پر بھی کل تاسیس کیلئے ہوا نہ تاکید کیواسطے

کیونکہ تاکید اس لفظ کو کہتے ہین جو کہ مفید ہو تقویت اُس معنی کو کہ جسکو دوسرا لفظ مفید ہو اور بیان ایسا
نہین ہی کیونکہ یہ معنے حاصل ہوا ہی لفظ کل کیطرف اسناد کرنیسے نہ شئی آخر سے تاکہ کل تاکید کیلئے کہا جاتا
خلاصہ کلام یہ ہی کہ اگر بعد دخول لفظ کل بھی وہی معنے لیا جاوے جو قبل دخول کل کے تھا تو تب بھی کل تاکید
کیلئے تسلیم نہین بلکہ جائز ہی کہ تاسیس کیلئے ہو جیسا کہ ابھی اوپر گذرا ہی اور مخفی نہین کہ مانع کا یہ منع مذکور جب
وارد ہو سکتا ہی کہ تاکید سے مراد تاکید اصطلاحی ہو اور اگر تاکید سے مراد یہ ہو کہ کل مفید ہے معنے آخر کو جو اس سے پہلے
حاصل ہی تو اندفاع منع کا بالکل واضح ہی اور ثانی صورتین آگے آنیوالا منع وارد ہوتا ہی بعد تسلیم تاکید کے
جسکی طرف مصنف اشارہ کرتے ہین وَلِاَنَّ الثَّانِیَۃَ اِذَا اَفَادَتِ النَّفْیَ عَنْ کُلِّ فَرْدٍ فَقَدْ اَفَادَتِ النَّفْیَ عَنِ الْجُمْلَۃِ
فَاِذَا حُمِلَتْ کُلٌّ عَلَی الثَّانِیْ لَایَکُوْنُ تَاْسِیْسًا اور صورت ثانیہ یعنی سالبہ مہملہ جیسا لم یقم انسان جب مفید
ہوئی نفی حکم کو ہر فرد سے تو لامحالہ نفی عن الجملہ سے بھی مفید ہوگی اور جبکہ کلمہ کل حمل کیا گیا ثانی یعنی افادۃ النفی عن
جملۃ الافراد پر تاکہ معنے لم یقم کل انسان کے نفی قیام عن الجملۃ سے ہون نہ ہر فرد کے تو کل تاسیس کیلئے
نہوگا بلکہ تاکید کیواسطے ہوگا کیونکہ یہ معنے تو پہلی ہی سے حاصل ہی یعنے نفی عن الجملہ اور اسوقت اگر لم یقم انسان
کو عموم السلب کیلئے بنایا جاوے شمل لم یقم انسان کے تو تاکید کو ترجیح تاسیس پر نہین لازم آئیگی اذ کا التاسیس
اصلا بل انما یلزم ترجیح التاکید علی الاخر اور اس اعتراض کے جواب مین یہ کہنا کہ لم یقم انسان
کی دلالت عن الجملہ پر بطور التزام ہی اور لم یقم کل انسان کی بطریق مطابقت لہذا اختلاف دلالتین کے
سبب سے تاکید نرہی درست نہین کیونکہ اسمین نظر ہی وہ یہ کہ اگر دربارۂ تاکید اتحاد دلالتین شرط ہوتا تو کل
انسان لم یقم مین بتقدیر نفی الحکم عن الجملۃ تاکید نرہتی اسلئے انسان لم یقم کی دلالت اس معنے پر التزامی
ہی وَلِاَنَّ النَّکِرَۃَ الْمَنْفِیَّۃَ اِذَا عَمَّتْ کَانَ قَوْلُنَا لَمْ یَقُمْ اِنْسَانٌ سَالِبَۃً لَا مُھْمَلَۃً اور دوسری وجہ یہ ہے
کہ جب نکرہ منفیہ عام ہوگیا بوجہ واقع ہونیکے حیز نفی مین تو لم یقم انسان مثال مذکور مین قضیہ سالبہ
کلیہ ہوگا نہ مہملہ جیسا کہ اس قائل نے خیال کیا ہی کیونکہ اسمین بیان کیا گیا ہی کہ حکم مطلوب ہی ہر ہر فرد سے
اور بیان کیلئے مبتین کا ہونا ضروری ہی پس لامحالہ بیان پر ایک شے ایسی ہوگی جو دلالت کریگی اسبات

یعنی لعموم النکرۃ فی حیز النفی ۱۲

پر کہ حکم اس قضیہ مین کمیت افراد موضوع پر ہی اور چنانچہ سور سے یہی مراد ہی جیسا شیخ نے اشارات مین لکھا ہی
کہ کل مایدل علی کمیۃ الافراد حتے الاَمو والتنوین سور اب یہ شبہ بھی مندفع ہو گیا کہ مہملہ کہنا اُسکو
باعتبار عدم السور کے ہی حالانکہ معنے سور کے موجود ہین وَقَالَ عَبْدُ القَاهِرِ اِنْ کَانَتْ کُلُّ دَاخِلَةً فِی حَیِّزِ
النَّفْیِ بِاَنْ اُخِّرَتْ عَنْ اَدَاتِہٖ اور کہا شیخ عبد القاہر نے کہ اگر کلمہ کُلُّ داخل ہو حیز نفی مین باین طور کہ
حرف نفی سے مؤخر واقع ہو عام ہی کہ معمول واقع ہو حرف نفی کا یا نہ اور برابر ہی کہ خبر فعل واقع ہو جیسا کہ اس شعر
مین شعر مَاکُلُّ مَا یَتَمَنَّی الْمَرْءُ یُدْرِکُہٗ ۞ تَجْرِی الرِّیَاحُ بِمَا لَا تَشْتَہِی السُّفُنُ ۞ ترکیب مانافیہ مشبہ
بلیس کل مضاف مَا ثانیہ موصولہ یتمنی المرء فعل بافاعل صلہ وعائد محذوف موصول باصلہ مضاف الیہ
مضاف بامضاف الیہ اسم مَا یدرکہ فعل بافاعل ومفعول بہ مرفوع محلا خبر مَا اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ
خبریہ ہوا یعنی نہین ہر وہ چیز جسکی انسان تمنا کرتا ہی یہ کہ اسکو وہ پالے جیسے کشتیان چاہتی ہین کہ موافق ہوا ہو مگر
کبھی مخالف ہوا چلنے لگتی ہی مقصود مثال سے یہ ہی کہ کلمہ کل اسمین واقع ہوا ہی حیز نفی مین لہذا نفی الشمول
کا فائدہ ہوا یعنی تعلق فعل کا بعض ما اضیف الیہ کل کیساتھ ہوا یا خبر فعل نہو بلکہ اسم ہو جیسا اس قول مین
ماکل متمنی المرء حاصلا پس معنے اور مطلب وہی ہی جو اوپر گذرا ہی اَوْ مَعْمُوْلَۃً لِلْفِعْلِ الْمَنْفِیِّ یا کل معمول ہو
فعل منفی کیلئے او معمولۃ کا عطف بظاہر داخلۃ پر ہی بوجہ افراد اور عدم تقدیر کے خیال سے مگر علامہ تفتازانی
کہتے ہین کہ یہ درست نہین ہی کیونکہ دخول حیز نفی مین شامل ہی اسکو اسواسطے کہ او کیساتھ عطف احد الامرین
کیلئے ہوتا ہی نہ جمعیت کیواسطے جو معنے واو کا ہی اور نیز یہی حال ہی اگر اخرت پر عطف کیا جاوے بتاویل جعلت
معمولۃ کے تاکہ عطف جملہ علی الجملہ ہو تو اسکی بھی یہ وجہ ہی کہ تاخیر اداۃ النفی سے نیز شامل ہی اسکو پس ضعف کیساتھ
یہ جواب دیا جاتا ہی کہ تاخیر کو خاص کیا جاوے کہ لفظ کل کے اندر جو فعل عمل کرتا ہی اسپر حرف نفی نہ داخل ہو جیسا کہ
متن کی مثال سے یہ تخصیص مفہوم ہوتی ہی اور چونکہ یہ تخصیص عام کی بلا دلیل ہی اسلئے جواب ضعیف ہوا باقی معمول عام
ہی فاعل ہو یا مفعول یا انمین سے کسیکی تاکید ہو یا مجرور ہو یا ظرف جیسے ماصررت بکل القوم وماسوت کل
الایام نحو ماجاء فی القوم کلھم او ماجاءنی کل القوم اول مثال مین تاکید فاعل کی ہی اور ثانی مین خود

فاعل واقع ہے مثال تاکید کو مقدم لائے مصنف فاعل پر کیونکہ تاکید مین کل اصل ہے اور لم اخذ کل الدراہم او کل الدراہم لم اخذ اول مین مفعول مؤخر اور دوم مین مفعول مقدم اور اسیطرح ہے لم اخذ الدراہم کلہا او الدراہم کلہا لم اخذ یعنی تاکید مفعول مین خواہ مقدم ہو عامل سے یا مؤخر

توجہ النفی الی الشمول خاصۃ یہ جواب ہے (ان کانت) فعل شرط کا یعنی سب صورتون مذکورہ مین نفی متوجہ ہوگی شمول کیطرف خاصکر نہ اصل فعل کیجانب وافاد ثبوت الفعل او الوصف لبعض او تعلقہ بہ اور یہ کلام بعض کیلئے جس کیطرف کل مضاف ہے ثبوت فعل یا ثبوت وصف کا فائدہ دیگا اور یہ بات جب ہے کہ لفظ کل فعل یا وصف مذکور کا فاعل واقع ہو کلام مین یا فائدہ دیگا تعلق فعل یا وصف کا بعض کیساتھ جو مضاف الیہ کل کا ہے اور یہ جب ہے کہ کل معنے مین مفعول واقع ہو فعل یا وصف مذکور کا اور یہ امر مذکور بدلیل خطاب و شہادت ذوق اور استعمال سے ثابت ہے۔ علامہ تفتازانی فرماتے ہین والحق ان ہذا الحکم اکثری لا کلی جیسا کہ ان آیات قرآنیہ مین نفی ہر ہر فرد کی ہے حالانکہ لفظ کل حیز نفی مین واقع ہے قال اللہ تعالی واللہ لا یحب کل مختال فخور ہ واللہ لا یحب کل کفار اثیم ہ ولا تطع کل حلاف مہین یعنی اللہ تعالی کسی خود پسند متکبر کو دوست نہین رکھتا اور خداوند کریم کسی ناشکر گذار گنہگار کو دوست نہین رکھتا اور اے محمد کسی خوار و ذلیل قسم خور کی اطاعت نہ کیجیئگا ان آیات کریمہ مین اصل فعل کی نفی ہے بغیر ثبوت للبعض والا عم النفی کقول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما قال لہ ذو الیدین

اقصرت الصلوۃ ام نسیت یا رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کل ذلک لم یکن لفظ الا مرکب ہے ان شرطیہ اور لا نافیہ سے اور فعل منفی محذوف ہے یہ جملہ شرطیہ ہوا اور عم النفی جزاء شرط ہے معنی یہ ہوئے کہ اگر کلمہ کل حیز نفی مین نہ واقع ہو بایں طور کہ لفظاً مقدم ہو نفی پر اور نہ فعل منفی کا معمول واقع ہو جیسے آنحضرت صلعم کے اس قول مین جبکہ ذوالیدین صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز مین قصر کیا گیا ہے یا آپ بھول گئے آپنے فرمایا کوئی بات نہین ہے دونون امرین سے یعنی قصر و نسیان نہین واقع ہوا اسیطرح عموم النفی اپنے انکار فرمایا دو وجہ سے ایک تو یہ وجہ ہے کہ جواب ام کا تعیین احد الامرین یا نفی الامرین سے دیا جاتا ہے نہ دونون کے

اجتماع کی نفی سے کیونکہ ایک امر کا ہونا تو یقینی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت ذوالیدین نے کل ذلک لم یکن
کے جواب مین یون کہا تھا کہ بعض ذلک قد کان اور ظاہر ہے کہ ثبوت للبعض منافی ہے نفی عن کل فرد کو نہ
نفی عن المجموع کو اور واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر یا عصر کی نماز مین بعد دو رکعت کے سلام پھیر
دیا اور بوجہ ہیبت صحابہؓ نے کچھ نہ فرمایا مگر باہر مسجد کے چرچا ہونے لگا حضرات شیخینؓ بھی موجود تھے آخرکار حضرت عرباض
بن ساریہ نے (جنکا لقب ذوالیدین ہے بوجہ دراز ہونے ہاتھو نکے) سوال مذکور کیا آپ نے بقیہ صحابہ سے تصدیق چاہی
چنانچہ ثابت ہونے پر آپ نے سجدہ سہو کر لیا (یہ جب کا واقعہ ہے کہ تکلم فی الصلوٰۃ یا عمل کثیر جائز تھا بعد کو منسوخ ہو گیا ہے)
وَعَلَیْہِ قَوْلُہٗ شعر قَدْ اَصْبَحَتْ اُمُّ الْخِیَارِ تَدَّعِیْ + عَلَیَّ ذَنْبًا کُلُّہٗ لَمْ اَصْنَعِ ؛؛ اور اسی عموم نفی عن کل فرد پر وارد
ہے قول ابی النجم کا کلہ مرفوع لفظاً مبتدا ہونیکی صورت مین اسی معنی کو مفید ہوگا یعنی سلب کلی اور نصب
کی صورت مین سلب جزئی کو مفید ہوگا کیونکہ حکماً تحت نفی مین واقع ہوگا بوجہ مفعول مقدم ہونے کے اسلئے
کہ مفہوم مطابقی اسکا رفع ایجاب کلی ہوگا مصنفؒ نے رفع کی صورت اسی فائدہ کیلئے اختیار فرمائی باوجودیکہ
حالت نصب مین استغنا ہے اضمار سے اور رفع کی حالت مین جملہ خبر واقع ہے لہذا ضمیر عائد ہونا چاہیے مبتدا
کیجانب ای لم اصنعہ معنے یہ ہوئے کہ محبوبہ ام الخیار نے مجھپر ایسے گناہ کا دعویٰ کیا ہے جسکا مین ہرگز مرتکب
نہین ہوا یعنی کہتی ہین کہ تمھارے سر کے بال گر گئے اور بوڑھے ہو گئے ہو مین کہتا ہون کہ اسمین میرا کیا قصور ہے
یہ میرے بس کی بات نہین اَمَّا تَاخِیْرُہٗ فَلِاقْتِضَاءِ الْمَقَامِ تَقْدِیْمَ الْمُسْنَدِ تاخیر مسندالیہ اسجگہ ہوتی ہے جہان
مقام تقدیم مسند کا مقتضی ہو اور اسکا بیان مسند مین آویگا ھٰذَا کُلُّہٗ مُقْتَضَی الظَّاھِرِ یہ جو تمام مذکور ہوا حذف
و ذکر و اضمار وغیرہ سے یہ سب مقتضی ظاہر کے موافق تھا وَقَدْ یُخْرَجُ الْکَلَامُ عَلٰی خِلَافِہٖ اور کبھی کلام مقتضی ظاہر
کے خلاف بولا جاتا ہے بوجہ اقتضاء حال کے پس اسکی چند قسمین ہین فَیُوْضَعُ الْمُضْمَرُ مَوْضِعَ الْمُظْہَرِ کَقَوْلِھِمْ نِعْمَ
رَجُلًا مَکَانَ نِعْمَ الرَّجُلُ فِیْ اَحَدِ الْقَوْلَیْنِ ایک قسم انمین سے یہ ہے کہ ضمیر کو بجائے مظہر کے استعمال کیا جاتا ہے جیسا
نعم الرجل کی جگہ مین نعم رجلاً کہا جاوے دو قول مین سے ایک قول کی بنا پر کیونکہ مقتضی ظاہر اس
مقام پر اظہار تھا نہ اضمار بوجہ عدم تقدم ذکر مسندالیہ و بوجہ عدم قرینہ دالہ کے اور نعم مین ضمیر مستتر عائد ہے معہود

متصور فی الذہن کیطرف اور اسکی تفسیر بالنکرہ لازم کردی گئی تاکہ متعقل اور متصور کی جنس معلوم
ہوجاوے لدلالۃ النکرۃ علے الجنس دون المعرفۃ اور احد القولین سے وہ قول مراد ہے کہ جسمین مخصوص کو
مبتدا محذوف کی خبر قرار دیا گیا ہے لیکن جو شخص مخصوص کو مبتدا اور نعم رجلا کو خبر مقدم بناتا ہے اُسکے نزدیک
ممکن ہے کہ ضمیر عائد ہو مخصوص کیجانب اور وہ مقدم بھی ہے تقدیرا لکونہ مبتدا اور لزوم افراد ضمیر کا اس باب
کی منجملہ خواص مین سے ہے بھذا نعما نعموا نہین استعمال کیا گیا لکونہ من الافعال الجامدۃ وقولہم ھو او ھی
زید عالم مکان الشان او القصۃ اس جگہ بھی اضمار ظاہر کی خلاف ہے بوجہ عدم تقدم مرجع کی فائدہ معلوم
کرنا چاہیے کہ ضمیر شان کو مونث اس جگہ لاتے ہین جہان کلام مین مونث غیر فضلہ واقع ہو مثلا ھند ملیحۃ
پس ھی زید عالم مصنف کا کہنا محض قیاس ہے وفیہ نظر فافہم آب آگے دونون باتونمین وضع مضمر
موضع مظہر کی علت بیان فرماتے ہین لیتمکن ما یعقبہ فی ذہن السامع لانہ اذا لم یفہم منہ معنی
انتظرہ یعنی جو شے کہ بعد ضمیر کے آئے وہ ذہن سامع مین راسخ ہوجاوے کیونکہ سامع کو جب ضمیر سے کوئی
چیز سمجھ مین نہین آویگی تو وہ ضمیر کے بعد آنیوالی شی کا انتظار کریگا الغرض فہم معنی پس بعد و دورکرد شی سامع کے
ذہن مین خوب ہی جم جاویگی کیونکہ حصول شی کا بعد تلاش و مشقت کے لذیذ تر ہوتا ہے فلا یخفی نرہے کہ یہ
بات باب نعم مین غیر احسن ہے اسلئے کہ سامع جبتک مفسر کو نہ سنے گا اسے یہ نہین معلوم ہوگا کہ اسمین ضمیر پوشیدہ
ہے پس کہان سے اسکو شوق و انتظار پیدا ہوگا وقد یعکس فان کان اسم اشارۃ فلکمال العنایۃ بتمییزہ
لاختصاصہ بحکم بدیع کقولہ شعر کم عاقل عاقل اعیت مذاہبہ + وجاہل جاہل تلقاہ
مرزوقا + ھذا الذی ترک الاوھام حائرۃ + وصیر العالم النحریر زندیقا ۔ کبھی مذکور
کا عکس ہوتا ہے یعنی مظہر کو موضع ضمیر مین استعمال کرتے ہین پس وہ مظہر اگر اسم اشارہ ہے تو بوجہ کمال
عنایت کے جو ممتاز ہونے مسندالیہ کے ساتھ ہے کیونکہ وہ مسندالیہ حکم عجیب و غریب کیساتھ مختص ہے
جیسا ابن راوندی کے اس شعر مین بہت کامل العقل ایسے بھی ہین کہ انکو طرق معاش نے عاجز کردیا ہے
اور بہت کثیر الجہل ایسے ہین کہ تو انکو صاحب رزق پاویگا شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے خوب فرمایا ہے

بیت اگر روزی بدانش در فزودی ٭ ز نادان تنگ تر روزی نبودی ٭ بناداں آنچنان روزی
رساند ٭ کہ دانا اندر آن حیران بماند ٭ اور یہ وہ شخص ہے کہ جسنے جملہ خیالات کو حیران وپریشان کر رکھا اور
بڑے عالم فاضل کو زندیق یعنی کافر منکر صانع کر چھوڑا (العیاذ باللہ) ہٰذا اشارہ ہے حکم سابق غیر محسوس
کی طرف یعنی عاقل کا محروم اور جاہل کا مرزوق ہونا بنا بر قیاس چاہتا تھا کہ بجائے ہٰذا کے ہو لایا جاتا
مگر کمال عنایت کیوجہ سے اسم اشارہ لایا گیا تاکہ سامعین کو یہ بات تبلا دیجاوے کہ شے متمیز و متعین وہ حکم
عجیب ہے یعنی اوہام کا حیران ہونا اور عالم تحریر کا زندیق ہونا پس حکم بدیع کو مسند الیہ کیلئے ثابت کیا گیا
جو معبر باسم اشارہ ہوا ہے اَوِ التَّهَكُّمِ بِالسَّامِعِ كَمَا اِذَا كَانَ فَاقِدَ الْبَصَرِ اور کبھی استعمال اسم اشارہ کا اس
غرض سے ہوتا ہے کہ سامع کے ساتھ تہکم و استہزا منظور ہوتا ہے جب کہ سامع فاقد البصر ہو اور یا وہاں مشار الیہ
ہی موجود نہو اور اسکا عطف ہے کمال العنایۃ پر اَوِ النِّدَاءِ عَلٰی كَمَالِ بَلَادَتِهٖ اَوْ فَطَانَتِهٖ اَوِ ادِّعَاءِ كَمَالِ
ظُهُوْرِهٖ یا تنبیہ ہوگی سامع کی کمال نادانی پر کہ وہ غیر محسوس کو سمجھتا ہی نہیں یا کمال زیرکی و دانش پر
کہ اسکے نزدیک غیر محسوس بھی بمنزلہ محسوس کے ہے یا دعوی کمال ظہور مسند الیہ ہوتا ہے مبالغۃً وَعَلَيْهِ مِنْ غَيْرِ هٰذَا
الْبَابِ اور غیر باب مسند الیہ سے بھی وارد ہے استعمال اسم اشارہ کا ضمیر کی جگہ مین بوجہ کمال ظہور کے جیسا اس شعر مین
شعر تَعَالَلْتِ كَيْ اَشْجٰى وَمَا بِكِ عِلَّةٌ ٭ تُرِيْدِيْنَ قَتْلِيْ قَدْ ظَفِرْتِ بِذٰلِكِ ٭ تعاللت باب تفاعل ہے بہ تکلف
اظہار علت کرنا اشجی شجی بالکسر سے ہے بمعنے احزن نہ شجی بالغم بالفتح بمعنے نشب العظم فی حلقہ اول سے کے
معنے غمگین ہونا اور دوسرے کے معنے ہڈی کا گلے مین پھنس جانا ذٰلك کا مشار الیہ قتلی ہے اور مقتضی
ظاہر تو یہ تھا کہ اس کی جگہ بہ کہا جاتا بوجہ غیر محسوس ہونے قتل کے مگر ضمیر سے عدول کر کے اسم اشارہ
لایا گیا بوجہ کمال ظہور قتل کے شئ محسوس کی طرح ترجمہ اے محبوبہ تم بتکلف بیماری کو ظاہر کرتی ہو تاکہ
مین غمگین ہوں حالانکہ تم کو کوئی بیماری نہین ہے معلوم ہوتا ہے کہ تم میرے قتل کا ارادہ کرتی ہو بیشک
تم ارادہ قتل مین کامیاب ہو گئی ہو کیونکہ مین تمہاری بیماری سنکر خود بخود قتل ہو جاؤنگا وَاِنْ كَانَ
غَيْرُهٗ فَلِزِيَادَةِ التَّمَكُّنِ نَحْوُ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ اگر وہ مظہر غیر اسم اشارہ کے ہو تو اس

قصدسی لاتے ہین کہ ذہن سامع مین خوب جم جاوے جیسا اس مثال مین وہ اللہ ایک ہی اور اللہ
بے نیاز ہی ہو الصمد نہین کہا زیادتی تمکین کیلئے وَنَظِیرُہٗ مِنْ غَیْرِہٖ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰہُ وَبِالْحَقِّ
نَزَلَ اور قل ھو اللہ احد اللہ الصمد کی نظیر اسم ظاہر موضع مضمر مین زیادتی تمکن کیلئے غیر باب
مسند الیہ سی یہ قول اللہ تعالی کا ہی اس مین بالحق نزل وارد ہوا ہی بہ نزل کی جگہ مین یعنی اُتارا
ہم نے قرآن پاک کو اُس حق وحکمت کیساتھ جو انزال قرآن کو مقتضی تھی چنانچہ اسی حق کیساتھ
نازل ہوا اَوْ اِدْخَالُ الرَّوْعِ فِی ضَمِیْرِ السَّامِعِ وَتَرْبِیَۃُ الْمَھَابَۃِ اَوْ تَقْوِیَۃُ دَاعِی الْمَامُوْرِ مِثَالُھُمَا
قَوْلُ الْخُلَفَاءِ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ یَاْمُرُکَ بِکَذَا یا اسلئے کہ سامع کے دل مین رعب اور خوف پیدا
ہو جاوے یا داعی کی تقویت ہو امتثال مامور بہ مین۔ دونون کی مثال خلفاء کا یہ قول ہی کہ امیر
المومنین تم کو فلان کام کا حکم دے رہا ہی جلد عمل مین لاؤ ورنہ مستحق سزا ہوگے حالانکہ مقتضی ظاہر انا
آمرک تھا مگر امیر المومنین کے مفہوم مین رعب منصور ہوتا ہی جو لفظ انا مین نہین وَمِنْہُ قَوْلُہٗ مِنْ غَیْرِہٖ
فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ اور واسطے تقویت داعی مامور کے وضع اسم مظہر موضع مضمر کی مثال
غیر مسند الیہ سی یہ قول باری تعالی کا ہی پس جب پختہ ارادہ کرلو تو بعدہ خدا پر بھروسہ کیجیو گا علی اللہ کی جگہ پر
علی نہین لایا اسلئے کہ لفظ اللہ مین تقویت داعی الی التوکل ہی جو ضمیر متکلم مین نہین پائی جاتی
کیونکہ لفظ اللہ دال ہی ذات موصوفہ باوصاف کاملہ پر یعنی قدرت وغیرہ اَوِ الْاِسْتِعْطَافِ کَقَوْلِہٖ
ع اِلٰھِیْ عَبْدُکَ الْعَاصِیْ اَتَاکَا ؛ دوسرا مصرع یہ ہی مقرا بالذنب وقد دعاکا : الف اطلاق
کا ہی اخیر دونون مصرعون کے یا طلب رحمت اور شفقت کیلئے تا کہ سامع پر رحم آجاوے جیسا اس شعر
مین انا العاصی کی جگہ مین عبدک العاصی کہا گیا کیونکہ لفظ عبدک مین تخشع وامید شفقت و
استحقاق رحمت پایا جاتا ہی جو ضمیر متکلم مین معدوم ہی ترجمہ اے میرے مولا پاک تیرا گنہگار بندہ
تیرے آستانہ عنایت پر حاضر ہوا ہی سب گناہون کا اقراری ہوکر اور بیشک تجھی کو پکار رہا ہی السکاکی ھٰذَا
غَیْرُ مُخْتَصٍّ بِالْمُسْنَدِ اِلَیْہِ وَلَا بِھٰذَا الْقَدْرِ بَلْ کُلٌّ مِنَ التَّکَلُّمِ وَالْخِطَابِ وَالْغَیْبَۃِ مُطْلَقًا

ینقل الی الاٰخر۔ سکاکی فاعل ہے قال محذوف کا یہ یعنی نقل کرنا کلام کا حکایت سے غیبت کی طرف
مسند الیہ کیساتھ مختص نہین اور نہ نقل مطلقاً اس مقدار کیساتھ یعنی حکایت سے غیبت کیطرف بلکہ ہر
ایک تکلم و خطاب و غیبت سے مطلقاً ایک دوسرے کیطرف نقل کیا ہے اور مطلقاً کے یہ معنی ہین کہ خواہ مسند الیہ
مین ہو یا غیر مسند الیہ مین اور خواہ ہر ایک کلام مین وارد ہو یا اسکا ایراد موافق مقتضی ظاہر کے ہو اور ذو لا
کے لفظ کے بعد النقل مطلقاً مقدر ہے اور اگر بیان بھی نقل خاص یعنی حکایت سے غیبت کیطرف مراد ہو جیسا
لفظ ھذا اسے مراد ہے تو اسوقت سلب الشئی عن نفسہ لازم آئیگا لفظ مطلقاً سکاکی کی عبارت مین موجود
نہین ہے مگر مراد ہے اسکے مذہب کے لحاظ سے التفات مین جیسے کہ اسکے سے مفہوم ہوتا ہے اسی وجہ سے علامہؒ نے
فرمایا ہے ولا لحاد العبارتین تسامح اور جسکا آگے بیان آتا ہے بیان چھ قسمین حاصل ہوتی ہین تین
کو دو مین ضرب دینے سے ویسمی ھذا النقل عند علماء المعانی التفاتا اور اس نقل مذکور کو علماء معانی
کے نزدیک التفات کہتے ہین یہ لفظ ماخوذ ہے التفات الانسان عن یمینہ الی شمالہ وبالعکس سے
یعنی انسان کا یمین سے شمال کیجانب اور شمال سے یمین کیطرف دیکھنے کو التفات کہتے ہین کقولہ ع تطاول لیلک
بالاثمد بالاثمد نام موضع جیسا قول امرأالقیس مین از راہ التفات نفس کو خطاب کرکے کہتا ہے
اے میرے نفس بمقام اثمد مین تمھاری شب غم دراز ہو گئی اور مقتضی ظاہر لیلی تھا یا۔ المتکلم والمشہور ان
الالتفات ھو التعبیر عن معنی بطریق من الطرق الثلثۃ بعد التعبیر عنہ باٰخر منھا۔ اور
جمہور کے نزدیک مشہور تعریف التفات کی یہ ہے کہ کسی معنے کو تین طریقون مین سے ایک طریق سے بیان کیا
جاوے بعد تعبیر کے طریق آخر سے بشرطیکہ تعبیر ثانی خلاف مقتضی ظاہر کے ہو اور سامع اسکا منتظر بھی ہو تعبیر
ثانی خلاف مقتضی ظاہر ہو اس قید کی ضرورت ہے تاکہ مثل انا زید وانت عمرو ونحن اللذون
صبحوا اصباحا کے خارج ہو جاوین اور نیز ایاک نعبد اھدنا وانعمت خارج ہو جاوین اسلئے کہ
التفات صرف ایاک نعبد مین ہے اور باقی صیغے اپنے اسلوب پر جاری ہین اور جسنے یہ گمان کیا کہ
یا ایھا الذین اٰمنوا مین التفات ہے اور قیاس اٰمنتم ہے اُسے بہت سہو ہوا بنا بر شہادت کتب نحو

یعنی صلہ ہمیشہ صیغہ غائب ہوتا ہے نہ مخاطب وَهٰذَا اَخَصُّ مِنْهُ اور التفات بہ تفسیر جمہور اخص ہے
تفسیر سکاکی سے کیونکہ سکاکی کے نزدیک نقل عام ہے کہ تعبیر بعد تعبیر ہو یا ایک تعبیر مقتضی ظاہر تھی مگر اسکو
چھوڑ کر دوسری طریق کے طرف عدول کیا گیا لہٰذا سکاکی کے نزدیک التفات ایک تعبیر سے متحقق ہو
جاویگی بخلاف تفسیر جمہور کے کہ دو تعبیر سے ثابت ہوگی پس ہر التفات عند الجمہور وہ التفات ہوگی
سکاکی کے نزدیک بغیر عکس کے جیسا تطاول لیلک میں التفات جمہوری نہیں ہے بایں وجہ کہ طریق
تعبیر متعدد نہیں مِثَالُ الْاِلْتِفَاتِ مِنَ التَّكَلُّمِ اِلَى الْخِطَابِ وَمَا لِيَ لَا اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ
تُرْجَعُوْنَ ٥ مثال التفات کی تکلم سے خطاب کیجانب اللہ تعالیٰ کا قول ہے اس میں مقتضی ظاہر
اَرْجِعُ تھا یعنی کیوں نہ عبادت کریں ہم اس ذات کی جسنے ہم کو پیدا کیا عدم سے اور اسی کیطرف لوٹا
دیے جاوینگے اور تحقیق حق یہ ہے کہ مراد مَا لَكُمْ لَا تَعْبُدُوْنَ تھا اور جب اسکو بطریق تکلم لایا گیا
تو مقتضی ظاہر یہ تھا کہ باقی کلام بھی بطریق تکلم ہوتا مگر ایسا نہ کیا گیا بلکہ خطاب کیطرف عدول کیا
گیا لہٰذا اسمیں دونوں مذہب کے اعتبار سے التفات پائی گئی وَاِلَى الْغَيْبَةِ اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ
لِرَبِّكَ اور مثال التفات کی تکلم سے غیبت کیجانب یہ قول ہے یعنی تحقیق عطا کیا ہمنے آپکو حوض کوثر پس
نماز پڑھئے رب اللہ کیلئے اور مقتضی ظاہر لنا تھا بجائے لربك وَمِنَ الْخِطَابِ اِلَى التَّكَلُّمِ شعر
طَحَا بِكَ قَلْبٌ فِي الْحِسَانِ طَرُوْبٌ ÷ بُعَيْدَ الشَّبَابِ عَصْرَ حَانَ مَشِيْبُ تُكَلِّفُنِيْ لَيْلٰى وَقَدْ
شَطَّ وَلْيُهَا ÷ وَعَادَتْ عَوَادٍ بَيْنَنَا وَخُطُوْبٌ ÷ اور مثال التفات کی خطاب سے تکلم کی طرف شاعر
کا یہ قول ہے شعر طَحَا بمعنی ذَهَبَ بِكَ مِن بَاتعدیہ حِسَانٌ جمع حَسْنَاءُ طَرُوْبٌ شادمان
بُعَيْدَ تصغیر قرب کیلئے عصر ظرف زمان بدل ہے بُعَيْدَ سے اور مضاف ہے جملہ فعلیہ کیطرف یعنی حَانَ
الخ بمعنے قرب اور تکلفنی لیلی میں التفات ہے خطاب سے تکلم کیطرف اور مقتضی ظاہر تکلفک تھا ساتھ
کاف خطاب کے جیسا بِكَ میں خطاب ہے اور تکلفنی کا فاعل ضمیر مستتر ہے جو راجع ہے قلب کیجانب
اور لیلی مفعول ثانی ہے اسکا مطلب یہ ہوا کہ قلب مجھسے وصل لیلی کا مطالبہ کرتا ہے اور ایک نسخہ میں

انکلفنی تبارفوقانیہ بھی آیا ہے اس صورت مین اسکا فاعل لیلیٰ ہوگا اور مفعول ثانی محذوف مانا جاویگا
یعنی شدائد نراق ھیا یا خطاب ہے قلب کو پس اس بناپر دوسرا التفات ہوگا غیبت سے خطاب کیطرف
قد شط حال ہے لیلیٰ سے بمعنی بعد ونیفا ای قرب لیلیٰ خطوب جمع خطب بمعنے امر عظیم امام مرزوقی کہتے
ہین کہ عادت مین دو احتمال ہین جائز ہے کہ فاعلت سے ہو یعنی معاداۃ سے باب مفاعلۃ یعنی حوادث و
خطوب دشمن ہوگئے اور نیز ممکن ہے کہ عاد یعود اجوف وادی ہو بمعنی رجعت یعنی مصائب وعوائق ہمارے
درمیان مین حائل ہوگئے ترجمہ ای نفس لیجا یا تجھکو حسینہ جمیلہ عورتونکی طلب اور خواہش مین قلب مضطر
شباب عالم کے انقطاع کے تھوڑے بعد یعنی زمانہ پیری کے قریب اور وصل لیلے کا مطالبہ کرتا ہے یہ قلب یا
لیلے شدائد فراق کی تکلیف دے رہی ہے یا اے نفس تو ہی وصل لیلیٰ کی تکلیف مجھکو دیتا ہے اور لیلیٰ
کا حال یہ ہے کہ اسکا قرب ووصال از حد بعید ہوچکا ہے اور حوادث اور خطوب سب میرے دشمن
ہوچکے مین پس کہان ہے امید وصال محبوبہ یا یہ معنے ہین کہ مصائب وعوائق ہمارے درمیان حائل و
حاجب ہوگئے پس حالت سابقہ کا بازآنا مستبعد بلکہ محال ہے یا دھف نفسی مَا اَفْعَلُ وَالٰی الْغَیْبَۃِ حَتّٰی
اِذَا کُنْتُمْ فِی الْفُلْکِ وَجَرَیْنَ بِھِمْ یہ مثال ہے التفات کی خطاب سے غیبت کیطرف بھم کی جگہ بکم ہونا
موافق قیاس تھا وَمِنَ الْغَیْبَۃِ اِلَی التَّکَلُّمِ وَاللّٰہُ الَّذِیْ اَرْسَلَ الرِّیَاحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰہُ اِلٰی بَلَدٍ مَّیِّتٍ
یہ مثال ہے التفات کی غیبت سے تکلم کیجانب مقتضی ساقہ تھا بجائے سقناہ کے یعنی اللہ تعالیٰ نے اس
ابر کو بلد میت کیطرف بھیجا وَاِلَی الْخِطَابِ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ اِیَّاکَ نَعْبُدُ اور یہ مثال ہے غیبت سے
خطاب کیطرف یعنی مقتضی ظاہر یہ تھا کہ بجائے ایاک کے ایاہ ہوتا کیونکہ جملہ اسمار ظاہرہ حکم غیبت مین
ہوتے ہین لہذا انتقال غیبت سے خطاب کیطرف پایا گیا وَوَجْھُہٗ اَنَّ الْکَلَامَ اِذَا نُقِلَ مِنْ اُسْلُوْبٍ
اِلٰی اُسْلُوْبٍ کَانَ اَحْسَنَ تَطْرِیَۃً لِنَشَاطِ السَّامِعِ وَکَانَ اَکْثَرَ اِیْقَاظًا لِلْاِصْغَاءِ اِلَیْہِ اب مصنف علیہ
الرحمۃ وجہ حسن التفات بیان کرنا چاہتے ہین یعنے حسن التفات دو قسم پر ہے عام جو ہر التفات مین
پایا جاتا ہے اور دوسرا قسم خاص ہے جو بعض مقامات مین متحقق ہوتا ہے حسب مناسب مقام جیسا سورہ فاتحہ

مین خاص قسم ہو جسکو آگے مصنفؒ خود بیان کرتے ہین اول عام قسم تبلاتے ہین یعنے وجہ حسن التفات
کی یہ ہو کہ جب کلام کو ایک اسلوب اور طریقہ سے دوسرے اسلوب کیطرف نقل کرتے ہین تو وہ کلام مجدد
و محدث نشاط سامع ہوجاتا ہو اور تطریہ ماخوذ ہو طریت الثوب سے اور نیز سامع کو کلام مذکور کیطرف توجہ
ولاتی ہو لان لکل جدید لذۃ اور یہ وجہ حسن التفات کی عام اور علی الاطلاق ہو بدون لحاظ سکات
دون مکان کو وَقَدْ تَخْتَصُّ مَوَاقِعُہٗ بِلَطَائِفَ کَمَا فِی الْفَاتِحَۃِ اور کبھی چند لطائف کیساتھ مواقع
التفات مختص ہوتے ہین جیسا سورہ فاتحہ مین لطیفہ خاصہ پایا جاتا ہو فَاِنَّ الْعَبْدَ اِذَا ذَکَرَ الْحَقِیْقَ
بِالْحَمْدِ عَنْ قَلْبٍ حَاضِرٍ یَجِدُ مِنْ نَفْسِہٖ مُحَرِّکًا لِلْاِقْبَالِ عَلَیْہِ یجد کا فاعل العبد ہے اور علیہ کی ضمیر
مجرور راجع ہو الحقیق بالحمد کیطرف یعنی جب بندہ حضور قلب سے اس ذات کو جو حمد و ثنا کی لائق ہو یاد
کرتا ہو تو وہ اپنے نفس مین ایک ایسا امر محرک محسوس کرتا ہو جس سے اسکی توجہ حقیق بالحمد کیطرف مبذول
ہوجاتی ہو وَکُلَّمَا اَجْرٰی عَلَیْہِ صِفَۃً مِّنْ تِلْکَ الصِّفَاتِ الْعِظَامِ قَوِیَ ذٰلِکَ الْمُحَرِّکُ اِلٰی اَنْ یَّؤُلَ الْاَمْرُ
اِلٰی خَاتِمَتِہَا الْمُفِیْدَۃِ اَنَّہٗ مَالِکُ الْاَمْرِ کُلِّہٖ فِیْ یَوْمِ الْجَزَاءِ اور جسوقت کوئی صفت منجملہ صفات
عظام مین حقیق بالحمد کیلئے بیان کریگا تو وہ محرک اور زیادہ قوی تر ہوجائیگا اور جب ان صفات
کے خاتمہ پر پہونچیگا مثلاً فاتحہ مین صفت رابعہ مین مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کے ختم پر تو وہ خاتمہ
مفید اس امر کا ہوگا کہ کل امور کی مالک حقیقی قیامت کے دن وہ ذات ہو جو حقیق بالحمد والثنا ہو نہ غیر
پس مصنفؒ کے قول سے مفہوم ہوا کہ مالک یوم الدین مین اضافت صیغہ صفت کی یوم کیطرف علی
سبیل الاتساع اور بطریق مجاز ہو بنابر ظرفیت کے اور مفعول محذوف ہو بغرض تعمیم یعنی مَالِکِ فِیْ یَوْمِ
الدِّیْنِ کُلَّ الْاُمُوْرِ اور دین کے معنے جزا کے ہین جیسا کہا جاتا ہو کَمَا تَدِیْنُ تُدَانُ یعنی جیسا کریگا
تو ایسا ہی بدلہ دیا جاویگا فَحِیْنَئِذٍ یُوْجِبُ ذٰلِکَ الْاِقْبَالَ عَلَیْہِ وَالْخِطَابَ بِتَخْصِیْصِہٖ بِغَایَۃِ
الْخُضُوْعِ وَالْاِسْتِعَانَۃِ فِی الْمُہِمَّاتِ یوجب کا فاعل ضمیر مستتر ہو جو راجع ہو محرک کیطرف اور
الاقبال مین الف لام عوض ہو مضاف الیہ محذوف کا ای اقبال العبد اور علیہ کی ضمیر راجع ہے

الحقیق بالحمد کیجانب اور تخصیصہ مین باتعلق ہو الخطاب کیساتھ کیونکہ خطاب کا صلہ با آیا کرتی ہو چنانچہ
کہتے ہین خاطبتہ بالدعاء جبکہ بالمشافہہ دعا وندا کیجاوے اور غایۃ الخضوع یہ عبادت کے معنے ہین
جسپر ایاک نعبد دلالت کرتا ہو اور عموم مہمات کا استفادہ نستعین کے مفعول حذف کرنیسے اور تخصیص
استفادہ ہو تقدیم مفعول سے یعنی ایاک ترجمہ پس اس بنا پر وہ محرک بوجہ غایت قوت کے عبد کی
توجہ کو حقیق بالحمد کے طرف منعطف کردیگا اور یہ واجب کریگا تخاطب کو خصوصیت کے ساتھ غایت
خضوع اور استعانت فی المہمات مین پس جاننا چاہیے کہ لطیفہ مختصہ اس مقام مین یہ ہو کہ جبقاری شروع
الحمد سے قرات شروع کرے تو اسکی قراۃ ایسے انداز پر ہو جس سے اپنے نفس مین ایک امر محرک پاوے یعنی
بوجہ صفات عظام کے واجب تعالیٰ کو حاضر و ناظر تصور کرلیا جاوے گویا کانک تراہ کا مصداق بنجاوے
جبکہ خلاف مقتضی ظاہر مین کلام اسقدر طویل ہوچکی تو مصنفؒ نے کچھ اور اقسام بھی بیان کرنا شروع
کردئے اگرچہ وہ مباحث مسند الیہ سے نہین تاہم انکا ذکر کردینا بھی مناسب تھا ومن خلاف
المقتضی تلقی المخاطب بغیر ما یترقب وحمل کلامہ علی خلاف مرادہ تنبیہا علی انہ ھو
الاولی بالقصد تلقی المخاطب مین مصدر مضاف الی المفعول ہو اور فاعل محذوف ہو ای تلقی المتکلم
المخاطب اور یترقب کا فاعل ضمیر ہو جو کہ المخاطب کیطرف راجع ہو اور بغیرہ مین با تعدیہ ہو اور بحمل کلامہ
مین سببیت کی اور علی خلاف مرادہ متعلق ہو حمل کیساتھ اور تنبیہا مفعول لہ ہو حمل کا اور علی انہ متعلق ہو
تنبیہا کیساتھ ترجمہ منجملہ خلاف مقتضی ظاہر سے یہ ہو کہ متکلم مخاطب کی کلام کو خلاف مراد مخاطب پر محمول
کرے بدین وجہ کہ وہ امر غیر المراد بحال مخاطب زیادہ انسب بالقصد اور ارادہ ہو نہ وہ امر کہ مخاطب نے چاہا ہو
کقول القبعثری للحجاج وقد قال لہ متوعدا لاحملنک جیسا کہ قبعثری نے حجاج کی دہمکی کے جواب
مین کہا تھا یعنی حجاج کو کسی موقع مین قبعثری نے بددعا دی تھی چنانچہ رفتہ رفتہ وہ خبر حجاج کو پہونچی تو
اسنے قبعثری کو بلاکر دہمکایا اور کہا کہ واللہ تجھکو ادہم پر سوار کرونگا یعنی قید مین مثل الامیر یحمل علی الادھم
والاشھب یہ مقولہ قبعثری کا ہو یعنی امیر کی شان یہی ہو کہ ادہم یعنی گھوڑے پر سوار کرین چونکہ ادہم کے دو معنے

آتے ہین قیداور گھوڑا سیاہ پس بغثری نے حجاج کی وعید کو معرض مین وعدی کی لاکر ظاہر کیا یعنی حجاج
نے تو بمعنے قید مراد لیا اور بغثری نے بمعنی الفرس پر محمول کر لیا جو مراد حجاج کی بالکل خلاف تھا چنانچہ اسی
کی تاکید کیلئے لفظ اشہب اور زیادہ کر دیا تاکہ بمعنے الفرس کی تعیین ہو جاوے لہذا تنبیہ ہو گئی کہ امیر کبیر
کو چاہئے کہ ادہم سے مراد فرس ادہم لین نہ قید جو شان امارت کی خلاف ہے اَیْ مَنْ کَانَ مِثْلَ الْاَمِیْرِ فِی
السُّلْطَانِ وَبَسْطَةِ الْیَدِ فَجَدِیْرٌ بِاَنْ یُّصْفِدَ لَا اَنْ یَّصْفِدَ سلطان بمعنی غلبہ اور بسطۃ الید سے مراد
سخی یُصفِد بمعنے یعطی از اصفدہ اور یَصفِدُ بمعنے یقید از صفدہ یعنے جو شخص امیر کے مثل ہو غلبہ و قوت
اور کرم و سخاوت مین اسے چاہیے کہ دست سخا بعطا دراز کرے نہ دست جور و جفا اَوِ السَّائِلَ بِغَیْرِ
مَا یَتَطَلَّبُ بِتَنْزِیْلِ سُؤَالِهٖ مَنْزِلَةَ غَیْرِهٖ اَنَّهٗ هُوَ الْاَوْلٰی بِحَالِهٖ اَوْ کَالْمُهِمِّ لَهٗ السائل کا عطف ہے
المخاطب پر اے تلقی السائل یعنی ملنا متکلم کا سائل کو ساتھ غیر اس امر کے جسکا سائل طالب ہے
بوجہ فرض سوال سائل کو بمنزلہ غیر السوال کی تاکہ سائل متنبہ ہو جاوے کہ وہ غیر اسکے حق مین زیادہ انسب ہے
یا وہ غیر زیادہ مہم اور ضروری ہے اسکے لیے کقولہ تعالیٰ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ
وَالْحَجِّ لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے چاند کے اختلاف کا سبب دریافت کیا کہ نور کی کمی
و بیشی کی وجہ و لِمِ فلسفی طور پر کیا ہے پس خداوند تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور بتلا دیا کہ تمھاری
غرض اختلاف قمر سے یہ ہے یعنی اس اختلاف چاند سے لوگ اپنے کاروبار و عبادت کے اوقات کو معین
کرین مثلاً تجارت و زراعت و صوم و اجل دیون و حج و عورتون کی عدت و مدت حمل وغیرہ کے اوقات
صحیح طریق سے پہچان سکین اور اس جواب مین اشارہ ہے اسبات کیطرف کہ سائلین کو فائدہ اختلاف سے
سوال کرنا چاہئے تھا جو انکے حال کے مناسب اور لائق تھا نہ سبب اختلاف سے کیونکہ وہ اسکے اہل
نہین کہ سہولت کیساتھ علم ہیئت کے دقائق پر مطلع اور آگاہ ہو سکین اور نیز اس سے انکی کوئی غرض بھی
متعلق نہین اور بعثت کی اصلی غرض تبلیغ احکام شرع ہے نہ بیان اسباب اور علل اشیا وَیَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا
یُنْفِقُوْنَ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ؕ

ترجمہ آپسے سوال کرتے ہین کیا خرچ کرین اللہ جل شانہ کی راہ مین فرما دیجئے کہ جو کچھ خرچ کرو مال سے وہ انلوگون کیلئے چاہئے والدین و اقربا و یتامیٰ و مساکین و ابن سبیل یعنی مجاہد فی سبیل اللہ یا مسافر مراد ہے انلوگونکا سوال بیان ما ینفقون سے تھا اور صراحۃً جواب مصارف سے دیا گیا جو اہم اور ضروری تھا سوال مصارف سے انکے حق مین کیونکہ جبتک نفقہ اپنے موقع و محل مین صرف نہو اسکا دینا نہ دینا دونون برابر ہے مثلاً مال زکوٰۃ سید یا غنی کو جان کر دیدے تو زکوٰۃ ادا نہوگی اور ضمناً یہ بھی حق سبحانہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ منفق جو کچھ بھی ہو اسکا دریافت ہر گیا کرنا جیسے لفظ ما جو عموم کیلئے ہے دلالت کرتا ہے اور من خیر بیان ہے لفظ ما کا اور خیر سے یہان پر مال مراد ہے ومنہ التعبیر عن المعنی المستقبل بلفظ الماضی تنبیھا علی تحقق وقوعہ نحو و یوم ینفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض اور منجملہ خلاف مقتضی ظاہر کے یہ بھی ہے کہ معنی مستقبل کو لفظ ماضی کیساتھ تعبیر کیا جاوے واسطے تنبیہ کرنیکے تحقق وقوع پر پس قول مذکور مین لفظ صعق بمعنی یصعق ہے ترجمہ جسروز صور مین پہلی دفعہ پھونکا جاویگا تو جملہ آسمان اور زمین کے رہنے والے مرجاوینگے اور چونکہ یہ امر یقینی ہے اسلئے بجائے مضارع کے صیغہ ماضی استعمال کیا گیا لکونہ ادل علی تحقق وقوع الشئ ومثلہ وان الدین لواقع ونحو ذلک یوم مجموع لہ الناس اور نیز اسی کیطرح ہے معنی مستقبل کو صیغہ اسم فاعل کیساتھ تعبیر کرنا جیسا اللہ تعالیٰ کے اس قول مین یقع کی جگہ پر لواقع لایا گیا یعنی قیامت کا دن ضرور واقع ہوگا اور نیز ایسا ہی معنے مستقبل کو بصیغہ اسم مفعول تعبیر کرنا جیسا یجمع کی جگہ مین مجموع ذکر کیا گیا ہے یعنی اسروز سب لوگ جمع کیجاوینگے ثواب و عقاب اور حساب و کتاب کیلئے جاننا چاہئے کہ اس مقام مین ایک شبہ وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ اسم فاعل اور اسم مفعول دونون کبھی بمعنے استقبال بھی آتے ہین اگرچہ یہ معنی انکا باعتبار اصل وضع کے نہین ہے لہذا ہر ایک کا استعمال مقتضی ظاہر کے بالکل موافق ہوا لہذا مصنف کا مثال خلاف ظاہر مین لانا انکو درست نہین معلوم ہوتا پس اسکا یون جواب ہو سکتا ہے کہ جس مقام مین وقوع وصف متحقق بالفعل ہو وہان پر ان کا استعمال بطور حقیقت ہوگا اور یہان پر انکا استعمال غیر متحقق بالفعل مین مجازاً کیا گیا ہے تاکہ تنبیہ ہوجاوے اثبات پر کہ

وقوع یقینی ہر ومنه القلب نحو عرضت الناقة علی الحوض منجملہ خلاف مقتضی ظاہر ہے قلب ہے یعنی
ایک جزء کلام کو دوسرے جزء کی جگہ پر رکھدیا جاوے بشرطیکہ معنی ترکیبی کو مفید ہو پس زیدٌ فی الدار
اور فی الدار زید وغیرہ کا اعتراض نہ وارد ہوگا کیونکہ دونون کا معنی متحد ہے مثال مذکور فی المتن مین
قلب ہے اصل عبارت یون تھی عرضت الحوض علی الناقۃ یعنی ناقہ پر حوض کو کھولدیا اور ظاہر کردیا
ہے تاکہ وہ پانی اس سے پیے کیونکہ معروض علیہ کیلئے لازم ہے کہ صاحب ادراک ہو تاکہ اسے رغبت پیدا ہو
شئے معروض کیجانب یا اعراض کرے اس شئے سے اور یہ بات ناقہ مین پائی جاتی ہے حوض مین وقبلہ السکاکی
مطلقاً وردّہ غیرہ مطلقاً قلب کے مقبول اور غیر مقبول ہونے مین تین قول ہین اول مطلقاً مقبول
خواہ اعتبار لطیف کو متضمن ہو یا نہ جیسا کہ سکاکی کہتے ہین اور وجہ یہ فرماتے ہین کہ وہ کلام مین ملاحت
اور عمدگی پیدا کرتا ہے اور دوم مطلقاً غیر مقبول برابر ہے کہ موجب اعتبار لطیف ہو یا نہو یہ جمہور کا قول ہے
انکی دلیل یہ ہے لانہ عکس المطلوب ونقیض المقصود یعنی قلب مقصود اور مطلوب کے خلاف اور برعکس
ہے اور سوم قول یہ ہے کہ وہ من وجہ مقبول ورمن وجہ غیر مقبول ہے اسی کو مصنف علیہ الرحمۃ اگر دو شقون کے
ضمن مین بیان کرتے ہین والحق انہ ان تضمن اعتبارا لطیفا قبل کقولہ شعر ومهمهۃ مغبرۃ ارجاۂ
کان لون ارضہ سماۂ ای لونہا اور حق اور امر واقعی یہ ہے کہ اگر وہ قلب متضمن ہے اعتبار لطیف کو علاوہ
اس ملاحت وحلاوت کے جسکو نفس قلب نے عطا کیا ہے تو مقبول ہے جیسا شاعر کے اس شعر مین چونکہ
عکس متضمن ہے اعتبار لطیف کو لہذا مقبول ہوا اور معنی رب مہمہ جنگل مغبرہ مشتق اغبرار سے مٹیالا رنگ
ارجاء جمع رجا مقصور بمعنی اطراف وجوانب سماءہ مین مضاف محذوف ہے ای لون السماء جیسا کہ مصنف
کی تفسیر ای لونہا سے ظاہر ہوتا ہے پس مصرع اخیر اس شعر کا باب قلب سے ہے اصل معنی یہ ہوتا ہے
کان لون سمائہ لغبرتہ لون ارضہ یعنی آسمان کا رنگ بوجہ کدورت اور تیرگی کے زمین کے رنگ
سے مشابہ ہوگیا ہے اور اعتبار لطیف اسمین وہ مبالغہ ہے وصف لونیت مین یعنی آسمان رنگت مین
زمین کیطرح ہوگیا ہے گویا لون السماء مشبہ بہ اور لون الارض مشبہ ہونیکے لائق ہوگیا ہے وصف کدورت وغبرت

مین حالانکہ باب تشبیہ مین ارض ہر نہ سما ترجمہ بہت سی جنگل جنکے اطراف وجوانب غبار آلود ہین۔

گویا اُنکی زمین کی رنگت آسمان کے رنگ کے مشابہ ہوگئی ہو والاز دکقولہ ع کما طینت بالفدن

السیاعا ۔ اول مصرع یہ ہو فلما ان جری سمن علیہا ۔ الامر کب ہو ان حرف شرط اور لا حرف نفی

سے اور فعل منفی مع مفعول کے مقدر ہے یعنی اگر وہ قلب عتبار لطیف کو متضمن ہو تو وہ مردود اور غیر مقبول

ہے کیونکہ اسمین مقتضی ظاہر سے عدول ہو باوجود فقدان نکتہ اور لطیفہ معتد بہ کے جیسا اس شعر مین سمن

موٹاپا الفدن بفتحتین محل السیاع بالفتح اُس گارے کو کہتے ہین جسمین بھوسہ ملا ہو شاعر ناقہ کے موٹاپے

کی وصف بیان کرتا ہو یعنی اُسپر اسقدر موٹاپا چڑھ گیا ہو گویا تمنے مکان کو گارے سے لیس لگا دیا یعنی جلد

موٹی تازی ہوگئی چنانچہ محاورہ مین کہا جاتا ہو طینت السطح والبیت یعنی مکان اور چھت کو لیپ دیا

مین نے علامہ تفتازانی نے اس مقام پر ایک شبہ پیش کیا ہو وہ یہ کہ شاعر نے ناقہ کے موٹا ہونے مین

جو وصف بیان کی ہو اسمین مبالغہ زیادہ ہو بنسبت طینت الفدن بالسیاع کے کیونکہ شعر مین ایہام ہے

اسبات کا کہ سیاع عظمت اور کثرت مین بمنزلہ اصل ہوگیا اور فدن مثل سیاع کے ہوگیا کان السمن صار

اصلا ومعروضہ صار فرعا پس از قسم مقبول ہونا چاہیے نہ از قسم مردود فعلیک بالتامل الصادق

حتی تتضح لدیک حقیقۃ الحال وھی ان التطیین یتضمن معنی الالصاق ای الصقت السیاع

بالفدن والزقت بہ فلا قلب فیہ اصلا کذے بردما اُورد ۔

نبذۃ من احوال المؤلف

حامدا ومصلیا ومسلما بندہ خاکسار ہیچمدان محمد خانزمان عفا اللہ عنہ ابن الیاس (عرف

لسہ کلان) بن ملا عبدالقادر ابن ملا عبدالستار ہزاروی ثم کانپوری عرض پرداز ہو کہ میری پیدائش

سنہ ۱۳۰۱ھ مین ہوئی بمقام سنڈ ہار ضلع ہزارہ۔ اور سنہ ۱۳۱۴ھ تک یہین قیام رہا۔ پھر سنہ ۱۳۱۹ھ تک موضع

اوتر شیشہ مین مقیم رہا غالباً چار سال تک اس عرصہ مین جناب مولنا مولوی محمد رستم صاحب کنید

مین رہکر کتب فارسی و لبقدر ضرورت لکھنا وغیرہ حاصل کیا پھر دوسرے مقامات مین جاکر کتب صرف شروع کین مثلاً موضع حفیظ بانڈی مین مولنا عبدالستار صاحب مرحوم کے پاس قانونچہ کھیوالی شروع کیا۔ یہان صرف چار ماہ رہے اور پانچ ابواب ثلاثی مجرد پڑھے۔ چھٹا باب شروع ہوا تھا کہ بمقام بدھو جانے کا اتفاق ہوگیا۔ وہان جاکر بقیہ ابواب ڈھائی ماہ کے اندر ختم کئے مولنا عطار رسول صاحب کے پاس۔ یہان جناب مولوی قاضی عصمت اللہ صاحب نوان شہری بھی شریک درس تھے۔ جب مراح الارواح شروع ہوئی تو موضع پیڈانہ ضلع راولپنڈی جانا ہوا۔ یہان مولنا رفیع الدین صاحب مرحوم کے پاس مراح۔ نحو میر۔ شرح مائۃ عامل نظم مائۃ عامل مع شمہ پڑھین۔ پھر خاص راولپنڈی گئے یہان صرف ایک ماہ رہے (اُس زمانے مین ایوب خانصاحب کابلی مع اعزہ یہان نظر بند تھے اور میرے موجودگی ہی مین لاہور لائے گئے) پھر مین قصبہ سرائے صالح متصل ہری پور چلا گیا مولوی عبدالرحمٰن صاحب کے ہمراہ مولنا عبدالغفور صاحب مرحوم کے پاس۔ یہان ترکیب شرح مائۃ عامل

....

.... ہدایۃ النحو پڑھی۔ پھر قصبہ رجوعیہ مین مولنا نذر الدین صاحب مرحوم نحوی کی خدمت مین چلا گیا پھر مولنا کے ہمراہ نوان شہر آنا ہوا۔ بعدہ ۱۳۲۲ھ مین مولنا کا انتقال ہوگیا۔ اور مین کچھ عرصہ تک بیمار رہا۔ مولنا کی خدمت مین رہ کر یہ کتابین پڑھین۔ کافیہ الفیہ فصول کبری کنز الدقائق شرح الیاس۔ شرح وقایہ۔ اصول الشاشی کچھ حسامی۔ بعدہ ۴ شوال ۲۳ھ کو دیوبند چلا آیا اور وہان ان کتابون مین شامل ہوا سال اول۔ شرح جامی نور الانوار اسوقت یہ حضرات مدرسین مدرسہ تھے۔ حضرت مولنا شیخ الہند مرحوم مولنا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مرحوم مولنا حکیم محمد حسن صاحب مرحوم (طبیب مدرسہ) مولنا عبد الصمد صاحب بجنوری۔ مولنا محمد یٰسین صاحب شیرکوٹی۔ مولنا غلام رسول صاحب مرحوم بفوی اور مولنا محمد احمد صاحب مرحوم مہتمم مدرسہ تھے۔ اور انہی دنون مین مولنا حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم نائب مہتمم مدرسہ مقرر ہوئے پس ۱۳۲۲ھ ۳۔ رجب تک ہم یہین رہے۔

تین سال تک اور اس عرصہ مین قاضی - حمد اللہ، مشکوٰۃ شریف ـ جلالین شریف مطول - ہدایہ اولین وغیرہ
تک کتابین پڑھین اور میرے شریک درس یہ احباب تھے مولوی فضل ربی صاحب لغوی مولوی
محمد شفیع صاحب مرادآبادی - مولوی احمد حسن صاحب کیرانوی مولوی بنیہ حسن صاحب دیوبندی مرحوم
مولوی مرید خواجہ صاحب پنجابی مولوی حکیم محمد ابراہیم صاحب رائی و مولوی فیض الحکم صاحب پشاوری
...... وغیرہ وغیرہ پھر ۱۳۲۲ھ یکم ماہ شعبان کو قصبہ امروہہ مین چلا آیا یہان دو سال رہا یعنی ۱۳۲۴ھ
تک اور یہان پر صدرا شمس بازغہ - توضیح تلویح - بیضاوی شریف - ہدایہ اخیرین و کتب صحاح
و کتب ادب و کتب طب پوری کین - اور ۲۸ رمضان المبارک یوم جمعہ ۱۳۲۴ھ کو جامع مسجد مین
استاذی حضرت مولانا سید احمد حسن صاحب مرحوم موصوف بالقابہ نے اپنے دست مبارک سے
چار فارغین کو عمامہ مع سند عطا کیا ـ فارغین مولوی علین الحق صاحب نیپالی ـ مولوی نور الحق صاحب
مانسہروی ـ مولوی داد محمد صاحب کابلی - و احقر ـ اُسوقت یہ حضرات مدرس مدرسہ تھے ـ حضرت
مولانا موصوف الصدر - و مولانا محمد امین صاحب رامپوری جو اسوقت طبیہ کالج دہلی مین پروفیسر ہین)
مولانا سید رضا حسن صاحب ـ پھر ۲ ـ شوال ۱۳۲۴ھ کو بمشاورت بعض احباب کانپور چلے آئے ـ اور
۱۹ ـ ذیقعدہ ۱۳۲۴ھ تک مدرسہ مظہر العلوم واقع بیکن گنج مین قیام رہا ـ بعدہ جناب حافظ نور الحسن
خانصاحب مہتمم مدرسہ جامع العلوم کانپور نے عاجز کو اپنے مدرسہ مین بلالیا ـ اُسوقت یہ حضرات مدرسین مدرسہ
تھے ـ جناب مولانا مولوی منفعت علی صاحب مرحوم دیوبندی جناب مولوی حافظ سعید احمد صاحب
مرحوم مولانا تھانوی کے بھانجے ـ چنانچہ اب تک خاکسار یہین ہے ـ آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
وصلی اللہ تعالیٰ علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ـ حررہ الاحقر محمد خان زمان عفی عنہ ـ

تم الحصہ الاولیٰ

حَلُّ العَوِيص

دوم حصہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَحْوَالُ المُسْنَد

اَمَّا تَرْکُہٗ فَلِمَا مَرَّ کَقَوْلِہٖ فَاِنِّیْ وَقَیَّارٌ بِہَا لَغَرِیْبٌ + اس کا پہلا مصرع یہ ہے (وَمَنْ یَّکُ اَمْسٰی بِالْمَدِیْنَۃِ رَحْلُہٗ + یعنی باب سوم مسند کے احوال کے بیان مین پس حذف مسند کا انھین اغراض ومقاصد سے ہوتا ہے جو حذف مسند الیہ مین کچھ مذکور ہو مین الرحل منزل ومقام قیار ضابی بن حارث کے شتر کا نام ہے اور عند البعض گھوڑے کا نام ہے لفظ بیت خبر ہے اور اسکا معنی اظہار حسرت وتوجع ہے[نام شاعر ۱۲] پس قیار کا مسند الیہ محذوف ہے یعنی غریب بقصد اختصار واحتراز عبث بحسب الظاہر وضیق مقام بسبب تنگدلی ودردناکی ومحافظت وزن کے اور قیار کا عطف محل اسم اِنَّ پر کرنا اور غریب کو دونون کی خبر بنانا جائز نہین بوجہ ممتنع ہونے عطف کے محل اسم اِنَّ پر قبل مُضی خبر کے لفظاً یا تقدیراً اور اگر خبر محذوف مقدر مانی جاوے تو جائز ہے لان الخبر مقدم تقدیراً یعنی اِنِّیْ لَغَرِیْبٌ وَقَیَّارٌ بِہَا غَرِیْبٌ + پس یہ (اِنَّ زَیْدًا وَعَمْرٌو لَذَاہِبَانِ) کی طرح نہین ہے بلکہ مثل ان زیدا وعمرٌ لذاہبٌ کی طرح ہے جو بالاتفاق درست ہے اور یہ ترکیب بھی ہوسکتی ہے کہ قیار مسند ہوجاوے اور خبر محذوف اور پورے جملہ کا عطف جملہ اِنَّ اٰخر پر ہوئے ترجمہ شعر جسکا گھر مدینہ مین ہی یا ہو مین اُسکے مثل نہین ہون پس تحقیق مین آ مین مسافر ہون اور قیار بھی مسافر ہے اس ترجمہ سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ مَنْ شرطیہ کا جواب محذوف ہے وَکَقَوْلِہٖ شعرٌ نَحْنُ بِمَا عِنْدَنَا وَاَنْتَ بِمَا + عِنْدَکَ رَاضٍ وَالرَّاْیُ مُخْتَلِفٌ + پس (نحن) مبتدا، محذوف الخبر ہے مذکور بلا وجہ[اے بیست عظ ۱۲ منہ] (یعنی نَحْنُ بِمَا عِنْدَنَا رَاضُوْنَ) پس اس شعر مین مبتدا اول کی خبر محذوف ہے بقرینہ ثانی اور سابق بیت مین

اس کا برعکس ہے یعنی مبتدا ثانی کی خبر محذوف ہے بقرینہ لام تاکید کے ترجمہ بیت جو چیز ہمارے پاس ہے ہم اس سے خوش ہیں اور جو تمہارے پاس ہے تم اس سے خوش ہو اور رائے ہر شخص کی مختلف و جدا جدا ہے کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ) وَقَوْلِكَ زَيْدٌ مُنْطَلِقٌ وَعَمْرٌو (ای عمرو منطلق) اس مثال میں عمرو کی خبر محذوف ہے عبث سے احتراز کے لئے بغیر ضیق مقام کے بوجہ دلالت (منطلق) مذکور کے وَقَوْلِكَ خَرَجْتُ فَاِذَا زَيْدٌ اس مثال میں بھی خبر محذوف ہے مثلاً (موجود) یا حاضر یا بالباب وغیرہ عبث سے بچنے کیلئے اور نیز اتباع استعمال عرب کے کیونکہ اِذْ مفاجاتیہ مطلق الوجود پر دال ہے اور قرائن دالۃ علی الخصوصیۃ بھی اسکے ساتھ منضم ہو گئے ہیں مثلاً لفظ خروج جو مشعر ہے کہ مراد فاذا زید بالباب و حاضر وغیرہ ہے وَقَوْلِهٖ شعر اِنَّ مَحَلًّا وَاِنَّ مُرْتَحَلًا + دوسرا مصرع یہ ہے وَاِنَّ فِي السَّفْرِ اِذْ مَضَوْا مَهَلًا) یہاں پر بھی اِنَّ کی خبر محذوف ہے دونوں جگہ جسکی طرف خود مصنف اشارہ کرتے ہیں ای اِنَّ لَنَا فِي الدُّنْيَا وَلَنَا عَنْهَا اور محل و مرتحل دونوں مصدر میمی ہیں یعنی حلول دنیا میں اور ارتحال بسوئے آخرت یعنی مسافر لوگ چلے گئے ان کے لئے واپسی نہیں لہذا ہم بھی دنیا میں آئے پھر موت کا شکار ہو کر چلے جائینگے خلاصہ یہ ہے کہ یہاں پر مسند جو ظرف ہے وہ محذوف ہے بقصد اختصار و عدول بسوئے اقوی دلیلین اعنی عقل از تنگی ضیق مقام اعنی محافظت علی الشعر و بغرض اتباع استعمال عرب کیونکہ مثل اِنَّ مَالًا وَاِنَّ وَلَدًا میں حذف مطرد اور قیاسی ہے اور سیبویہ نے اپنی کتاب میں ان مالا و ان ولدا کا ایک باب وضع کیا ہے وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى قُلْ لَوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَائِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْ اس آیت میں اَنْتُمْ کو مبتدا بنانا درست نہیں ہے کیونکہ کلمہ لو فعل پر داخل ہوا کرتا ہے بلکہ یہ فاعل ہے فعل محذوف کا یعنی اصل میں (لو تملکون تملکون تھے) پس وجود مفسر کی وجہ سے فعل حذف کر دیا گیا بغرض احتراز کے عبث سے اور جبکہ فعل عامل حذف ہو گیا تو ضمیر مرفوع متصل کو ضمیر منفصل سے بدل دیا گیا کما ہو القانون النحوی عند حذف العامل پس اس صورت میں مسند محذوف فعل ہوگا اور پہلی صورت میں اسم یا جملہ ہوگا قَوْلِهٖ تَعَالٰى فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ يَحْتَمِلُ الْاَمْرَيْنِ یہ قول دو امر کا محتمل ہے یعنی حذف مسند یا حذف مسند الیہ ای فصبر جمیل (اجمل) یا فامری صبر جمیل اور

اس حذف مین تکثیر فائدہ ہے جو ذکر مین نہین پایا جاتا یعنی ذکر مین ایک امر کے متعلق نص صریح ہو جاتی ہے اور بوقت
حذف ہر ایک ترکیب بن سکتی ہے فَلَابُدَّ مِنْ قَرِيْنَةٍ کو وُقُوْعِ الْكَلَامِ جَوَابًا لِسُؤَالٍ مُحَقَّقٍ نَحْوُ
وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ یعنی حذف کے لئے
لابدی ہے قرینہ دالا سے معنی مرادی پر جیسے سوال محقق کا جواب کلام واقع ہو جیسا اس آیۃ مین مسند محذوف
ہے یعنی خَلَقَهُنَّ اللّٰهُ کیونکہ یہ کلام وقت تحقق جزاء و شرط کے لامحالہ جواب ہوگی سوال محقق کا اور اس امر کی
دلیل کہ اللہ فاعل ورفعل محذوف ہے دوسری آیت ہے جنذ عدم الحذف (وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ) اور نیز یہ آیت بھی دلیل ہے (مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ
رَمِيْمٌ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْ اَنْشَاَهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ) اَوْ مُقَدَّرٍ اسکا عطف ہے محقق پر یعنی یا سوال مقدر کا جواب
ہو نَحْوُ لِيُبْكَ يَزِيْدُ ضَارِعٌ لِخُصُوْمَةٍ جیسے ضرار بن نہشل کا قول اپنے بھائی یزید بن نہشل کے
مرثیہ مین یعنی زید کو رویا جاوے تو اس سے سوال پیدا ہوا کہ (مَنْ يَبْكِيْهِ) یعنی کون روئے تو جواب دیا گیا کہ
ضَارِعٌ اسے بکیہ ضارع) یعنی ضارع کو رونا چاہئے اور اسکا دوسرا مصرع یہ ہے (ومختبط مما تطیح الطوائح)
شرح الفاظ شعر ضارع ذلیل مختبط سائل بلا وسیلہ تطیح از اطاحت بمعنی اہلاک الطوائح جمع مطیحہ خلاف قیاس
جیسے لواقح جمع ملقحہ اور قیاس یہ تھا کہ مطاح و ملاقح ہوتا مما جار مجرور متعلق مختبط کے ہوا۔ اور ما مصدریہ ہے
اور تطیح کا مفعول محذوف ہے ای مالہ یعنی ضعیف و ذلیل لوگ روئین ممدوح کو کیونکہ وہ انکا معین و مددگار
ہوتا تھا بوقت خصومت خصم کے اور نیز سوال بلا وسیلہ کرنیوالا اسکو روئے جسکی وہ بوقت حوادث دستگیری کرتا
تھا اور مما کا تعلق یبکی مقدر کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے اور تطیح دونون تقدیر پر بمعنی ماضی ہے مضارع کی طرف
عدول واسطے استحضار صورت ہائلہ کے کیا گیا ہے وَفَضْلُهُ عَلٰى خِلَافِهِ بِتَكَرُّرِ الْاِسْنَادِ
اِجْمَالًا ثُمَّ تَفْصِيْلًا رجحان صورت مجہول یعنی لِيُبْكَ يَزِيْدُ کو صورت معروف یعنی لِيَبْكِ يَزِيْدَ
بنصب یہ پر بوجہ تکرار اسناد کے ہے پہلے اجمالاً پھر تفصیلاً اور اجمالاً مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا
یعنے اجمل وعلٰی ہذا القیاس تفصیلاً پھر تفصیل تو ظاہر ہے لیکن اجمال کی وجہ یہ ہے کہ جب (لِيُبْكَ) بولا گیا

تو معلوم ہوا کہ یہان پر کوئی رونے والا ہے جسکی طرف بکا منسوب ہے کیونکہ مسند الی المفعول کے لیے
لابدی ہے فاعل محذوف سے جس کے وہ مفعول قائم مقام ہے اور اسمین شک نہین کہ شئے مکرر مؤکد اور قوی
ہوتی ہے غیر مکرر سے اور نیز یہ کہ تفصیل بعد الاجمال اوقع فی النفس ہوتی ہے وَبِوُقُوْعِ نَحْوِ يَزِيْدَ
غَيْرَ فَضْلَةٍ اور دوسری وجہ ترجیح کی غیر فضلہ ہونا (یزید) کا ہے لکونہ مسندا الیہ لا مفعولاً بخلاف صورت
معروف کے وَبِكَوْنِ مَعْرِفَةِ الْفَاعِلِ كَحُصُوْلِ نِعْمَةٍ غَيْرِ مُتَرَقَّبَةٍ لِاَنَّ اَوَّلَ الْكَلَامِ
غَيْرُ مُطْمِعٍ فِيْ ذِكْرِهٖ اور تیسری وجہ رجحان کی یہ ہے کہ معرفت فاعل کی گویا حصول نعمت غیر مترقبہ
کا ہے کیونکہ اول کلام مین ذکر فاعل کی اُمید نہ تھی بوجہ تمام ہوجانے کلام اور اسناد فعل کے مفعول کیطرف
بخلاف صورت بناء للفاعل کے کیونکہ ذکر فاعل کی یہان پر اُمید ہے اسلئے کہ فعل کے لئے لابدی ہے
ایسی شئے سے جسکی طرف فعل کا اسناد ہوسکے وَاَمَّا ذِكْرُهٗ فَلِمَا مَرَّ اور ذکر مسند بھی انھین اغراض
ومطالب کیواسطے ہوتا ہے جو مسند الیہ مین مذکور ہوئین مثلاً اصل ہونا مع عدم مقتضی عدول یا احتیاط بوجہ عدم
اعتماد قرینہ کہ جیسے خلقھن العزیز العلیم یا تعریض واظہار غباوت سامع کہ جیسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس شخص کہ جواب مین کہے
مَنْ نَّبِيُّكُمْ یا قصد توبیخ یا ترحم یا تہدید یا استلذاذ یا تعظیم یا اہانت یا بسط کلام۔ وَاَنْ يَّتَعَيَّنَ كَوْنُهٗ
اِسْمًا اَوْ فِعْلًا اور نیز اس لئے کہ مسند کا اسم ہونا معلوم ہوجاوے تاکہ اس سے ثبوت اور استمرار سمجھا جاوے
یا اسکا فعل ہونا معلوم ہوجاوے تاکہ اس سے معنی تجدد اور حدوث سمجھا جاوے وَاَمَّا اِفْرَادُهٗ فَلِكَوْنِهٖ
غَيْرَ سَبَبِيٍّ مَعَ اِفَادَةِ تَقَوِّي الْحُكْمِ اور مسند کو مفرد یعنی غیر جملہ لاتے ہین بوجہ غیر سببی ہو نیکے مع عدم
افادہ تقوی حکم کے ف مفرد چار چیز کے مقابل آتا ہے اول جملہ دوم مرکب سوم تثنیہ وجمع چہارم مضاف
وشبہ مضاف پس اگر مسند سببی ہو جیسے (زَيْدٌ قَامَ اَبُوْهُ) یا مفید تقوی حکم ہو تو وہ یقیناً جملہ ہوگا اور اب گفتگو اس
امر مین ہے کہ زید قائم مین بھی تقوی حکم ہے یا نہ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ (زید قام) کے قریب التقوی مین
نہ عین تقوی حکم مین اور مع عدم افادۃ تقوی الحکم کے معنے یہ ہین کہ نفس ترکیب مفید تقوی حکم کو نہو لہٰذا جو جملے
مفید تقوی حکم بسبب تکریر ہو جیسے عرفت عرفت یا بحرف تاکید ہو جیسے اِنَّ زَيْدًا عَارِفٌ وہ خارج ہوا اس سے

بایون کہئے کہ تقوی حکم اصطلاح مین کہتے ہین حکم کی تاکید لانا طریق مخصوص کے ساتھ یعنی تکریر اسناد وحدہٗ الفصل
یہان پر ایک شبہ وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ مسند کبھی غیر سببی اور غیر مفید تقوی حکم کو ہوتا ہے حال آنکہ مفرد نہین ہوتا
اور مصنفؒ کی کلام سے حصر مفہوم ہوتا ہے جیسے ان مثالون مین بوقت عدم قصد تخصیص کے انا سعیت فی حاجتک
ورجل جاءنی وما انا قلت ہذا جواب یہ ہے کہ قصد تقوی حکم تو ان امثلہ مین بیشک نہین البتہ یہ تسلیم نہین ہے کہ یہ
صور مفید تقوی نہین کیونکہ جو چیز موجب تقوی حکم ہے وہ موجود ہے یعنی تکرر اسناد اور اگر بالفرض یہ بھی مان لیا جاوے کہ
امثلہ مذکورہ مفید تقوی کو نہین تو حصر ممنوع ہے لہذا مطلب عبارت کا یہ ہے کہ مسند کا افراد تو اس ہی معنی کی غرض
سے ہے لیکن اس سے یہ نہین لازم آتا کہ جن صورتون مین یہ معنی متحقق ہو وہان افراد مسند کا تحقق بھی ضروری ہے
پھر فعلی یا سببی کہنا یہ صاحب مفتاح کی اصطلاح ہے کہ انھون نے صفت بحال شیٔ کو وصف فعلی اور اور صفت بحال
متعلقہ کو وصف سببی نام رکھا ہے مفتاح کے باب النحو مین اور علم المعانی مین (زید قام) مین مسند کو مسند فعلی اور
(زید قام ابوہ) مین مسند کو مسند سببی نام رکھا ہے اور ان کی جو تفسیرین کی ہین وہ اشکال وصعوبت سے خالی
نہین اسی وجہ سے مصنفؒ نے مسند سببی کے بیان مین مثال پر اکتفا کی ہے اور تعریف یا تفسیر نہین کی وَ
الْمُرَادُ بِالسَّبَبِيِّ نَحْوُ زَيْدٌ اَبُوْهُ مُنْطَلِقٌ اور اسی طرح ہے (زید انطلق ابوہ) اور علامہ تفتازانی
نے مختصر المعانی مین مسند سببی کی یون تعریف کی ہے (ہِیَ جُمْلَۃٌ عُلِّقَتْ عَلٰی مُبْتَدَاٍ بِعَائِدٍ لَا یَکُوْنُ مُسْنَدًا اِلَیْہِ
فِیْ تِلْکَ الْجُمْلَۃِ) یعنی وہ ایک جملہ ہے کہ معلق کیا گیا ہو بواسطہ ایسے عائد کے کہ وہ عائد اس جملہ مین مسند الیہ واقع ہو
پس یہ مثال خارج ہو گئی اس سے (زَیْدٌ مُنْطَلِقٌ اَبُوْہُ) کیونکہ مسند اسمین مفرد ہے اور (قل ہو اللہ احد) بھی خارج
ہو گیا کیونکہ تعلیق جملہ کی عائد کے ساتھ نہین ہے اور مراد عائد سے فقط ضمیر ہے یہان پر اور نیز مثل زَیْدٌ قَامَ
وزید ہو قائمٌ بھی نکل گیا کیونکہ عائد دونون مثالون مین مسند الیہ ہے اول مین ضمیر مرفوع متصل اور ثانی مثال
مین مرفوع منفصل اب وہ جملے جو خبر واقع ہون مبتدا کے لئے اور مفید تقوی حکم کو نہون وہ مسند سببی مین داخل
رہینگے مثلاً زید ابوہ قائمٌ وزید قام ابوہ وزید مررت بہ وزید ضربت عمرا فی دارہ وزید ضربتہٗ وغیرہ اور عمدہ اس
بارہ مین سکاکی کی کلام کا تتبع اور استقراء ہے کیونکہ یہ انھین کی اصطلاح ہے نہ سلف کی اَمَّا کَوْنُہٗ فِعْلًا

فَلِتَقْيِيْدِهٖ بِاَحَدِ الْاَزْمِنَةِ الثَّلٰثَةِ عَلٰى اَخْصَرِ وَجْهٍ مَعَ اِفَادَةِ التَّجَدُّدِ یعنی مسند کو فعل اُس جگہ لاتے ہین جس مقام پر تینون زمانے ماضی وحال واستقبال سے کسی زمانہ کا ذکر و تقیید باختصار منظور ہو اور حدوث و تجدد قصد کیا جاوے ماضی وہ زمانہ ہی جو گذر چکا ہو اور مستقبل وہ زمانہ ہے جسکے آنے کا انتظار ہو اور حال وہ زمانہ ہی جو آخر اجزاء ماضی اور اوائل اجزاء مستقبل کے درمیان واقع ہو اور اُسکو اہل عرف جانتے ہین اور وجہ یہ ہے کہ فعل باعتبار صیغہ کے دلالت کرتا ہے احد الازمنہ پر بلا احتیاج قرینہ بخلاف اسم کے کہ وہ دلالت کرتا ہی احد الازمنہ پر مع احتیاج قرینہ خارجیہ کے جیسے زید قائم الآنَ او غداً او امس لہذا مصنفؒ نے علی اخصر وجہ کہا ہے اور چونکہ زمانہ کو تجدد وحدوث لازم ہی اور نیز زمانہ مفہوم فعل مین داخل ہے لہذا فعل مفید تجدد ہوا اور زمانہ مین تجدد ہونے کی وجہ یہ ہی کہ زمانہ کی حقیقت ہے مقدار غیر قار الذات یعنی اُسکے اجزاء وجود مین مجتمع نہین ہوتے كَقَوْلِهٖ شِعْرًا اَوَ كُلَّمَا وَرَدَتْ عُكَاظَ قَبِيْلَةٌ ✤ بَعَثُوْا اِلَيَّ عَرِيْفَهُمْ يَتَوَسَّمُ ✤ یہ طریف بن تمیم کا قول ہے اور عکاظ بازار کا نام ہی عرب کا لوگ اسمین جمع ہو کر قصائد مدحیہ اور اشعار فخریہ پڑھتے تھے اور اسمین کئی ایک وقعات ہوئے ہین اور (عریف) قوم اور شہر کے سردار اور چودھری کو کہتے ہین اور توسم اُسکو کہتے ہین جیسے آثار فراست نمایان ہون وقتاً فوقتاً یعنے جب کوئی قبیلہ شہر عکاظ مین اُترتا تھا تو وہ اپنے نمایندہ دانشمند کو بھیجتا تھا وَاَمَّا كَوْنُهٗ اِسْمًا فَلِاِفَادَةِ عَدَمِهِمَا كَقَوْلِهٖ شِعْرًا لَا يَأْلَفُ الدِّرْهَمُ الْمَضْرُوْبُ صُرَّتَنَا ✤ لٰكِنْ يَمُرُّ عَلَيْهَا وَهُوَ مُنْطَلِقٌ ✤ ہما ضمیر مجرور کا مرجع تقیید مذکور اور تجدد ہے یعنی لافادۃ الدوام والثبوت (ترجمہ) اور اسم اُس جگہ لاتے ہین جس جگہ زمانہ کی حاجت نہین ہوتی اور استمرار اور دوام مطلوب ہوتا ہے جیسا اس شعر مذکور مین یعنی روپیہ بنے ہوئے ہماری تھیلیونسے الفت نہین رکھتے صرف اُنپر آتے ہین اور فوراً چلے جاتے ہین یعنی صفت انطلاق ہمیشہ ثابت ہے اُنکے لئے اور شیخ عبد القاہر کہتے ہین کہ اسم کی وضع ہی اسلئے ہے کہ ثبوت شئے لشئے پر بغیر اقتضاء تجدد وحدوث کے دلالت کرے لہذا (زید منطلق) مین صرف اثبات انطلاق ہے نہ تجدد وغیرہ جیسے زید طویل وعمرو قصیر مین

اَمَّا تَقْيِيدُ الْفِعْلِ بِمَفْعُوْلٍ وَنَحْوِهٖ فَلِتَرْبِيَةِ الْفَائِدَةِ مفعول سے مراد عام ہے
یعنی مفاعیل خمسہ اور نحوہ سے استثناء وحال وتمیز مراد ہے اور تربیت بمعنی زیادت یعنی فعل اور مشابہ فعل
مثل اسم فاعل اسم مفعول وصفت مشبہ اسم تفضیل مفعول مطلق وبہ وفیہ ولہ ومعہ اور حال واستثناء وتمیز وغیرہ
کے ساتھ اس غرض سے مقید کرتے ہیں کہ کلام سے فائدہ زیادہ حاصل ہوے اسواسطے کہ جسقدر کلام میں
خصوصیت اور تفصیل زیادہ ہوگی اُسیقدر فائدہ زیادہ حاصل ہوگا اور یہ امران دو مثالونکے دیکھنے سے بخوبی
واضح ہوگا جیسے شئی ما موجود اور فلان بن فلان حفظ التوراۃ سنۃ کذا فی بلد کذا یہاں پر دوسرا کلام
بوجہ زائد تفصیل کے زیادہ فائدہ بخش ہے بہ نسبت اول کے وَالْمُقَيَّدُ فِيْ نَحْوِ كَانَ زَيْدٌ مُنْطَلِقًا
هُوَ مُنْطَلِقًا لَا كَانَ اس عبارت میں جواب ہے سوال مقدر کا وہ یہ کہ (منطلقا) مشابہ مفعول ہے توقف
مفہوم الفعل علیہ اور اسکے ساتھ مقید کرنے میں کوئی زیادہ فائدہ نہیں ہے بلکہ بدون اسکے عدم الفائدہ ہے
لہذا مصنفؒ نے جواب دیا کہ (منطلقا) مقید نہیں بلکہ کان ہے کیونکہ منطلقا نفس مسند ہے جو جزو کلام ہے
اور کان اسکی قید ہے لدلالتہا علی زمان النسبۃ جیسے یہ مثال (زید منطلق فی الزمان الماضی) وَاَمَّا تَرْكُهٗ
فَلِمَانِعٍ مِّنْهَا ضمیر مجرور راجع ہے تربیۃ الفائدہ کی جانب بمعنی زیادت یعنی جب کوئی امر تربیت فائدہ
سے مانع ہو تو تقیید فعل ترک کردیجاتی ہے جیسا خوف فوت فرصت وغیرہ یا یہ قصد ہو کہ حاضرین فعل کے زمانہ
اور مکان اور مفعول سے واقف نہو جاویں یا عدم العلم بالمقیدات وغیرہ ہو وَاَمَّا تَقْيِيْدُهٗ بِالشَّرْطِ
فَلِاِعْتِبَارَاتٍ لَا تُعْرَفُ اِلَّا بِمَعْرِفَةِ مَا بَيْنَ اَدَوَاتِهٖ مِنَ التَّفْصِيْلِ وَقَدْ بُيِّنَ
ذٰلِكَ فِيْ عِلْمِ النَّحْوِ اور فعل کو مقید بشرط وغیرہ بلحاظ اُن اعتبارات وحالات کے لاتے ہیں جو ادوات
شرط میں پائے جاتے ہیں اور اسکی تفصیل علم نحو میں مذکور ہے اور ادوات سے مراد حروف شرط وہما شرطہین مثال
(اکرمک ان تکرمنی او ان تکرمنی اکرمک) شرط مقدم ہو یا موخر ہر حال میں تقیید فعل کو مفید ہوگی اس مقام میں
ایک بحث مختلف فیہ ہے اس کا جاننا ضروری ہے (وہ یہ) کہ اہل عربیہ کا مذہب ہے کہ شرط قید ہے حکم جزا
کے لئے مثل مفعول وغیرہ کے لہذا (ان جئتنی اکرمک) بمنزلہ (اکرمک وقت مجیئک الی) کے ہے اور

اس تقیید کی وجہ سے کلام اپنی خبریت و انشائیت سے خارج نہوگی بلکہ اگر جزاء خبر ہے تو وہ جملہ شرطیہ خبریہ کہلائیگا جیسے (ان جئتنی اکرمک) اور اگر جزاء انشاء ہے تو جملہ انشائیہ ہوگا جیسے (اِن جاءک زید فاکرمہ) باقی رہی نفس شرط تو ادوات شرط اسکو خبریت اور احتمالِ صدق وکذب سے خارج کردیتے ہیں اور اہل میزان کے نزدیک خبر مجموعہ شرط وجزاء ہے جو ثانی لازم اور اول ملزوم ہوتا ہے اور ہر ایک شرط وجزا احتمال صدق وکذب اور خبریت سے خارج ہو جاتے ہیں اب (کُلَّمَا کانت الشمس طالعۃ فالنہار موجود) کا مفہوم اہل عربیہ کے نزدیک یہ ہوگا (الحکم بوجود النہار ثابتٌ فی کل وقت من اوقات طلوع الشمس) پس محکوم علیہ النہار ہے اور محکوم بہ موجودًا اور اہل عربیہ کے اعتبار سے یہ ہوگا (الحکم بلزوم وجود النہار ثابت لطلوع الشمس) پس محکوم علیہ طلوع الشمس ہوگا اور محکوم بہ وجود النہار پس معلوم ہوا کہ اعتبار اہل عربیہ اور اہل میزان میں بہت بڑا فرق ہے فافہم وَلٰکِنْ لَا بُدَّ مِنَ النَّظَرِ ھٰھُنَا فِی اِنْ وَ اِذَا وَلَوْ لیکن لابدی ہے یہاں نظر اور فکر سے اِنْ اور اِذَا اور لَو میں کیونکہ انمیں بہت سے ابحاث ہیں جنکی طرف فن نحو میں تعرض نہیں کیا گیا فَاِنْ وَ اِذَا لِلشَّرْطِ فِی الْاِسْتِقْبَالِ لٰکِنْ اَصْلُ اِنْ عَدَمُ الْجَزْمِ بِوُقُوْعِ الشَّرْطِ یعنی اِنْ اور اِذَا شرط کے لئے آتے ہیں مستقبل میں مگر اِن میں اصل عدم الجزم ہے وقوع شرط کے ساتھ اور اذا میں جزم ویقین مطلب یہ ہے کہ اِنْ امور محتملہ میں استعمال ہوتا ہے اور اِذَا امور یقینیہ میں لہذا (اِن) اللہ تعالی کی کلام میں بنا بر اصل واقع نہیں ہو سکتا ہے اِلَّا بہ نوع تاویل یا حکایت واقعہ اور یہ دونوں دخول فی الاستقبال میں شریک ہیں بخلاف لَو اور جزم بالوقوع اور عدم الجزم بالوقوع میں متفرق اور متباین ہیں اور چونکہ ان دونوں کے درمیان ما بہ الامتیاز بیان کرنا مقصود تھا اسلئے مصنفؒ نے صورت عدم الجزم بلا وقوع شرط کیجانب تعرض نہیں کیا کیونکہ مشترک ہیں اِن و اذا اوّل فی الشَّکَان النَّادِرُ مَوْقِعًا لِاِنْ وَغَلَبَ لَفْظُ الْمَاضِیْ اور اسی وجہ سے (اِن) کا موقع ومحل حکم نادر الوقوع ہوا لکونہ غیر مقطوع بہ فی الغالب اور اِذَا کے لئے لفظ ماضی تجویز ہوا لدلالۃ الماضی علی الوقوع قطعًا اور یہ دلالت نفس لفظ کے اعتبار سے ہے ورنہ (اذا) کے لحاظ سے تو معنے استقبالی پیدا ہوگئے ہیں

نَحْوُ فَإِذَا جَاءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا بِمُوسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ لِأَنَّ الْمُرَادَ الْحَسَنَةُ الْمُطْلَقَةُ وَلِهٰذَا عُرِّفَتْ تَعْرِيْفَ الْجِنْسِ وَالسَّيِّئَةُ نَادِرَةٌ بِالنِّسْبَةِ إِلَيْهَا وَلِهٰذَا أُنْكِرَتْ ضمیر ہم سے مراد قوم موسیٰ الحسنۃ سے مراد آسانی وفراخی عیش اور لنا میں لام برائے اختصاص و استحقاق اور سیئۃ سے مراد قحط سالی وبلا۔ یطیروا اے یتشائموا اور حسنہ سے حسنہ مطلقہ مراد ہے لکون حصولہا مقطوعًا بہ اس لئے (الحسنۃ) کے ساتھ لفظ ماضی مع اذا لایا گیا اور سیئہ اسی ہی وجہ سے معرف بلام حقیقت کیا گیا کیونکہ وقوع جنس کا نو اجب ہوتا ہے بوجہ کثرت انواع کے بخلاف نوع کہ اسکے موارد تحقق قلیل ہوتے ہیں بہ نسبت موارد جنس کے اور سیئۃ کے جانب لفظ مضارع ہمراہ اِنْ لایا گیا ہے کیونکہ حسنہ مطلقہ کے بہ نسبت سیئہ نادر الوقوع ہے اسلئے اُسے نکرہ لایا گیا تاکہ اس کی نکارت تقلیل پر دلالت کرے ترجمہ آیۂ کریمہ جب قوم موسیٰ کو جنس حسنہ آتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ مختص ہے ہمارے ساتھ اور ہم مستحق ہیں اسکے اور اگر سیئہ پہونچتی ہے اُنکو تو بدفالی لیتی ہیں ساتھ موسیٰ اور انکی قوم کے وَقَدْ تُسْتَعْمَلُ إِنْ فِي الْجَزْمِ تَجَاهُلًا اور کبھی اِنْ کو محل جزم میں بطور تجاہل استعمال کرتے ہیں جیسے کوئی غلام سے سوال کرے کہ (ہل سیدک فی الدار) اور وہ غلام یقینًا جانتا ہے کہ مولیٰ گھر میں موجود ہے مگر مولیٰ کے خوف سے تجاہلانہ صورت اختیار کرکے کہتا ہے کہ (اِنْ کَانَ فِيْهَا اُخْبِرُكَ) یعنی اگر گھر میں ہونگے تو تجھے کہونگا وَلِعَدَمِ جَزْمِ الْمُخَاطَبِ كَقَوْلِكَ لِمَنْ يُكَذِّبُكَ إِنْ صَدَقْتُ فَمَاذَا تَفْعَلُ یعنی جہاں وقوع شرط کے ساتھ مخاطب کو عدم الجزم ہو وہاں بھی ایراد کلام بحسب اعتبار مخاطب ہوگا اور اِنْ استعمال کیا جاوے گا جیسے اس مثال میں بوقت تکذیب مخاطب کے اِنْ لایا گیا ہے حالانکہ متکلم کو اپنے صادق ہونے کا یقین ہے أَوْ تَنْزِيْلِهٖ مَنْزِلَةَ الْجَاهِلِ لِمُخَالَفَتِهٖ مُقْتَضَى الْعِلْمِ اور مخاطب عالم بوقوع الشرط کو بمنزلۂ جاہل فرض کیا جاویگا جب وہ مقتضی علم کے خلاف شیوہ اختیار کرے جیسے کوئی اپنے باپ محترم کو ستائے اور ایذا دے رہا ہو تو یوں کہیں (اِنْ کَانَ اَبَاکَ فَلَا تُؤْذِہٖ) یعنی اگر تیرا باپ ہے تو ایذا مت اُسے دے أَوِ التَّوْبِيْخِ وَتَصْوِيْرِ أَنَّ الْمَقَامَ لِاشْتِمَالِهٖ عَلٰى

مَا يَقْطَعُ الشَّرْطَ عَنْ اَصْلِهٖ لَا يَصْلُحُ اِلَّا فَرْضَهٗ كَمَا يُفْرَضُ لِلْمُحَالِ یا مخاطب کو شرط پر
عار دلانا غرض ہو اور یہ الزام مقصود ہو کہ یہ مقام بوجہ شامل ہونیکے کسی ایسے امر پر جو قلع قمع کرنیوالا ہو
شرط کو جس سے وہ صلح نہین مگر فرض شرط کا جیسے محال امر کو کسی غرض سے فرض اعتبار کیا جاوے نَحْوُ
اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اِنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُسْرِفِيْنَ ۝ فِيْمَنْ قَرَأَ اِنْ بِالْكَسْرِ
ہمزہ استفہام فا عاطفہ اور معطوف علیہ محذوف ای انھملکم اور لفظ نضرب جب معنی اعراض آوے جب متعدی
بلا واسطہ ہو تو معنے ایلام معروف اور عن صلہ ہو تو معنے اعراض اور جب فی صلہ ہو تو معنے سفر اور جب صلہ علی
ہو تو معنے خوابانیدن اور ذکر سے مراد قرآن و مانیہ سے از قسم امر و نہی و وعدہ و وعید صفحا مفعول مطلق ہے
من غیر لفظہ جیسے قعدت جلوسا یا مفعول بتقدیر لام ای للاعراض یا حال ہے بتاویل معرضین اور لفظ
(اِن) مین دو قرأت ہین بالکسر و بالفتح اور یہان اول مراد ہے کیونکہ ان شرطیہ مین بالفعل گفتگو ہے یعنی
یعنے قرآن پاک اور اُسکے احکام کیا تمسے پھیر دیے جاوینگے پھیر دینا اگر تم اسراف کرنیوالے ہو پس یہان پر
کفار کا مسرف ہونا یقینی او مقطوع بہ ہے تاہم لفظ اِن لایا گیا بغرض توبیخ اور اس صورت کے اظہار کے
لئے کہ اس مقام مین عاقل سے اسراف ہرگز نہو مگر علی سبیل الفرض التقدیر مثل فرض محالات کیونکہ اس مقام مین
آیات دالہ ہین کہ عاقل کے شایان شان نہین کہ اُسسے اسراف صادر ہو قطعًا اور یہ شبہ نہ وارد کیا جاوے کہ
کہ محال تو مقطوع بعدم الوقوع ہوتا ہے یعنی عدم وقوع کا یقین تو اِن کا استعمال کیسے صحیح ہوا تو جواب
یہ ہے کہ محال کو غیر مقطوع بعدمہ فرض کیا گیا علی سبیل المسامحت وارخاء عنان
بقصد تبکیت و سرزنش جیسے اللہ تعالے نے کہ اس قول میں قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ
یعنی اگر بالفرض محال خدا کی کوئی اولاد ہوتی تو ہم تمسے پہلے اُس کی عبادت کرتے مگر ایسا نہین اور تفسیر البخاری
مین ایک معنی اسکے اَوَّلُ الْاٰنِفِيْنَ کے بیان کے گئے ہین یعنی ہم اُسکا انکار کرتے کیونکہ واجب الوجود
کسی ممکن کا کفو و مماثل نہین ہو سکتا اَوْ تَغْلِيْبُ غَيْرِ الْمُتَّصِفِ بِهٖ عَلَى الْمُتَّصِفِ بِهٖ یا غیر متصف بالشرط
کو متصف بالشرط پر غلبہ دیکر اِنْ استعمال کیا جاتا ہے جیسے زید کے لئے قیام قطعی الحصول ہو اور عمر کے لئے

غیر قطعی تو یہ کہہ سکتے ہین اِنْ قُمْتُمَا کَانَ کَذَا یعنی اگر تم دونون کھڑے ہوگے تو ایسا ہوگا وَقَوْلُہٗ

اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَحْتَمِلُہُمَا یہ قول اللہ تعالےٰ کا دونون امرین کا

محتمل ہے یعنی توبیخ وتصویر کو اور تغلیب غیر مرتابین کو مرتابین پر کیونکہ مخاطبین مین بعض حق شناس اور بعض

عناداً منکر تھے مگر سب کو گویا یہ قرار دیا گیا کہ لا ارتیاب لہم ف یہان پر ایک شبہ پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ

جب سب کو غیر مرتابین قرار دیا گیا تو اُسوقت شرط قطعی اللاوقوع ہوگئی لہذا اِنْ کا استعمال غیر صحیح ہوگا بلکہ اِذَا

لانا واجب ہوگیا جیسے قطعی الوقوع مین اِنْ ناجائز اور اِذَا واجب ہے کیونکہ معانی محتملہ مشکوکہ مین اِنْ استعمال

ہوتا ہے نہ غیر مین اور اگر کوئی کہے بطور تسلیم کے کہ عدم الارتیاب سب کا تغلیب کی صورت مین فی الحال تو ہے

مگر ہماری بحث زمان حال مین نہین ہے بلکہ وقوع ارتیاب مستقبل مین مراد ہے بلحاظ معنے شرط کے اور وہ

ارتیاب مستقبل مین وجود اور عدم دونون کا محتمل ہے تو جواب یہ ہے کہ سوق آیت کریمہ کا حدوث ارتیاب

فی المستقبل پر دلالت نہین کرتا بلکہ زمان حال مین یعنی یہ معنی نہین کہ حدوث ارتیاب اگر آئندہ ہو تو فی الحال

دلیل اور برہان لاؤ بلکہ یہ معنی ہین کہ اگر فی الحال ریب شک رکھتے ہو تو برہان پیش کرو اور کوفیون کا زعم ہے

کہ اِنْ اس جگہ بمعنے اِذْ ہے اور مبرّد و زجّاج نے تفسیر کی ہے کہ اِنْ کا لفظ کَانَ پر داخل ہوکر معنے استقبال کے

نہین کرتا لقوۃ دلالۃ کان علی معنی المضی پس محض تغلیب استعمال اِنْ کے لیے اس جگہ مصحح نہین ہوسکتی

بلکہ یہ کہا جاوے کہ جب تغلیب دیگئی تو سب کے سب بمنزلہ غیر مرتابین ہوگئے اور نیز شرط بھی قطعی الانتفاء ہوگئی تو اب

اِنْ کا استعمال علی سبیل الفرض والتقدیر صحیح ہوگیا بغرض تبکیت اور الزام جیسے ان دو آیتون مین فَاِنْ آمَنُوْا

بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ فَقَدِ اہْتَدَوْا۔ قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِیْنَ۔ وَالتَّغْلِیْبُ بَابٌ وَّاسِعٌ

یَجْرِیْ فِیْ فُنُوْنٍ کَثِیْرَۃٍ کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی وَکَانَتْ مِنَ الْقَانِتِیْنَ وَنَحْوُ قَوْلِہٖ تَعَالٰی

بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ یعنی تغلیب کا باب وسیع ہے بہت سے فنون مین جاری ہوتا ہے جیسے پہلے

قول مین لفظ قنوت کا مفہوم مشترک ہے مذکر اور مؤنث دونون مین یعنی مذکر و مؤنث ہر ایک قانت

ہے مگر مذکر کو مؤنث پر غلبہ دیکر وہ صیغہ استعمال کیا گیا جو خاص مذکر کے ساتھ مختص ہے یعنی جمع مذکر سالم

اور دوسرے قول میں معنی کیجانب کو لفظ کی جانب پر غلبہ دیا گیا اور قیاس مقتضی تھا کہ (تجھلون) بصیغۂ غائب
ہوتا کہ ضمیر غائب (قوم) کیطرف عائد ہوسکے اور لفظ (قوم) کا غائب کہلاتا ہے بقاعدہ مشہورہ کہ ہر اسم
مظہر غائب مانا جاتا ہے لیکن معنی لفظ قوم عبارت ہے مخاطبین سے اسلئے جانب خطاب کو تغلیب جانب
غیبت پر دیگئی وَمِنْهُ اَبَوَانِ وَ نَحْوُهُ اور اسی باب تغلیب سے ہے اَبَوَانِ اُم و اَب کے لئے اور عمرین
ابوبکرؓ و عمرؓ کے لئے اور قمرین شمس و قمر کے لئے اور یہ اس طریق سے ہوگا کہ احد المتصاحبین یا احد المتشابہین کو
دوسری متصاحب یا متشابہ پر غلبہ دے کر متفق فی الاسم کر دیا گیا اور تثنیہ بنا کر دونوں قصد کئے گئے بس اس
تشریح سے واضح ہو گیا کہ اَبَوَانِ از قبیل (وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِيْنَ) ہرگز نہیں جیسا بعض نے وہم کیا ہے
کیونکہ قنوت کیطرح اُبوّت صفت مشترکہ میں الابوین نہیں ہے بس حاصل یہ ہے کہ قانتین میں مخالفت ظاہر حیث من الصیغۃ
والہیئۃ ہے اور ابوان میں بجہت مادہ اور جوہر لفظ ہے نوع الفرق وَلِكَوْنِهِمَا لِتَعْلِيْقِ اَمْرٍ بِغَيْرِهِ فِي
الْاِسْتِقْبَالِ كَانَ كُلٌّ مِنْ جُمْلَتَيْ كُلٍّ مِنْهُمَا فِعْلِيَّةً اِسْتِقْبَالِيَّةً اور تعلیق امر سے مراد ہے حصولِ
مضمون جزا اور (بغیرہ) سے مراد ہے حصول مضمون شرط اور فی الاستقبال ظرف لغو متعلق بہ (بغیرہ) کے
ساتھ بتاویل مذکور ای حصول المضمون اور نیز حال اور صفت کا بھی احتمال ہے یعنی اِنْ اور اِذَا تعلیق جزا بالشرط
کے لئے آتے ہیں باین طور کہ حصول مضمون جزا معلق اور مترتب ہے حصول مضمون شرط پر زمانہ مستقبل میں اور
اور فی کا تعلق تعلیق امر کے ساتھ جائز نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ تعلیق تو زمان تکلم میں رہی ہے نہ زمانہ استقبال میں مثلاً
(اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَاَنْتِ حُرَّۃٌ) میں حریت کی تعلیق فی الحال ہے اور یہی ہے دخول اور یہ زمانہ استقبال میں اور اسی تعلیق
ہر ایک جملہ یعنی شرط و جزا فعلیہ استقبالیہ ہوگا بہر حال شرط تو اس وجہ سے کہ وہ مفروض الحصول ہے استقبال میں لہذا
اسمیں ثبوت اور مضی ممتنع ہے لیکن رہی جزا تو اُسکا حصول معلق ہوتا ہے حصول شرط پر مستقبل میں اور حصول
حاصل و ثابت کی تعلیق حصول الحصول فی المستقبل پر بھی ممتنع ہے اسلئے فعلیت و استقبالیت دونوں جملوں میں
ضروری ہے وَلَا يُخَالَفُ ذٰلِكَ لَفْظًا اِلَّا لِنُكْتَةٍ اور امر مذکور کا خلاف لفظاً نکیا جاویگا مگر بغرض کسی
نکتہ کے کیونکہ مقتضی ظاہر کی مخالفت بغیر فائدہ کے ممتنع ہے اور لفظاً میں اشارہ ہے اسبات کی طرف کہ

ودونون جملے یا ان مین سے ایک اسمیہ یا فعلیہ ماضویہ ہو ہر حال مین معنی استقبال ہی کے لئے جاوینگے مثلا کہ
اس قول یعنے (ان اکرمتنی الآن فقد اکرمتک امس) کے معنی یہ ہونگے (ان تعتد باکرامک ایای الآن
فاعتد باکرامی ایاک امس) اور کبھی ان استعمال کیا جاتا ہے غیر استقبال مین قیاسا مطرد اللفظ کان کیساتھ
جیسے وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ فَاِنْ کُنْتَ فِیْ شَکٍّ اور اسیطرح مقام تاکید مین بعد واو الحال لایا جاتا ہے
لمجرد الوصل الربط دون الشرط جیسے زَیْدٌ وَاِنْ کَثُرَ مَالُہٗ بَخِیْلٌ وَعَمْرٌو وَاِنْ اُعْطِیَ جَاہًا لَئِیْمٌ اور مذکور کے غیر مین
استعمال قلیل ہے کقول الشاعر فیا وطنی اِنْ فَاتَنِیْ سَابِقٌ + من الدھر فلینعم لساکنک البال + اے
میرے وطن اگر مین تجھ مین گذشتہ زمانہ نہین رہا تو تو خالی نہین ایا تجھے خدا نے خالی نرکھا پس چاہیئے
کہ تیرے اندر رہنے والے خوشحال رہین ہمین کوئی حسد نہین بلکہ دعاگو ہین آگے مصنفؒ نکتہ داعیہ کی
تفصیل کرتے ہین جس کی وجہ سے لفظ فعل مستقبل سے عدول کیا جاتا ہے کَاِبْرَازِ غَیْرِ الْحَاصِلِ فِیْ
مَعْرَضِ الْحَاصِلِ لِقُوَّۃِ الْاَسْبَابِ جیسے لانا غیر حاصل کو معرض حاصل مین بوجہ قوت اسباب کے
جیسے انعقاد اسباب شراء کے وقت یون کہین اِنْ اشْتَرَیْنَا کَانَ کذا بلفظ ماضی درہم دواو کَوْنِ مَاھُوَ
لِلْوُقُوْعِ کَالْوَاقِعِ یہ لفظ مع بقیہ معطوفات کے عطف ہے قُوَّۃِ الاسباب پر لہذا یہ کل علل ہین ابراز
غیر الحاصل الخ کی جیسے آگے کی عبارت فان الطالب الخ سے ظاہر ہوتا ہے اور جسنے (ابراز غیر الحاصل الخ)
پر عطف کیا ہے اُسکو سخت وہم ہوا کیونکہ اس صورت مین یہ سب لقوۃ الاسباب کے معلول ہونگے اور وہ اُنکی
علت اور یہ جائز نہین کذا فی الحواشی۔ اَوِ التَّفَاؤُلِ اَوْ اِظْهَارِ الرَّغْبَةِ فِیْ وُقُوْعِہٖ یا وقوع شرط
مین نیک فالی یا اظہار رغبت ہو نحو اِنْ ظَفِرْتَ بِحُسْنِ الْعَاقِبَةِ فَھُوَ الْمُرَامُ یہ تفاول اور
اظہار رغبت دونون کی مثال بن سکتی ہے فَاِنَّ الطَّالِبَ اِذَا عَظُمَتْ رَغْبَتُہٗ فِیْ حُصُوْلِ
اَمْرٍ یَکْثُرُ تَصَوُّرُہٗ اِیَّاہُ فَرُبَمَا یُخَیَّلُ اِلَیْہِ حَاصِلًا چونکہ اقتضاء اظہار رغبت کی ابراز
غیر حاصل کو محتاج بیان تھی اسلئے مصنفؒ نے وجہ بیان کردی یعنی جب طالب کی رغبت و محبت
کسی امر کے حصول مین عظیم ہوجاتی ہے تو وہ طالب اس امر کا زیادہ تصور کرتا ہے حتی کہ وہ امر اُسکے خیال مین

حاصل اور موجود معلوم ہونے لگتا ہے لہذا وہ لفظ ماضی سے تعبیر کرتا ہے وَعَلَيْهِ وَرَدَ قَولُهٗ تَعَالٰى

اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا اسی قبیل سے ہے قول اللہ تعالےٰ کا اسی وجہ سے اِنْ یُرِدْنَ صیغہ مضارع نہ کہا

یعنی اپنی لونڈیوں کو زنا پر زبردستی مت کرو اگر وہ تحصن و عفت کو چاہتی ہیں یہاں بھی استعمال ماضی کا اِن

کے ساتھ اظہار رغبت عفت کیلئے ہوا ہے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ نہی عن الاکراہ کو انکے ارادہ

تحصن کیساتھ معلق کرنا مشعر ہے کہ انتفاء ارادہ کے وقت اکراہ جائز ہے چنانچہ تعلیق بالشرط کا مقتضی یہی ہے

تو اسکا جواب یہ ہے کہ جو لوگ اس امر کے قائل ہیں کہ تقیید بالشرط دال ہے نفی الحکم پر بوقت انتفاء شرط کے تو

وہ لوگ اس بات کو مقید ہیں جبکہ شرط کے واسطے کوئی فائدہ دوسرا نہو اور جائز ہے کہ آیہ کریمہ میں نہی عن الاکراہ

میں مبالغہ کرنا مقصود ہو یعنی جب وہ عفت کو چاہتی ہیں تو اور زیادہ حق ہے اس اقتضا میں اور دوسرا

جواب یہ ہے کہ شرط کی دلالت انتفاء حکم پر بحسب الظاہر ہے اور اجماع جو قاطع ہے حرمت اکراہ پر وہ اسکا معارض ہے

والظاہر یدفع بالقاطع قَالَ السَّكَّاكِيُّ وَلِلتَّعْرِيْضِ نَحْوُ قَوْلِهٖ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ

کہا سکاکی نے کہ ابراز غیر الحاصل کبھی آتا ہے تعریض کے لئے یعنی فعل ایک کی طرف منسوب ہو اور مراد دوسرا

ہو جیسا اس قول میں مخاطب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم ہیں اور آپکا عدم الاشراک مقطوع بہ اور یقینی ہے

تاہم لفظ ماضی لایا گیا بغرض اظہار اس امر کے اشراک غیر الحاصل معرض حاصل میں بر سبیل فرض و تقدیر ہے اور تعریض ہے

اُن لوگوں کے حق میں کہ جنسے اشراک صادر ہوا ہے انکے اعمال حبط و باطل ہوگئے ہیں اس کی مثال ایسی ہے

جیسے کوئی تمکو گالی دیوے تو تم کہو واللہ اِنْ شَتَمَنِی الْاَمِیْرُ لَاَضْرِبَنَّہٗ اور چونکہ اس کلام میں نوع خفا اور

ضعف تھا اس لئے سکاکی کیطرف منسوب کردیا مصنف نے جاننا چاہیے کہ اس آیت میں تعریض درست

نہیں باعتبار اُن لوگوں کے جن سے اشراک نہیں صادر ہوا اور نہ مضارع کا لانا مفید تعریض ہوسکتا ہے کیونکہ

وہ تو اپنے اصل پر ہے لہذا ماضی یعنی اَشْرَکْتَ لانے اور (مَنْ صَدَرَ عَنْہُ الْاِشْرَاکُ) کے اعتبار سے تعریض کا جاری

اسمیں نہ ہے خلجانی کا وَنَظِيْرُهٗ فِي التَّعْرِيْضِ وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ اَيْ وَمَا لَكُمْ

لَا تَعْبُدُوْنَ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۞ اور لَئِنْ اَشْرَكْتَ کی نظیر تعریض میں

یہ قول باری تعالیٰ کا نہ استعمال ماضی کا مقام مضارع کے شرط میں بغرض تعریض پس بجائے لا تعبدون) کے لفظ اعبد بصیغہ واحد متکلم لایا گیا اور قرینہ اسکا (والیہ ترجعون) ہے بصیغہ خطاب اور اگر اس قول میں تعریض مقصود ہوتی تو یون عبارت مناسب تھی (والیہ ارجع بصیغہ واحد متکلم چنانچہ سیاق کلام کے موافق ہے ای لا اعبد کیا ہے میرے لئے کہ مین عبادت نکرون اس ذات کی جسنے پیدا کیا ہے مجکو یس مطلب یہ ہے کہ تم عبادت نہین کرتے ہو اپنے خالق کی اور اسی کیطرف لوٹا دیے جاوگے بعد موت کے **وَوَجْهُ حُسْنِهِ**

اِسْمَاعُ الْمُخَاطَبِيْنَ الْحَقَّ عَلٰى وَجْهٍ لَا يَزِيْدُ غَضَبَهُمْ وَهُوَ تَرْكُ التَّصْرِيْحِ بِنِسْبَتِهِمْ اِلَى الْبَاطِلِ وَيُعِيْنُ عَلٰى قُبُوْلِهِ بِكَوْنِهٖ اَدْخَلَ فِي اِمْحَاضِ النُّصْحِ حَيْثُ لَا يُرِيْدُ لَهُمْ اِلَّا مَا يُرِيْدُ لِنَفْسِهٖ اسماع مصدر متعدی دو مفعول کو چاہتا ہے المخاطبین مفعول اول الحق مفعول ثانی فاعل محذوف یعنی المتکلم اور ضمیر یزید و یعین راجع ہے وجہ کیجانب یعنی تعریض مین حسن اس لحاظ سے پیدا ہو جاتا ہے کہ متکلم اپنے مخاطب کو حق بات ایسے عنوان اور وجہ سے بتا دیتا ہے کہ مخاطب کا غصہ ہیجان مین نہین آنے پاتا اور وہ (وجہ) ترک تصریح ہے نسبت کرنا باطل کی مخاطب کیجانب اور یہ وجہ مذکور قبول حق کے لئے معین اور مددگار ہو جاتی ہے کیونکہ اس وجہ مذکور کو خلوص نصیحت مین زیادہ دخل ہے باعتبار اس امر کے انکے لئے وہ بات چاہتا ہے جو اپنے لئے چاہتا ہے جیسے مالی لا اعبد مین **وَلَوْ لِلشَّرْطِ فِي الْمَاضِيْ مَعَ الْقَطْعِ بِانْتِفَاءِ الشَّرْطِ** یعنی لو شرط کے لئے آتا ہے ماضی مین باوجود یقین ہونیکے انتفاء شرط کے ساتھ اور شرطیت کے معنی ہین حصول مضمون جزا کو معلق کرنا حصول مضمون شرط پر فرضاً اور انتفاء شرط کیوقت جزا بھی منفی ہوگی جیسے یون کہین (لو جئتنی لاکرمتک) یعنی اگر تو بالفرض زمانہ گذشتہ مین میرے پاس آتا تو مین تمہاری تعظیم کرتا لیکن جب تم آئے نہین تو ہماری طرف سے تعظیم بھی نہین ہوئی اب لو کے معنے ہوے امتناع الثانی اعنی الجزاء لامتناع الاول اعنی الشرط یعنی جزاء منتفی ہے انتفاء شرط کے سبب سے ہذا ہو المشہور عند الجمہور اور ابن حاجب نے اس معنی پر اعتراض کیا ہے اور کہتے ہین کہ اول سبب ہے اور ثانی مسبب اور انتفاء سبب انتفاء مسبب پر نہین دلالت کرتا یعنی جائز ہے کہ شئے کے اسباب متعددہ ہون جب

حرارت کیلئے حرکت. شمس. نار. سبب ہیں متعدد بلکہ امر بالعکس ہے کیونکہ انتفاء سبب دلالت کرتا ہے
انتفاء جمیع الاسباب پر اب یہ معنی لو کے ہوگئے (ہی لامتناع الاول لامتناع الثانی) مثال کے طور پر سمجھنا چاہئے
لَوْكَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللهُ لَفَسَدَتَا اس آیت میں استدلال ہے اسبات پر کہ امتناع فساد سبب ہے بوجہ امتناع
تعدد آلہۃ کے نہ بالعکس اور شیخ رضی وغیرہ نے تو رائے ابن حاجب کو مستحسن بتایا ہی اور قریب قریب اجماع
کرلیا ہی اس قول پر کہ لو امتناع اول کے لئے ہے بوجہ امتناع ثانی کے باستدلال آیت مذکورہ اور دوسری
دلیل یہ ہی کہ اول ملزوم اور ثانی لازم ہوتا ہی اور انتفاء لازم موجب ہی انتفاء ملزوم کے لئے بغیر عکس کے یعنی جائز
ہے کہ لازم اعم ہو ملزوم سے جیسے اوپر مثال گذری ہے حرارت غیرہ کی ف علامہ تفتازانی مختصر المعانی
میں لکھتے ہیں کہ منشأ اس اعتراض کا در اصل قلت تأمل ہی کیونکہ لو لامتناع الثانی لامتناع الاول کے
معنے یہ نہیں ہیں کہ امتناع اول کو دلیل بنایا جاوے امتناع ثانی پر تاکہ یہ اعتراض وارد ہو یعنی انتفاء سبب موجب نہیں
انتفاء مسبب کو اور نہ انتفاء ملزوم موجب ہی انتفاء لازم کو بلکہ یہ معنی ہیں کہ انتفاء الثانی فی الواقع بسبب
انتفاء اول کے ہی جیسے لَوْ شَاءَ اللهُ لَهَدَاكُمْ میں انتفاء ہدایت کا بسبب انتفاء مشیت کے ہے خلاصہ
یہ ہے کہ دونوں معنے لو کے صحیح ہیں یعنی باعتبار وجود کے اول علت ہی ثانی کے لئے فی الواقع اور علم کے
اعتبار سے ثانی سبب و علت ہی اول کے لئے یعنی اول کے وجود سے ثانی کا وجود اور ثانی کے علم کہ اول کا علم
حاصل ہوتا ہی پس اول تعلیل اور ثانی استدلال ہوگا جیسے لولا میں کہتے ہیں کہ لولا امتناع ثانی کے لئے آتا ہی
بسبب وجود اول کے جیسا لَوْلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ معنے ہیں کہ وجود علی سبب ہی عدم ہلاکت عمر رضی اللہ تعالی
عنہما کا اسی لئے یہ قول صحیح ہے (لو جئتنی لاکرمتک لکنک لم تجئ) یعنی عدم الاکرام واقع ہوا ہی بسبب عدم
المجئ کے۔ کہا حماسی نے شعر لو طار ذو حافر قبلها + لطارت ولكنه لم يطر + شاعر گھوڑے کی تیز رفتار
بیان کرکے کہتا ہے کہ اگر کوئی حیوان کھر والا اُس سے قبل اُڑتا ہوتا تو البتہ یہ بھی اُڑتا لیکن ذو حافر
نہیں اُڑا یعنی عدم طیران اسکا بسبب عدم طیران ذو حافر کے ہے اور ابو العلاء معری کہتے ہیں شعر۔
ولو دامت الدولات كانوا كغيرهم + رعايا ولكن ما لهن دوام ۔ یعنی اگر دولتیں اہل دولت کے لئے

ہمیشہ رہتین تو یہ لوگ بھی دوسرون کی طرح رعایا رہتے لیکن دولتون کیلئے کوئی دوام نہین پس انتفار دوام دولت علت ہے انکے رعایا ہونیکے واسطے اور منطقیون اِنْ اور لَوْ کو دواۃ اللزوم ٹھہراتے ہین اور ان دونون کو قیاسات مین استعمال کرتے ہین تاکہ علم بالنتائج حاصل ہو اب انکے نزدیک یہ معنی ہوے کہ علم بانتفار الثانی علت ہے علم بانتفار الاول کیلئے لان انتفار اللازم یستلزم انتفار الملزوم باقی رہی یہ بات کہ انتفار جزار کی علت خارج مین کیا چیز ہے اسکا کوئی لحاظ نہین اور لَوْ کَانَ فِیْھِمَا الخ قاعدہ منطقیین پر وارد ہے لیکن استعمال اسکا بقاعدہ لغت مشہور اور شائع ہے اور اس مقام پر اور بھی مباحث شریفہ ہین جنکو علامہ مطول مین لائے ہین آپ مصنف اولِلشرط فی الماضی کی تفریع بیان کرتے ہین فَیَلْزِمُ عَدَمُ الثُّبُوْتِ وَالْمُضِیِّ فِیْ جُمْلَتَیْھَا پس دونون جملونمین عدم الثبوت و مضی لازم ہوگیا کیونکہ ثبوت منافی تعلیق اور استقبال منافی مضی ہے لہٰذا اسکے دونون جملونمین فعلیہ ماضویہ سے عدول نہ کیا جاویگا بغیر کسی نکتہ کے آور مبرد کہتے ہین کہ لَوْ کا استعمال اِنْ کیطرح مستقبل مین ہوتا ہے قلت کیساتھ مثل قول نبی علیہ السلام اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ بِالصِّیْنِ وَاِنِّیْ اُبَاہِیْ بِکُمُ الْاُمَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَوْ بِالسِّقْطِ فَدُخُوْلُھُمَا عَلَی الْمُضَارِعِ فِیْ نَحْوِ لَوْ یُطِیْعُکُمْ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ لِقَصْدِ اسْتِمْرَارِ الْفِعْلِ فِیْمَا مَضٰی وَقْتًا فَوَقْتًا اس آیت مین لَوْ کا دخول مضارع پر بقصد استمرار فعل ہے انتی مین وقتاً فوقتاً اور فعل سے مراد فعل اطاعت ہے یعنی امتناع عنت ہی بسبب امتناع استمرار علی الاطاعۃ کے ہے یعنی آنحضرت کا امتناع علیہ بالاطاعۃ سبب ہے تمھاری رفع مشقت کیلئے اور امتناع الاستمرار کی وجہ یہ ہے کہ مضارع مفید استمرار ہے اور لو کا دخول اسپر مفید امتناع استمرار ہوا اور یہ بھی جائز ہے کہ فعل سے مراد امتناع الاطاعت ہو یعنی امتناع واقع ہوا ہی بسبب استمرار امتناع آنحضرت عن الاطاعۃ اور یہ اس واسطے کہ مضارع مثبت جیسے مفید استمرار ثبوت ہے اسیطرح جائز ہے کہ منفی استمرار النفی کو مفید ہو اور بعد دخول لو کے مفید استمرار الامتناع کو ہو جیسے جملہ اسمیہ مثبتہ تاکید الثبوت الدوام کو مفید ہوتا ہے اور منفیہ تاکید النفی اور دوام النفی کا فائدہ دیتا ہے نہ نفی التاکید والدوام جیسے یہ قول اللہ تعالیٰ کا وَمَا ہُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ جملہ اسمیہ ہے یہ قول منافقین (اِنَّا آمَنَّا) کا ابلغ و مؤکد وجہ پر یعنے

اُنھوں نے حدوث ایمان کا دعویٰ کیا اور باری تعالیٰ نے نفی کردی مؤکداً جملہ اسمیہ منفیہ کے ساتھ اور اسیطرح
(اللہ یستہزئ بہم) فرمایا بصیغہ مضارع نہ مستہزئ بہم بصیغۂ اسم فاعل بقصد استمرار استہزاء اور تجدد استہزاء وقتاً فوقتاً

وَفِیْ نَحْوِ وَلَوْ تَرٰی اِذْ وُقِفُوْا عَلَی النَّارِ اور وارد کے بعد (دخولہما علی المضارع) محذوف ہے اور
تری میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو ہے یا ہر اُس شخص کو جس سے رویت کا حصول ممکنا
ہے یعنی جب وہ لوگ آگ کے سامنے مشاہدہ کیلئے کھڑے کئے جاوینگے یا پل صراط پر روکے جاوینگے
اور آگ نیچے ہوگی یا داخل نار کئے جاوینگے تاکہ مقدار عذاب پہچان لیں اور جواب لو کا محذوف ہے
کہ رَأَیْتَ اَمْرًا فَظِیْعًا یعنی آپ ملاحظہ فرماینگے امر قبیح اور شنیع کو ترجمہ آیت سے معلوم ہوا ہوگا کہ وُقِفُوْا میں
تین معنی محتمل ہیں کذا فی الحواشی اب مصنف مضارع لانے کی دو دلیل بیان کرتے ہیں مع مثال قرآنی کو

لِتَنْزِیْلِہٖ مَنْزِلَةَ الْمَاضِیْ لِصُدُوْرِہٖ عَمَّنْ لَا خِلَافَ فِیْ اِخْبَارِہٖ کَمَا عُدِلَ
فِیْ رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور دخول لو کا مضارع پر اسلئے ہے کہ مضارع کو بمنزلہ ماضی کے
فرض کیا گیا ہے بوجہ صدور مضارع یا اس کلام کے ایسے شخص جسکی خبر میں کوئی خلاف نہیں ہے پس یہ حالت
کذائیہ تو قیامت میں ہوگی لیکن اسکو بمنزلہ ماضی محقق کے گردانا گیا اور لو واذ جو ماضی کے ساتھ
مختص ہیں استعمال کئے گئے اور لفظ ماضی سے عدول کرکے مضارع لایا گیا تاکہ اشارہ ہو اس امر کی طرف
کہ یہ کلام ایسے متکلم کی ہے جس کی اخبار میں خلاف نہیں اور مستقبل اسکے نزدیک تحقق الوقوع میں ماضی کی مانند ہے
لہذا یہ امر تحقیقاً مستقبل اور تاویلاً ماضی ہے گویا یہ امر ہوکر گذر گیا لیکن آپ نے نہیں دیکھا اور اگر دیکھتے تو امر فظیع
کو دیکھتے اور یہ عدول ایسا ہی جیسے (ربما یود الذین کفروا) میں عدول ماضی سے مضارع کیطرف ہوا ہے
کیونکہ یہ بھی صادق کی خبر ہے جسمیں خلاف نہیں در اصل یہاں پر (رُبَمَا وَدَّ) بصیغۂ ماضی تھا اسوجہ سے
کہ ابن السراج وابو علی نے ایضاح میں التزام کیا ہے کہ ربما مکفوفہ بما کے بعد واجب ہے فعل ماضی لکونہا
للتقلیل فی الماضی اور تقلیل کے معنی یہاں پر یہ ہوے کہ اہوال وخوف قیامت انکو مدہوش
کردینگے اور وہ متحیر رہجاوینگے اور اگر کسی وقت افاقہ ہوگا تو وہ اپنے مسلمان ہونے کی تمنا کرینگے

اور ربما تکثیر یا تحقیق کے لئے بھی ہو سکتا ہے یعنی اکثر تمنا کرینگے اور یَوَدُّ کا مفعول محذوف ہے بقرینہ لوکانوا مسلمین اور لو متمنیہ حکایت ہے ودادت کی اور جو لوگ لو کو بمعنے اَنْ مصدریہ قرار دیتے ہیں اُنکے نزدیک لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ خود مفعول ہے یَوَدُّ کا اَوْ لِاِسْتِحْضَارِ الصُّوْرَةِ کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَتُثِیْرُ سَحَابًا اِسْتِحْضَارًا لِتِلْكَ الصُّوْرَةِ الْبَدِیْعَةِ الدَّالَّةِ عَلَی الْقُدْرَةِ الْبَاهِرَةِ اسکا عطف ہے تنزیلہ پر یعنی عدول الی المضارع (ذکو تری) میں وجہ مذکورسے ہوا ہے یا واسطے استحضار صورت رؤیت کافرین کی نار پر کھڑے ہونیکے وقت کیونکہ مضارع زمانہ حاضر پر دلالت کرتا ہے جس کی شان مشاہدہ کرلائق ہے گویا اس صورت ہائلہ کا مشاہدہ سامعین کو کرانا منظور تھا اس لئے لفظ مضارع لایا گیا اور یہ بات وہیں ہوگی جہاں امر مہتم بالشان ہوگا بوجہ غرابت یا فظاعت وغیرہ کے چنانچہ اس قول فَتُثِیْرُ سَحَابًا میں بلفظ مضارع لایا گیا یعنی وہ ہوائیں بدلی کو منتشر کرتی ہیں اور اس سے قبل یعنی وہ اللہ الذی ارسل الریاح) بصیغہ ماضی کہ اسصورت بدیعہ دالّہ علی القدرة الباہرہ کا استحضار مشاہدہ ہو جاوے یعنی صورت اثارة السحاب کو کیفیت مخصوصہ اور انقلابات متفاوتہ کیساتھ بین السماء والارض ناظرین مشاہدہ کریں وَاَمَّا تَنْكِیْرُهٗ فَلِاِرَادَةِ عَدَمِ الْحَصْرِ وَالْعَهْدِ كَقَوْلِكَ زَیْدٌ كَاتِبٌ وَعَمْرٌو شَاعِرٌ اور تنکیر مسند اسکے لاتے ہیں جہاں عدم حصر یا عدم عہد مراد ہو کیونکہ یہ دونوں مدلول ہیں تعریف کے جیسے تو کہے زید کاتب ہے اور عمرو شاعر اَوْ لِلتَّفْخِیْمِ نَحْوُ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ ہدًی کو جب خبر مبتدا محذوف کی بنایا جاوے ای ہُو یا ذٰلِکَ الکتاب کی یعنی وہ کتاب بڑی ہادی ہے اَوْ لِلتَّحْقِیْرِ یا تحقیر کے لئے جیسا مَا زَیْدٌ شَیْئًا یعنی زید کچھ شئے نہیں وَاَمَّا تَخْصِیْصُهٗ بِالْاِضَافَةِ اَوِ الْوَصْفِ فَلِكَوْنِ الْفَائِدَةِ اَتَمَّ اور تخصیص مسند کی اضافت کے ساتھ جیسے زَیْدٌ غُلَامُ رَجُلٍ یا وصف کے ساتھ جیسے زَیْدٌ رَجُلٌ عَالِمٌ اور یہ وہاں ہوتی ہے جہاں فائدہ کی تمیت منظور ہو چنانچہ پہلے گذر چکا ہے کہ اَتَمَّ زیادۃ الخصوص توجب اتمیۃ الفائدۃ **ف** معمولات مسند کو جیسے حال وغیرہ مقیدات سے بنانا اور اضافت و وصف کو مخصصات سے یہ محض اصطلاح ہے بعضوں نے فرق کیا ہے کہ تخصیص عبارت ہے نقص شیوع سے اور تقیید میں شیوع نہیں ہوتا بلکہ دلالت مجرد مفہوم پر

ہوتی ہے اور حال وغیرہ اُسکو مقید کرتا ہے اور اسم مین شیوع ہوتا ہی اور وصف آکر اسمین تخصیص پیدا کرتی ہے
اور علامہ نے اس قول کے بارہ مین فیہ نظر کہا ہے اور وجہ نظر کی حاشیہ مختصر المعانی مین مذکور ہی یعنی شیوع
سے کیا مراد ہی آیا باعتبار شمول یا باعتبار احتمال صدق علی کل فرد بغیر تعیین اولی اعتبار دونو مین مفقود اور ثانی اعتبار
دونون مین موجود فلا فرق وَاَمَّا تَرْکُہٗ فَظَاهِرٌ مِمَّا سَبَقَ لکن ترک تخصیص مسند کی ساتھ اضافت
یا وصف کے پس وہ ماسبق سے ظاہر ہے یعنی ترک تقیید مسند سے جہان تربیۃ الفائدہ سے کوئی مانع ہو
وَاَمَّا تَعْرِيْفُهٗ فَلِاِفَادَةِ السَّامِعِ حُكْمًا عَلٰى اَمْرٍ مَعْلُوْمٍ لَهٗ بِاِحْدٰى طُرُقِ التَّعْرِيْفِ
بِاٰخَرَ مِثْلِهٖ اَوْ لَازِمَ حُكْمٍ كَذٰلِكَ یعنی مسند کو معرفہ وہان لاتے ہین جس مقام پر ایک شئی معلوم پر
ایک امر معلوم کا حکم کرنا مقصود ہوتا ہے ساتھ ایک طریق کے طرق تعریف سے اور حکم یا تو اسواسطے ہوتا ہے کہ سامع
کو حکم مذکور سے آگاہی ہو جاوے یا اس واسطے کہ متکلم سامع کو اپنے علم سے آگاہ کرتا ہے یعنی فائدۃ الخبر یا لازم
فائدۃ الخبر منظور ہو اور مسند کی تعریف کیساتھ مسند الیہ کا معرفہ ہونا واجب ہی کیونکہ کلام عرب مین مسند معرفہ اور
مسند الیہ نکرہ نہین پایا جاتا جملہ خبریہ مین اور مبتدا و خبر کا معلوم ہونا منافی نہین ہے کہ سامع کو فائدہ مجہولہ
کلام سے حاصل ہو کیونکہ علم نفس مبتدا و خبر کا مستلزم نہین علم بالاسناد کو اور تمام مین متحد ہون جیسے الراکب
ہو المنطلق یا مختلف ہون جیسے زید ہو المنطلق نَحْوُ زَيْدٌ اَخُوْكَ وَعَمْرٌو الْمُنْطَلِقُ بِاِعْتِبَارِ
تَعْرِيْفِ الْعَهْدِ اَوِ الْجِنْسِ وَعَكْسُهُمَا اور المنطلق کی تعریف مقید ہے تعریف العہد یا تعریف الجنس کے
ساتھ اور لفظ کتاب سے مفہوم ہوتا ہے یعنی آخر مثل سے کہ زید اخ بھی جانتا ہو جب ایسا کیا جاویگا اور
ایضاح مین مذکور ہی کہ زید کو بعینہ جانتا ہو اور بحالی ہونا زید کا خواہ جانتا ہو یا نہ اور وجہ توفیق بین القولین
کی محققین نے یہ بیان کی ہے کہ اصل وضع تعریف اضافت کی باعتبار عہد ہے ورنہ غُلَامُ زَيْدٍ اور غُلَامٌ لِزَيْدٍ
مین کوئی فرق نہ رہیگا یعنی نہ ایک معرفہ اور دوسرا نکرہ حالانکہ اکثر بے اشارہ الی المعین کئے ہوئے جاری
غُلَامُ زَيْدٍ کہا جاتا ہی معرّف باللام کیطرح اور یہ امر وضع اضافت کے خلاف ہے لہذا مافی الکتاب ناظر ہے
الی اصل الوضع اور مافی الایضاح ناظر ہے الی خلاف اصل الوضع کے فحصل الفرق۔ اور اسیطرح مثالین مذکور ہین کا

عکس اَخُوکَ زَیدٌ اور المنطلق زید یعنی مخاطب کا بھائی ہونا یا منطلق ہونا جانتا ہو زید جب یہ مثال کہی جاوے گی
علامہ نے مختصر المعانی مین تقدیم احد المعرفتین کی دوسرے پر کا ضابطہ بیان کیا ہے وہ یہ کہ شئے کیلئے جب دو
صفتین صفات تعریف مین سے ہون اور ایک کے ساتھ ذات کا اتصاف جانتا ہو سامع اور نیز سامع
طالب ہو بخیال متکلم کے کہ معلوم پر غیر معلوم کا حکم لگا دے تو واجب ہے کہ معلوم کو مقدم کر کے مبتدا بنایا جاوے
اور غیر معلوم کو خبر قرار دیا جاوے مثلاً سامع زید کے اسم اور رسم سے واقف ہے اور اخوۃ سے ناواقف
ہے تو اس وقت (زید اخوک) بولا جاویگا اور اگر بھائی ہونا جانتا ہے مگر علی التعیین زید کو نہین جانتا تو (اخوک
زید کہا جاویگا اور بجاے اسکے زید اخوک صحیح نہوگا اور یہ امر اس مثال سے واضح ہوتا ہے (رأیتُ اسوداً
غابُہا الرماحُ اور اس جگہ رماحہا الغاب صحیح نہین ہے یعنی مین نے ایسے شیرونکو دیکھا ہے جنکے جنگل ورجار نیزے ہین
خلاصہ یہ ہے کہ شیرون کے لئے نفس غابہ تو سب جانتے ہین مگر نیزون کا غابہ ہونا نیا ہوگا یعنی اُسُودٌ سے مراد
یہان بہادر لوگ ہین کہ ہمیشہ رماح کے سایہ مین زندگی بسر کرتے ہین <u>وَالثَّانِي قَدْ يُفِيدُ</u> قَصْرَ
الْجِنْسِ عَلَىٰ شَيْئٍ تَحْقِيقًا نَحْوُ زَيْدٌ الْاَمِيرُ اَوْ مُبَالَغَةً لِكَمَالِهِ فِيهِ نَحْوُ عَمْرٌو الشُّجَاعُ
اور اعتبار ثانی یعنی تعریف الجنس کبھی قصر الجنس کا بھی فائدہ دیتا ہے شئی پر خواہ تحقیقاً ہو جیسے پہلی مثال ہے
جب زید کے سوا کوئی اور امیر نہو یا مبالغۃً واسطے بیان کمال شئے کے اس جنس مین جیسے ثانی مین بیان
ہے کمال شجاعت عمر کا گویا دوسرون کی شجاعت بمقابلہ اُسکے کم مرتبہ ہے اور اسیطرح (الامیر زید اور
والشجاع عمرو) مبتدا معرف بہ لام جنس ہے ان دونون صورتون تقدیم و تاخیر مین باعتبار قصر کے کچھ
تفاوت نہین بہرحال الامارۃ کا زید پر اور الشجاعۃ کا عمر پر قصر ہے الحاصل معرف بلام الجنس کو اگر مبتدا بنایا جاوے
تو وہ مقصور ہوگی خبر پر خواہ خبر معرفہ ہو یا نکرہ اور اگر خبر بنایا جاوے تو مقصور ہوگی مبتدا پر **فائدہ** جنس
کبھی طلاق پر رہتی ہے اور کبھی مقید ہوتی ہے وصف یا حال یا ظرف یا مفعول کے ساتھ پس ان امثلہ
مین غور کیجئے۔ جیسے ہو الرجل الکریم وہو السائر راکبا وہو الامیر فی البلد وہو الواہب الف قنطار اور
قد یفید مین لفظ قد اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ کبھی وہ مفید قصر نہوگا جیسے قول خنساء شاعرہ کا شعر

اذا قیح البکاءُ علی قتیلٍ + رأیتُ لبکارک الحسن الجمیلا + یعنی ذوق سلیم وطبع مستقیم وتجربہ بصائبہ سے جانا جاتا ہے کہ بیان پر قصر مراد نہیں ہے اگرچہ نظر ظاہر تامل قاصر کے اعتبار سے ممکن ہے قِیْلَ الْاِسْمُ مُتَعَیِّنٌ لِلْاِبْتِدَاءِ لِدَلَالَتِہٖ عَلَی الذَّاتِ بعض نے کہا ہے کہ (زید المنطلق، المنطلق زید) میں اسم ای زید متعین ہے ابتداء کیلئے خواہ مقدم ہو یا مؤخر اس وجہ سے کہ اسم ذات شئی پر دلالت کرتا ہے وَالصِّفَۃُ لِلْخَبَرِیَّۃِ لِدَلَالَتِہَا عَلٰی اَمْرٍ نِسْبِیٍّ اور صفت ای المنطلق متعین ہے خبریت کیلئے خواہ مقدم ہو یا مؤخر اس وجہ سے کہ صفت امر نسبی یعنی الحیثیت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ مبتداء کا معنی منسوب الیہ اور خبر کا معنے منسوب ہے اور ذات منسوب الیہ ہوتی ہے اور صفت منسوب بحذف زید مبتداء ہے مقدم ہو یا مؤخر اور یہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے وَرُدَّ بِاَنَّ الْمَعْنٰی اَلشَّخْصُ الَّذِیْ لَہُ الصِّفَۃُ صَاحِبُ الْاِسْمِ یعنی رد کیا گیا ہے دلیل مذکور کو اس طور سے کہ المنطلق کے معنی ہیں کہ جس شخص کے لئے صفت انطلاق ثابت ہے وہ صاحب اسم یعنی زید ہے مطلب یہ ہے کہ صفت دال علی الذات ہے لہذا وہ مسند الیہ ہوئی اور اسم دال ہے امر نسبی پر لہذا وہ مسند ہوا وَاَمَّا کَوْنُہٗ جُمْلَۃً فَلِلتَّقَوِّیْ اَوْ لِکَوْنِہٖ سَبَبِیًّا کَمَا مَرَّ اور مسند کو جملہ دو وجہ سے لاتے ہیں یا تقوی کے لئے جیسے (زید قام) یا سببی ہونے کے جیسے (زید ابوہ قائم) چنانچہ اس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے اور تقوی حکم کا سبب (زید قام) میں بنا بر قول صاحب مفتاح کے یہ ہے کہ مبتداء بوجہ مسند الیہ ہونے کی تقاضا کرتی ہے کہ کوئی شئے میری طرف منسوب ہو اور جب کوئی شئے مسند بننے کی صالح اس کے بعد آجاوے گی تو وہ مبتداء اس شئے کو اپنی طرف پھیرے گی خواہ وہ شئے ضمیر سے خالی ہو جیسے (زید رجل) یا ضمیر کو متضمن ہو جیسے (زید قائم) بہرحال ان دونوں کے درمیان حکم منعقد ہو جاویگا بعدہ جب وہ شئی ضمیر معتد بہ کو متضمن ہوگی تو گویا وہ ضمیر دوبارہ اس شئے کو مبتداء کی طرف پھیرے گی لہذا حکم میں تقویت آجاوے گی اور ضمیر معتد بہ سے مراد یہ ہے کہ مشابہ خالی عن الضمیر کے نہو جیسے زید قائم ہے اور اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ تقوی حکم اس صورت کے ساتھ مختص ہے کہ جہاں اسناد ضمیر مبتداء کی طرف ہو لہذا (زید ضربتہ) اس سے خارج ہو گیا لکونہ مسندًا الی ضمیر المتکلم لا الی ضمیر المبتدا اور از قبیل سببی ہوگا اور دلائل الاعجاز میں شیخ

نے یون ذکر کیا ہے کہ کسی اسم کو خالی عن العوامل اللفظیہ نہین لایا جاتا مگر ایسے امر کیلئے لایا جاتا ہے جسکی طرف اسناد
مقصود ہو مثلاً جب زید کہا گیا تو سامع کی دلمین یہ بات آگئی کہ زید سے خبر دینا مراد ہے گویا یہ توطیہ ہے
اعلام کے لئے اور جب تمام بولا گیا تو مثل امر مانوس کے دل مین داخل ہو جاویگا اور ثبوت مؤکد ہوگا بلا شک
شبہہ حاصل یہ ہے کہ اعلام بالشئی بعد التنبیہ اقوی ہوتا ہے اعلام بالشئی بغتۃً سے اور یہ اعلام مذکور جاری مجری
تاکیدِ اعلام کے ہے تقوی اور مضبوطی مین پس زیدٌ ضربتہ دو مرتبہ اسمین داخل رہیگا اور ضمیر الشان کی خبر
جملہ تو ہے لیکن نہ سببیت ہے اور نہ تقوی حکم اور مصنفؒ نے اس کی طرف تعرض نہین کیا بوجہ اسکی شہرت کے
اور نیز بوجہ معلوم ہونیکے ماسبق سے اور صورت تخصیص جیسے اَنَا سَعَیْتُ فِیْ حَاجَتِکَ وَرَجُلٌ جَائَنِیْ یہ داخل
ہے تقوی مین جیسے گذر چکا ہے پہلے۔ وَاِسْمِیَّتُہَا وَفِعْلِیَّتُہَا وَشَرْطِیَّتُہَا لِمَا مَرَّ اور جملہ کی اسمیت
وفعلیت وشرطیت کی وجہ پہلے گذر چکی ہے یعنی مسند جملہ ہوگا سببیت اور تقوی کے لئے اور جملہ اسمیہ ہوگا
دوام وثبوت کیلئے اور فعلیہ ہوگا تجدد وحدوث کیلئے مع دلالت کے احد الازمنۃ الثلثۃ پر بالاختصار اور شرطیہ
ہوگا واسطے اعتبارات مختلفہ کے جو ادوات شرط سے حاصل ہونگے وَظَرْفِیَّتُہَا لِاخْتِصَارِ الْفِعْلِیَّۃِ
اِذْ ہِیَ مُقَدَّرَۃٌ بِالْفِعْلِ عَلَی الْاَصَحِّ اور جملہ ظرفیہ آتا ہے اختصار فعلیت کیلئے کیونکہ جملہ ظرفیہ مقدرہ
بفعل ہوتا ہے علی قول اصح یعنی جمہور نحات کے نزدیک لان الفعل ہو الاصل فی العمل اور عند البعض اسم
فاعل کے ساتھ ظرف متعلق ہوتا ہے لان الاصل فی الخبر ان یکون مفرداً اور وجہ ترجیح قول اول کی یہ ہے کہ
ظرف موصول کا صلہ واقع ہوتا ہے کیونکہ صلہ ہمیشہ جملہ ہوتا ہے جیسے الذی فی الدار اخوک اور دوسرے نحات
اسکا یہ جواب دیتے ہین کہ صلہ مظان جملہ مین سے ہے بخلاف خبر کے کہ وہ مظان مفرد سے ہے اور
اگر مصنفؒ یون کہتے تو بہت بہتر ہوتا یعنے اذا الظرف مقدر بالفعل علی الاصح کیونکہ ظاہر عبارت
مقتضی ہے کہ جملہ ظرفیہ بنا بر قول غیر ارجح مقدرہ باسم الفاعل ہو سکتا ہے) حالانکہ اسکا فساد ظاہر ہے
کہ ظرف اسم فاعل کے ساتھ ملکر جملہ نہین ہو سکتی وَاَمَّا تَاْخِیْرُہٗ فَلِاَنَّ ذِکْرَ الْمُسْنَدِ اِلَیْہِ
اَہَمُّ کَمَا مَرَّ بہر حال مسند کو مؤخر وہان لاتے ہین جس جگہ ذکرِ مسند الیہ اہم ہو جیسا گذر چکا ہے

تقدیم مسند الیہ میں وَاَمَّا تَقْدِیْمُہٗ فَلِتَخْصِیْصِہٖ بِالْمُسْنَدِ اِلَیْہِ نَحْوُ لَا فِیْہَا غَوْلٌ

اَیْ بِخِلَافِ خُمُوْرِ الدُّنْیَا لکن تقدیم مسند کی وہان پر ہوتی ہے جہان تخصیص مسند کی مسند الیہ کے ساتھ منظور ہو یعنی قصر مسند الیہ کا مسند پر اور اسکی تحقیق غیر فصل مین گذر چکی ہے وہان دیکھو یعنی با مقصور پر داخل ہے نہ مقصور پر لہذا (تمیما نا) کے معنے یہ ہوے کہ متکلم تمیمیت پر مقصور ہے قیسیت کی طرف متجاوز نہین اور فیہا کا مرجع خمور الجنۃ ہے اور غول کے معنے درد سر کے ہین یعنی جنت کی خمور مین درد سر گرانی نہین بخلاف خمور الدنیا کے کہ انمین غول ہے اور اگر اعتراض کیا جاوے کہ مسند اس مین ظرف ہے یعنی فیہا اور مسند الیہ مؤخر یعنی غول ظرف پر مقصور نہین ہے بلکہ ایک جزء یعنی ضمیر مجرور پر مقصور ہے جو راجع ہے خمور الجنۃ کیجانب جواب یہ ہے کہ یہان مقصود یہ ہے کہ عدم الغول مقصور ہے اتصاف فی خمور الجنۃ کیساتھ باین طور کہ اتصاف فی خمور الدنیا کی طرف متجاوز نہین اور اگر نفی جانب مین مسند کے اعتبار کیجاوے تو یہ معنی ہونگے کہ غول مقصور ہے عدم الحصول فی خمور الجنۃ پر وہ متجاوز نہین بجانب عدم الحصول فی خمور الدنیا کے بہرحال مسند الیہ مقصور ہوا مسند پر بقصر غیر حقیقی یعنے دنیا کی خمور کے نسبت سے وعلی ہذا القیاس لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ یعنی تمھارا دین تمھارے ساتھ مختص ہے اور ہمارا دین ہمارے ساتھ مخصوص ہے اور اسی کی نظیر ہے قول اللہ تعالی کا اِنْ حِسَابُہُمْ اِلَّا عَلٰی رَبِّیْ) یعنے ان کا حساب مقصور ہے اتصاف علی ربی کے ساتھ یعنی متجاوز نہین اتصاف علی غیرہ کیطرف اور ان مثلہ مین قصر موصوف علی الصفۃ ہے نہ بالعکس جیسے بعضون نے وہم کیا ہے وَلِہٰذَا لَمْ یُقَدَّمِ الظَّرْفُ

فِیْ لَا رَیْبَ فِیْہِ لِئَلَّا یُفِیْدَ ثُبُوْتَ الرَّیْبِ فِیْ سَائِرِ کُتُبِ اللّٰہِ تَعَالٰی اور اسی لئے چونکہ تقدیم مفید تخصیص ہے ظرف کو جو مسند ہے مسند الیہ پر مقدم نہین لایا گیا اور یون نہین کہا لَا فِیْہِ رَیْبٌ تاکہ یہ تقدیم مفید ریب کو نہو باقی کتب الہیہ مین اس بناپر کہ عدم الریب مختص بالقرآن ہے اور چونکہ قرآن پاک کے مقابلہ مین کتب سماویہ معتبر ہین اسلئے ماتن نے سائر کتب اللہ تعالے کہا اور مطلق کتب نہین کہا جیسے خمور الجنۃ کے مقابلہ مین خمور الدنیا معتبر ہین نہ مطلق المشروبات وغیرہ

اَوِ التَّنْبِیْہِ مِنْ اَوَّلِ الْاَمْرِ عَلٰی اَنَّہٗ خَبَرٌ لَا نَعْتٌ یا تقدیم مسند کی بغرض تنبیہ ہوگی اول وہلہ
اسبات پر کہ وہ مسند خبر ہے نہ نعت کیونکہ نعت مقدم نہیں ہوتی منعوت پر اور من اول الامر اسلئے کہا
مصنفؒ نے کہ بعد تامل وغور کے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ خبر ہے نہ نعت کیونکہ کلام میں کوئی خبر نہیں ہے مبتدا
کے لئے کَقَوْلِہٖ شعر لَہٗ ھِمَمٌ لَا مُنْتَھٰی لِکِبَارِھَا + اور دوسرا مصرع یہ ہے وَ ھِمَّتُہُ الصُّغْرٰی
اَجَلُّ مِنَ الدَّھْرِ + یعنی ممدوح کے لئے بہت سی ایسی ہمتیں ہیں کہ بڑی ہمت کی تو کوئی انتہا نہیں
البتہ انکی چھوٹی ہمت زمانہ سے بڑی ہے اسی لئے (ہمم لہ) نہیں کہا بہ تقدیم مسند الیہ اور یہ شعر
حضرت حسّان رضی اللہ عنہ کا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں اَوِ التَّفَاؤُلِ یا تقدیم مسند
بغرض تفاؤل ہوگی جیسے ع سَعِدَتْ بِغُرَّۃِ وَجْھِکَ الْاَیَّامُ + یعنی تیرے چہرہ کے حسن کی وجہ سے
ایام زمانہ بھی سعادتمند ہوگئے (سعدت) کے مفہوم میں نیک فالی ہے اَوِ التَّشْوِیْقِ اِلٰی ذِکْرِ الْمُسْنَدِ
اِلَیْہِ یا واسطے ترغیب و تشویق ذکر مسند الیہ کے یہ اس جگہ ہوتا ہے کہ مقدم میں ایسی تفصیل ہو جو سامع
کی طبیعت کو مسند الیہ کا مشتاق کردے پس جب بعد اشتیاق و انتظار کے مسند الیہ کو سنے گا تو اسکو
نہایت عزیز سمجھے گا کیونکہ جو چیز بعد محنت اور انتظار کے حاصل ہوتی ہے وہ نہایت عزیز و لذیذ
ہوتی ہے اور نفس اسکو جلدی قبول کر لیتا ہے جیسا اس شعر میں ہے کَقَوْلِہٖ شعر ثَلٰثَۃٌ تُشْرِقُ الدُّنْیَا
بِبَھْجَتِھَا + شَمْسُ الضُّحٰی وَاَبُوْ اِسْحٰقَ وَالْقَمَرُ + ثلثۃ مسند مقدم موصوف تشرق از اشراق
بمعنے صار مضیئا فعل الدنیا فاعل اسکا اور بہجت میں ضمیر مجرور راجع بسوئے موصوف یعنی ثلثۃ اور
بہجت بمعنی حسن و نضارت و تازگی اور دوسرا مصرع مسند الیہ متاخر یعنے دنیا ان تینوں کی وجہ سے
روشن اور منور ہو رہی ہے وہ تین آفتاب و ماہتاب و ممدوح ابو اسحاق ہیں تَنْبِیْہٌ
کَثِیْرٌ مِمَّا ذُکِرَ فِیْ ھٰذَا الْبَابِ وَالَّذِیْ قَبْلَہٗ غَیْرُ مُخْتَصٍّ بِھِمَا کَالذِّکْرِ وَالْحَذْفِ
وَغَیْرِھِمَا اس جگہ مصنفؒ بطور یاد دہانی کے فرماتے ہیں کہ وہ حالات و احوال جو دو ابواب
گذشتہ میں بیان ہوئے ہیں یعنی ذکر و حذف و تعریف و تنکیر و تقدیم و تاخیر و اطلاق و تقیید وغیرہ الک

اکثر ان میں کے مسند الیہ و مسند کے ساتھ خاص نہیں بلکہ متعلقات فعل وغیرہ میں بھی پائے جاتے ہیں جیسے
آگے کی عبارت سے ظاہر ہے اور (کثیر) اسلئے کہا مصنفؒ نے کہ بعض احوال مختص بالابابین ہیں
جیسے ضمیر فصل مختص ہے مابین مسند و مسند الیہ کے اور مسند کا فعل ہونا مختص ہے مسند کے ساتھ کیونکہ ہر فعل
ہمیشہ مسند ہوتا ہے اور علامہ زوزنی کہتے ہیں کہ (کثیر) کہنے میں اشارہ ہے اس طرف کہ جمیع احوال
غیر ابابین میں نہیں جاری ہوتے جیسے تعریف کہ وہ حال و تمیز میں نہیں جاری ہوتی اور مثلاً تقدیم
وہ مضاف الیہ میں نہیں جاری ہوتی اور زوزنی کے قول میں نظر ہے وہ یہ کہ عدم اختصاص مذکور فی الابابین
اس امر کو مقتضی نہیں ہے کہ کوئی شئے احوال مذکورہ میں سے پائی جاوے علاوہ مسند اور مسند الیہ کے
ہر ایک ابابین چہ جائیکہ ہر ایک احوال مذکور ہر ایک باب میں بغیر مسند و مسند الیہ کے جاری ہو کیونکہ
عدم اختصاص بالابابین کے لئے اتنا کافی ہے کہ مسند الیہ کے سوا کسی باب میں احوال مذکورہ کا ایک
فرد پایا جاوے و بس۔ فافہم وَالْفِطَنُ إِذَا أَتْقَنَ اعْتِبَارَ ذٰلِكَ فِيهِمَا لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ
اعْتِبَارُهٗ فِي غَيْرِهِمَا اور مرد زیرک جب مضبوطی سے دو باب مذکور میں اعتبار و لحاظ احوال کریگا
تو اُسے دوسرے ابواب میں یہ احوال مذکور جاری کرنے میں کوئی مشکل نہ ہوگی بخوبی سمجھکر جاری کریگا۔

اَحْوَالُ مُتَعَلِّقَاتِ الْفِعْلِ

باب چہارم احوال متعلقات فعل کے بیان میں اور چونکہ تنبیہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہو چکا تھا
کہ بہت سے اعتبارات سابقہ متعلقات فعل میں جاری ہوتے ہیں لیکن مصنفؒ نے اس باب میں بعض
کی تفصیل دی ہے جیسے حذف مفعول و تقدیم مفعول لاختصاصہ بمزید بحث لہذا بطور تمہید مقدمہ
کہتے ہیں مصنفؒ اَلْفِعْلُ مَعَ الْمَفْعُوْلِ كَالْفِعْلِ مَعَ الْفَاعِلِ فِي أَنَّ الْغَرَضَ مِنْ
ذِكْرِهٖ مَعَهٗ إِفَادَةُ تَلَبُّسِهٖ بِهٖ لَا إِفَادَةُ وُقُوْعِهٖ مُطْلَقًا یعنی فعل مع المفعول ایسا ہے
جیسے فعل مع الفاعل یعنی فاعل و مفعول کا ذکر کرنا فعل کے ساتھ غرض اسکی یہ ہے کہ فعل کا تلبس و
تعلق ان دونوں کے ساتھ معلوم ہو جاوے یعنی تلبس بالفاعل من حیث الصدور و تلبس بالمفعول

من حیث الوقوع اور مطلق الوقوع کا افادہ منظور نہیں ہے یعنی اس ذکر حیثیت سے مطلب یہ ہی کہ وقوع فعل و ثبوت فعل فی نفسہٖ مقصود ہے نہ من وقع عنہ یا من وقع علیہ کا جاننا کیونکہ بالفرض اگر یہ بات مراد ہوتی تو یوں کہا جاتا وقع الضرب یا وجد یا ثبت وغیرہ بغیر ذکر فاعل و مفعول کے لکونہ عبثاً فاذا لم یذکر معہ فالغرض اِنْ کَانَ اِثْبَاتُہٗ اَوْ نَفْیُہٗ عَنْہُ مُطْلَقًا نُزِّلَ الْفِعْلُ مَنْزِلَۃَ اللَّازِمِ وَلَمْ یُقَدَّرْ لَہٗ مَفْعُوْلٌ لِاَنَّ الْمُقَدَّرَ کَالْمَذْکُوْرِ پس جب فعل کیساتھ مفعول مذکور نہو اور یہ غرض ہو کہ فعل اپنے فاعل کو علی الاطلاق ثابت ہے یا اسی طرح اس سے منفی ہے یعنی یہ قید نہیں ہے کہ فعل کے جمیع افراد مراد ہیں یا بعض اور نہ یہ قید ہے کہ فعل کسپر واقع ہو تو ایسی صورت میں فعل متعدی کو بمنزلہ فعل لازمی سمجھنا چاہئے اور اُسکے لئے کوئی خاص مفعول مقدر ہو گا اسلئے کہ مقدر بمنزلہ مذکور ہوتا ہے کیونکہ سامع کے فہم میں ان دونوں سے یہ بات ضرور آجاتی ہے کہ مخبر کی غرض اخبار سے وقوع الفعل عن الفاعل باعتبار تعلق بالمفعول ہے کہ ہے مثلاً فلان یعطی الدنانیر میں بیان کرتا ہے جنس مایتناولہ الاعطاء کا نہ بیان کرنا معطی کا اور یہ کلام اس شخص کے رد میں بولا جاویگا جو غیر الدنانیر اعطاء ثابت کرتا اسکا رد جو مطلق اعطاء کا منکر ہو۔ وَھُوَ ضَرْبَانِ لِاَنَّہٗ اِمَّا اَنْ یُّجْعَلَ الْفِعْلُ مُطْلَقًا کِنَایَۃً عَنْہُ مُتَعَلِّقًا بِمَفْعُوْلٍ مَخْصُوْصٍ دَلَّتْ عَلَیْہِ قَرِیْنَۃٌ اَوْ لَا اور وہ فعل متعدی جو بمنزلہ لازم فرض کیا جاتا ہے دو قسم پر ہے اول یہ کہ گردانا جاوے فعل کو مطلقاً یعنی بغیر اعتبار عموم و خصوص اور بغیر اعتبار تعلق بمفعول مخصوص کے کنایہ اُس فعل سے جبکہ متعلق ہو مفعول مخصوص کے ساتھ جسپر کوئی قرینہ دلالت کرتا ہو یا ایسا نہو بلکہ غرض ثبوت اصل فعل ہو۔ اَلثَّانِیْ کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ثانی کے مثال یہ قول اللہ تعالیٰ کا ہے کیا برابر ہوتا ہے جو جانے اور جو نجانے یعنی جسکو حقیقت علم حاصل ہے اور جسکو حاصل نہیں اسمیں بہت فرق ہے اور ثانی کی مثال کو مصنف نے مقدم اسوجہ سے لائے ہیں کہ وہ باعتبار کثرت وقوع کے زیادہ اہتمام کے لائق ہے اَلسَّکَّاکِیُّ یہ فاعل ہے فعل محذوف کا ای ذکر یعنے رحمہ کے بعد کی عبارت سکاکی کی نہیں بلکہ اُسکی

عبارت کی طرف اشارہ ہے مطلب عبارت سکاکی کا یہ ہے کہ اسنے افادہ لام استغراق کی بحث کو ذکر کیا ہے کہ جب مقام خطابی یعنی اقناعی ہو نہ استدلالی جیسا قول علیہ السلام المؤمن غرٌ کریمٌ یعنے مؤمن بھولا بزرگ ہے والمنافق خب لئیم یعنی منافق مکار پاجی ہے تو معرف باللام خواہ مفرد ہو یا جمع استغراق پر محمول کیا جاوی بوجہ ایہام اس امر کے قصد الی فرد دون فرد ہین مع تحقق الحقیقۃ فی الفردین ترجیح احد المتساوین کی آخر پر لازم آجاوےگی۔ پھر سکاکی بحث حذف مفعول مین ذکر کرتے ہین کہ کبھی مقصود نفس فعل ہوتا ہے لتنزیل المتعدی منزلۃ اللازم یعنی فلان یعطی کے معنی ہوئے (یفعل الاعطاء) و بوجہ ہذہ الحقیقۃ ایہامًا للمبالغۃ بالطریق المذکور فی افادۃ لام الاستغراق پس مصنفؒ نے قول سکاکی (بالطریق المذکور) کو اشارہ کردیا ہے اپنے اس قول کے لیے یعنی جب مقام خطابی ہو نہ استدلالی تو معرف باللام کو استغراق پر محمول کیا جاویگا چنانچہ اسی طرف اشارہ کرتے ہین آگے کی عبارت مین جو (ثم) سے شروع ہوتی ہے ثُمَّ اِذَا

كَانَ الْمَقَامُ خِطَابِيًّا لَا اسْتِدْلَالِيًّا اَفَادَ ذٰلِكَ مَعَ التَّعْمِيْمِ دَفْعًا لِلتَّحَكُّمِ افاد کی ضمیر مرفوع راجع ہے بسوے (المقام) یا (الفعل) کے ذٰلک کا مشار الیہ ثبوت فعل یا نفی فعل مطلقًا ہی تعمیم کا محل افراد فعل ہے یعنی بعد اس امر کے کہ غرض ثبوت اصل فعل ہی بغیر اعتبار کنایہ کی تو جب مقام خطابی ہو جسمین مجرد ظن کافی ہوتا ہے نہ استدلالی کہ جسمین یقین برہانی طلب کیا جاتا ہی تو وہ مقام یا فعل مفید ہوگا اس غرض یعنی اصل ثبوت یا اصل نفی مطلقًا کو مع عموم کے افراد فعل مین تاکہ ترجیح بلا مرجح دفع ہو جاوے جو کہ فرد دون فرد کے حمل کرنے پر لازم آتی ہے تحقیق اسکی یہ ہے کہ (یعطی) کے معنی یفعل الاعطاء ہونگے بنا بر غرض مذکور کے لہذا (الاعطاء) معرف بلام حقیقت کو مقام خطابی میں استغراق و شمول عطاءات پر مبالغۃً حمل کیا جاویگا تاکہ ترجیح احد المتساوین علی الآخر لازم نہ آوے اگر کوئی کہے کہ افادہ تعمیم افراد فعل مین منافی ہے غرض مذکور یعنی ثبوت یا نفی مطلقًا کو اور (مطلقًا) کے معنے ہین بغیر اعتبار عموم و خصوص کے تو جواب یہ ہے کہ ہم تنافی تسلیم نہین کرتے اور وجہ اس کی یون ہے کہ عدم اعتبار العموم فی الغرض مستلزم نہین عدم الافادۃ من الکلام کو

یعنی تعمیم مفاد ہے مقصود نہیں لکون المفادِ اعمّ من الغرض والمقصود وانتفاء الاخص لایستلزم انتفاء الاعم کالحیوان والانسان اور اس مقام مین بعضون کے لیے کچھ تخیلات فاسدہ ہین کہ اُن کے تعرض مین کوئی فائدہ نہین ہے لہذا ترک مناسب ہے۔ وَاِلَّا وَّلُ کَقَوْلِ الْبُحْتُرِیْ فِی الْمُعْتَزِّ بِاللہِ شعر اور قسم اول یعنی فعل علی الاطلاق ذکر کرین اور مقصود تعلق مفعول مخصوص کے ساتھ ہو جیسا قول بحتری کا دربارہ معتز باللہ کے کہ مستعین باللہ پر تعریض کرتے ہوئے کہتے ہین۔ شَجْوُ حُسَّادِہٖ وَغَیْظُ عِدَاہُ • اَنْ یَّرٰی مُبْصِرٌ وَّیَسْمَعَ وَاعٍ • اَیْ اَنْ یَّکُوْنَ ذُوْ رُؤْیَۃٍ وَّذُوْ سَمْعٍ فَیُدْرِكَ مَحَاسِنَہٗ وَاَخْبَارَہُ الظَّاهِرَۃَ الدَّالَّۃَ عَلٰی اسْتِحْقَاقِہِ الْاِمَامَۃَ دُوْنَ غَیْرِہٖ فَلَا یَجِدُوْا اِلٰی مُنَازَعَتِہٖ سَبِیْلًا۔ الشجو حزن حُسّاد جمع حاسد۔ غیظ خشم عدا جمع عدو فلایجدوا منصوب عطف ہے فیدرک منصوب پر حاصل شعر یہ ہے کہ ممدوح یعنے معتز باللہ کی خوبیان اظہر من الشمس ہین اور اسکا ذکر خیر تمام زبانون پر جاری ہے اور اُسکے خیر و انعام کے آثار ہر جگہ نمایان ہین بس ہر دیکھنے والا اُس کی خوبیان دیکھتا ہے اور ہر سُننے والا اسکا ذکر خیر سُنتا ہے اس لئے اسکا حاسد چاہتا ہے کہ عالم مین نہ کوئی دیکھے اور نہ سُنے تاکہ ممدوح کی صفات حسنہ اور اخبار عجیبہ پوشیدہ رہین۔ یہان مقصود الفاظ یری و یسمع ہین جو علی الاطلاق بے قید کسی خاص مفعول کے ذکر کئے ہوے ہین اور مطلوب تعلق اُنکا ہے مفعول مخصوص کے ساتھ یعنے نہ دیکھے ممدوح کے محاسن کو اور نہ سُنے اُسکے محامد اخبار گویا شاعر دعویٰ کرتا ہے کہ مطلق دیکھنا سُننا اور ممدوح کی خوبیان ذکر خیر لازم و ملزوم ہین ہر سامع و بینا اُنکو سُنتا و دیکھتا ہے بلکہ سوائے محاسن اخبار و محامد آثار ممدوح کے اور کچھ نہین دیکھتا ہے اور نہ سُنتا ہے پس اسقدر مبالغہ مفعول کے حذف سے حاصل ہوا ہے اگر وہ ذکر کیا جاتا تو یہ لطف حاصل نہوتا وَاِلَّا وَجَبَ التَّقْدِیْرُ بِحَسْبِ الْقَرَائِنِ۔ (اِلَّا) مرکب ہے (اِنْ و لَا) سے اور فعل منفی محذوف ہے اور اگر ایسا نہو یعنی مفعول محذوف ہو اور اثبات یا نفی مطلقاً مطلوب نہو بلکہ فعل متعدی کا مفعول خاص مراد ہو تو وہی مفعول خاص بحسب قرائن دالہ علی

تعیین المفعول مقدر ہوگا یعنی اگر عام ہین تو عام اور اگر خاص ہین تو خاص جب تقدیر واجب ہوگئی تو معلوم ہوا کہ وہ مفعول مراد ہے لیکن کسی غرض سے حذف کیا گیا ہے اور اس غرض کی تفصیل کرتے ہین مصنف رح آگے کی عبارت مین ۔ ثُمَّ الْحَذْفُ اِمَّا لِلْبَيَانِ بَعْدَ الْاِبْهَامِ كَمَا فِیْ فِعْلِ الْمَشِيَّةِ مَا لَمْ يَكُنْ تَعَلُّقُهٗ بِهٖ غَرِيْبًا نَحْوُ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ٥ پھر حذف مفعول بچند وجوہ ہوتا ہے یا تو یہ غرض ہوتی ہے کہ بعد اجمال کے تفصیل کرین اور بعد ابہام کے بیان جیسا فعل مشیت و ارادہ و مودت و محبت مین بشرطیکہ فعل شرط واقع ہون کیونکہ جوابِ شرط مفعولِ محذوف کو بیان کردے گا مگر اس قسم کا حذف صرف اس مقام پر ہوتا ہے کہ جہان تعلق فعل مشیت کا مفعول محذوف کے ساتھ نادر و غریب نہو بلکہ شائع و ذائع ہو جیسا مثال مذکور مین ای لو شاء لہدکم اجمعین جب لو شاء کہا گیا تو سامع کے دل مین یہ بات آگئی کہ یہان کوئی شئے ہے جسکے ساتھ فعل مشیت کا تعلق ہے لیکن وہ شئے مبہم ہے اور جسوقت جواب شرط آیا تو وہ شئ واضح واقع فی النفس ہوگئی بخلافِ نحو (شعر) لَوْ شِئْتُ اَنْ اَبْكِیَ دَمًا لَبَكَيْتُهٗ اور اگر تعلق فعل مشیت کا مفعول کے ساتھ غریب و نادر ہو تو حذف نکرینگے دوسرا مصرع یہ ہے عَلَيْهِ وَلٰكِنْ سَاحَةُ الصَّبْرِ اَوْسَعُ + چونکہ فعل مشیت کا تعلق بکاء الدم کے ساتھ نادر و غریب ہے لہذا حذف نہین کیا بلکہ ذکر کر دیا تاکہ ذہن سامع مین خوب راسخ ہو کر مانوس ہو جاوے اگر مین ممدوح پر خون کے آنسوؤن رونا چاہتا تو رو سکتا تھا لیکن صبر کا میدان وسیع ہے وَاَمَّا قَوْلُهٗ (شعر) فَلَمْ يُبْقِ مِنِّی الشَّوْقُ غَيْرَ تَفَكُّرِیْ + فَلَوْ شِئْتُ اَنْ اَبْكِیَ بَكَيْتُ تَفَكُّرًا + فَلَيْسَ مِنْهُ لِاَنَّ الْمُرَادَ مِنَ الْاَوَّلِ الْبُكَآءُ الْحَقِيْقِیُّ ۔ چونکہ اس شعر مین ان ابکی سے مراد بکاء حقیقی ہے لہذا حذف مفعول کے قبیل سے نہین ہے اور اسمین رد ہے قول صاحب ضرام السقط کا وہ کہتے ہین کہ ان ابکی سے مراد بکاء التفکر ہے اور بکاء تفکر غریب ہے مثل بکاء الدم کے لہذا مفعول حذف کیا گیا اور مصنف رح فرماتے ہین کہ بکاء حقیقی مراد ہے نہ بکاء تفکری کیونکہ مراد شاعر کی یہ ہے کہ ذبول و نحول نے مجھے فنا کر دیا اور مجھ مین سوائے خواطر و خیالات کے کچھ باقی نرہا اب اگر مین رونا چاہون اور مگین و آنکھین نچوڑ ڈالن

تو ایک قطرہ آنسون نہ نکلے گا بلکہ بجاے آنسوؤن کے تفکر نکلے گا پس جس بکا پر ایقاع فعل مشیت منظور ہے
وہ مطلق مبہم بکا رہے نہ بکا ر تفکر اور بکا ثانی مقید بالتفکر ہے لہذا وہ اول کے لئے تفسیر اور بیان نہین واقع
ہو سکتا جیسے یون کہا جاوے لو شئت اَن تعطی درہما اعطیت درہمین کذا فی دلائل الاعجاز اور بعض کو
اس مقام مین بوجہ قلت تدبر کے یہ بات خیال مین آئی کہ کلام اُنکی کے مفعول مین ہے نہ مفعول
مشیئت مین یعنی یہانپر حذف مفعول بیان بعد الابہام کے لئے نہین ہے بلکہ کسی غرض آخر کے واسطے
مثلاً محافظت وزن وغیرہ اور صاحب ضرام السقط کی طرف سے بعضون نے جواب دیا کہ مطلب شاعر کا
یہ ہے کہ بوجہ غایت ضعف کے مجھ مین مادہ دمع باقی نہین رہا اب حالت یہ ہوگئی ہے کہ بکا ر تفکر پر
قدرت حاصل ہے جب چاہون بکا ر تفکر رولون مگر اسمین نظر ہے وہ یہ کہ فلو شئت آخر بواسطہ فا کے
عدم بکا ر تفکر پر مترتب کیا گیا ہے اور صاحب ضرام السقط کی تاویل کی رو سے ترتب صحیح نہین کیونکہ بکا ر
التفکر کی قدرت بکا ر غیر التفکر پر موقوف نہین البتہ بکا ر حقیقی پر قدرت نہین ہے کیونکہ سواے تفکر
کے مجھ مین آنسون نہین رہے فاذا یحسن ترتب النظم وَاَمَّا لِدَفْعِ تَوَهُّمِ اِرَادَةِ غَيْرِ الْمُرَادِ
اِبْتِدَاءً كَقَوْلِهٖ شعر كَمْ ذُدْتَ عَنِّيْ مِنْ تَحَامُلِ حَادِثٍ + وَسَوْرَةِ اَيَّامٍ حَزَزْنَ
اِلَى الْعَظْمِ + اِذْ لَوْ ذُكِرَ اللَّحْمُ لَرُبَّمَا تُوُهِّمَ قَبْلَ ذِكْرِ مَا بَعْدَهٗ اَنَّ الْحَزَّ
لَمْ يَنْتَهِ اِلَى الْعَظْمِ یا غرض ہوتی ہے دفع توہم کا ابتدا ئً سنے غیر مقصود نہ سمجھا جاوے اور
عطف ہے اما لبیان پر ابتداءً متعلق ہے توہم کے ساتھ ذدت نسنے دفعت مشتق از ذود
تحامل ظلم کم خبریہ ممیز من تحامل تمیز اور جب کم خبریہ اور تمیز کے درمیان فعل واقع ہوے تو تمیز
پر من داخل کرتے ہین تاکہ مفعول کا شبہ نہو کم منصوب محلاً مفعول ذدت کا اور یہی وجہ صحیح جرمن ناقل فلا یصار الیہ
لوجود حجۃ صحیح کما علمت سورۃ الایام شدت وصولت ایام حززن قطعن اللحم بحذف مفعول اس
مثال مین لحم کو اسلئے حذف کر دیا ہے کہ سامع قبل ذکر عظم یہ خیال کرے کہ سورۃ ایام نے صرف
گوشت قطع کیا ہے اور ہڈی تک نہین پہونچی ترجمہ بہت دفع کیا تو نے حوادث زمانہ کے حملے

اور ظلم کو ہمسے اور شدت ایام کو تیز جنھوں نے گوشت کو ہڈی تک کاٹ کر گھائل کر دیا۔ وَ اِمَّا لِاَنَّہٗ

اُرِیْدَ ذِکْرُہٗ ثَانِیًا عَلٰی وَجْہٍ یَتَضَمَّنُ اِیْقَاعَ الْفِعْلِ عَلٰی صَرِیْحِ لَفْظِہٖ اِظْہَارًا

لِکَمَالِ الْعِنَایَۃِ بِوُقُوْعِہٖ عَلَیْہِ اور یا یہ غرض ہوتی ہے کہ مفعول بعد الحذف بنظر مزید توجہ

دوبارہ ایسی طرح ذکر ہو کہ نسبت ایقاع فعل کی صریح لفظ مفعول کیطرف ہو نہ اسکی ضمیر کی جانب گویا

شکلم پسند نہیں کرتا کہ ایقاع فعل ضمیر پر ہو اگرچہ مراد اس سے بھی مفعول ہی ہے کَقَوْلِہٖ شعر

قَدْ طَلَبْنَا فَلَمْ نَجِدْ لَکَ فِی السُّؤْدُدِ وَالْمَجْدِ وَالْمَکَارِمِ مِثْلًا + جیسا قول بحتری کا ممدوح

کی تعریف مین۔ ہمنے بہت ڈھونڈھا مگر نہ پایا ہمنے سیادت و عزت و بزرگی مین تیرا مثل اور بیان پر

طلبنا کا مفعول مثلاً اسواسطے حذف کر دیا گیا کہ اگر اسکو ذکر کرتے تو بعد ازان یون کہنا چاہیے تھا

فَلَمْ نَجِدْہُ بذکر ضمیر منصوب متصل ورا سمین غرض فوت ہوتی تھی یعنے نہ ملنے کی نسبت صریح لفظ مثل کی

طرف وَیَجُوْزُ اَنْ یَّکُوْنَ السَّبَبُ تَرْکَ مُوَاجَہَۃِ الْمَمْدُوْحِ بِطَلَبِ مِثْلٍ لَہٗ اور اس حذف

مذکور مین یہ سبب اور نکتہ بھی ہو سکتا ہے کہ شاعر کا ممدوح کے مواجہہ مین یہ کہنا کہ ہمنے تیرا مثل ڈھونڈھا خلاف

ادب سمجھا ہے گویا اس کی مثل کو ممتنعات سے جانتا ہے کہ اسکا تلاش کرنا خلاف عقل جانکر اسکو

پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے لِاَنَّ الْعَاقِلَ لَا یَطْلُبُ اِلَّا مَا یَجُوْزُ وُجُوْدُہٗ وَ اِمَّا لِلتَّعْمِیْمِ مَعَ الْاِخْتِصَارِ کَقَوْلِکَ

قَدْ کَانَ مِنْکَ مَا یُؤْلِمُ اَیْ کُلَّ اَحَدٍ یا حذف مفعول بغرض تعمیم اختصار ہوتا ہے جیسا اس قول مین

(تجسے وہ بات پائی جاتی ہے جو ہر ایک کو تکلیف دہ ہی) کل احد مفعول محذوف ہے بقرینہ مقام کے مبالغہ اور

بصیغہ عموم عند الذکر تعمیم حاصل ہو سکتی تھی مگر اختصار نہوتا سو حذف سے حاصل ہوا۔ وَعَلَیْہِ قَوْلُہٗ

تَعَالٰی وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ اور اسی حذف مفعول مع تعمیم و اختصار کی بنا پر وارد ہے یہ

قول کہ (اللہ تعالے اپنے سب بندون کو دار السلام یعنی جنت کی طرف بلاتا ہی) اے جَمِیْعَ عِبَادِہٖ مفعول

محذوف ہے۔ مثال اول مفید عموم ہے مبالغۃً اور ثانی تحقیقًا وَ اِمَّا لِمُجَرَّدِ الْاِخْتِصَارِ مِنْ غَیْرِ

فَائِدَۃٍ اُخْرٰی نَحْوُ اَصْغَیْتُ اِلَیْہِ اَیْ اُذُنِیْ اور یا حذف محض اختصار کی غرض سے ہو

بغیر فائدہ عموم وغیرہ کے جیسا اس مثال میں اَذِنَ کا مفعول محذوف ہے بغرض اختصار کیونکہ اَذِنَ اصغاء کے مفہوم میں داخل ہے یعنی کان لگا کر سننا اَوْ عِنْدَ قِیَامِ قَرِیْنَۃٍ بعض نسخوں میں بغرض یا دوالی ماسبق آیا ہے لیکن اس کی ضرورت نہیں اور یہ کہنا کہ مراد قیام قرینہ سے دال ہے اسبات پر کہ یہ حذف محض اختصار کے لئے ہے فقط درست نہیں کیونکہ یہ معنی سب کو معلوم ہے اور سب اقسام میں جاری ہوتا ہے مجرد اختصار کے ساتھ کوئی وجہ تخصیص کی نہیں ہے وَعَلَیْہِ قَوْلُہٗ تَعَالٰی رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ اَیْ ذَاتَکَ ذاتک مفعول محذوف ہے اَرِنِیْ کا محض اختصار کے لئے اس مقام پر علامہ تفتازانی نے ایک اعتراض نقل کیا ہے وہ یہ کہ اگر کوئی قرینہ دال عموم مقدر پر نہیں تو فلا تعمیم اصلاً اور اگر ہے تو عموم مستفاد عموم مقدر سے ہے چاہے حذف ہو یا نہو پس ثابت ہوا کہ حذف محض اختصار کے لئے ہوتا ہے لہذا تردید مذکور درست نہیں اسے اِمَّا لِلتَّعْمِیْمِ مَعَ الْاِخْتِصَارِ وَاِمَّا لِمُجَرَّدِ الْاِخْتِصَارِ وَاِمَّا لِلرِّعَایَۃِ عَلَی الْفَاصِلَۃِ نَحْوُ وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی وہ یا رعایت قافیہ وفاصلہ اور آیات قرآنیہ میں اَدَبًا فاصلہ اور غیر میں قافیہ وسجع کہتے ہیں اور اصل میں قلاک ہے بحذف کاف ضمیر منصوب ضحٰی وسجٰی کی رعایت سے قلٰی ہوا اور حصول اختصار اسمیں ظاہر ہے یعنی قسم ہے چاشت کی اور قسم ہے لیل کی جب وہ ڈھانک لے یہ کہ نہیں چھوڑا رب نے آپکو اور نہ آپ سے ناراض ہے وَاِمَّا لِاسْتِھْجَانِ ذِکْرِہٖ کَقَوْلِ عَائِشَۃَ مَا رَأَیْتُ مِنْہُ وَلَا رَاٰی مِنِّیْ اَیِ الْعَوْرَۃَ یا اس واسطے کہ مفعول کا ذکر مکروہ ہو یعنی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نہ آنحضرت ﷺ نے مجھ سے دیکھا اور نہ میں نے آپ سے دیکھا یعنے ستر عورت کو وَاِمَّا لِنُکْتَۃٍ اُخْرٰی یا کسی اور نکتہ کے لئے یعنی اسکو سامع سے پوشیدہ رکھنا منظور ہوتا ہے اسلئے کہ عند الحاجۃ اس سے انکار ہو سکے یا اس سبب سے کہ وہ متعین ہے حقیقۃً یا ادعاءً یا اس قسم کے اور مطلب سے مفعول کو حذف کر دیتے ہیں وَتَقْدِیْمُ مَفْعُوْلِہٖ وَنَحْوِہٖ عَلَیْہِ لِرَدِّ الْخَطَاءِ فِی التَّعْیِیْنِ کَقَوْلِکَ زَیْدًا عَرَفْتَ لِمَنْ اِعْتَقَدَ اَنَّکَ عَرَفْتَ

اِنَّمَا نَا وَ اَنَّهُ عَمْرٌو زَيْدٌ وَ تَقُولُ لِتَاكِيْدِهٖ لَا غَيْرَهٗ کا اور تقدیم مفعول بجا مجرور
وظرف وحال اور انکی مانند کے فعل پر بغرض رد اور صلاح اس خطا کے ہوتی ہے جو تعین مفعول غیر
کے وقوع مین آئی ہے مثلاً (زید ہی کو مین نے پہچانا ہے) اُس شخص سے کہا جاویگا جسنے خیال کیا ہو
کہ تو نے غیر کو پہچانا ہے اور اس قسم کی رد کے تاکید کے واسطے لاغیرہ کو زیادہ کرتے ہین یعنے (زید
ہی کو پہچانا ہے نہ اور کو۔ اور کبھی واسطے رد اس خطا کے ہوتی ہے جو اشتراک مفعول مین واقع ہوئی ہو
مثلاً (زیداً عرفتُ) کبھی اُس شخص سے کیا جاتا ہی جو سمجھتا ہے کہ تو نے زید و عمرو۔ دونون کو پہچانا ہے
اور اس قسم کی رد کی تاکید کے واسطے لفظ وحدہ وغیرہ لاتے ہین یعنی اکیلا زید کو پہچانا ہے)
وعلی ہذا القیاس قصر انشائیات مثلاً (زیداً اکرم) امر (وعمراً لاتکرم) نہی مین وَ لِهٰذَا لَا يُقَالُ
مَا زَيْدًا ضَرَبْتُ وَ لَا غَيْرَهٗ وَ لَا مَا زَيْدًا ضَرَبْتُ وَ لٰكِنْ اَكْرَمْتُهٗ اور اس لئے
کہ تقدیم مفعول کی واسطے رد خطا تعیین مفعول کے لئے ہے مع صحت اعتقاد وقوع فعل کا
غیر معین مفعول پر تو یون کہا جاویگا (نہ زید ہی کو مین نے مارا ہے اور نہ اور کو) اسلئے کہ تقدیم
مفعول سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ (ضرب) کا فعل غیر زید پر ضرور واقع ہے اور یہ قول لاغیرہ
اُسکے خلاف ہی پس کلام کے اجزا متناقض ہو جاوینگے یعنی مفہوم تقدیم اور منطوق لاغیرہ ہان اگر
تقدیم علاوہ تخصیص کے کسی اور غرض کے لئے ہو تو درست ہے جیسے ما زیداً ضربتُ ولاغیرہ
و زیداً ضربتُ وغیرہ اور اس تقدیم مین چونکہ رد خطار فی تعیین المفعول ہوتی ہے نہ رد خطار فی
تعیین الفعل تو ثانی مثال درست نہین بلکہ صواب یون ہے (ما زیداً ضربتُ ولکن عمراً) یعنی
مضروب عمرو ہے نہ زید۔ وَ اَمَّا زَيْدًا عَرَفْتُهٗ فَتَاكِيْدٌ اِنْ قُدِّرَ الْمُفَسَّرُ قَبْلَ الْمَنْصُوْبِ
وَ اِلَّا فَتَخْصِيْصٌ اور اگر قبل منصوب اعنی (زیداً) کے مفسر یعنی (عرفتُ) مقدر مانا جائے
تو تاکید ہے ورنہ تخصیص اگر بعد کو ہو لہذا (عرفتُ زیداً عرفتہ) مفید تاکید ہے اور (زیداً عرفتُ
عرفتہ) مفید تخصیص لان المحذوف المقدر کالمذکور پس تقدیم محذوف مقدر پر ایسا ہی مفید ہے

جس طرح مذکور ہو جیسے (بسم اللہ) مین پس ثابت ہوا کہ (زیداً عرفتہ) مین دو معنون کا احتمال ہے اور
تعین احد المعنیین کی رجوع الی القرائن ہوگی اور وقت قیام قرینہ تخصیص کے (زیداً عرفتُ)
سے زیادہ مؤکد ہوگا لما فیہ من التکرار وَاَمَّا نَحْوُ وَاَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَلَا يُفِيدُ اِلَّا التَّخْصِيصَ
اس آیۃ مین صرف تخصیص ہی کیونکہ فعل کی تقدیر مقدماً ممتنع ہی اعنی (اَمَّا هَدَيْنَا ثَمُودَ) لالتزامھم وجود فاصل بین اَمَّا والفاء بلکہ
تقدیر یون ہوگی اَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَا فَهَدَيْنَا) بتقدیم مفعول اور اس تقدیم مفید تخصیص مین نظر ہی وہ یہ کہ کبھی ثبوت اصل فعل کا مجہول ہوتا ہے
حالانکہ تخصیص کے یہ بات منافی ہی یعنی ثبوت اصل فعل کا معلوم ہوتا ہے صرف خطا فی التعیین ہوتی ہی جو تخصیص سے وہ
خطا رفع ہوجاتی ہی جیسا اس مثال مین جب زید و عمر دونون مخاطب کے پاس آدین اور کوئی
اُسے کہے کہ (ما فعلت بہما) پس مخاطب جواب دے کہ (زید کو مارا اور عمرو کا اکرام کیا) اسمین اصل فعل
کا ثبوت ہے لیکن یہ بات اکثری ہے کوئی قاعدہ کلیہ نہین - وَكَذٰلِكَ قَوْلُكَ بِزَيْدٍ مَرَرْتُ
اور اسی طرح ہین تخصیص مین امثلہ (بزید مررتُ وَیومَ الجمعۃ سرتُ وَفی المسجد صلیتُ وَتادیبًا ضربتُہ
وَمَاشِيًا حَجَجْتُ وَالتَّخْصِيصُ لَازِمٌ لِلتَّقْدِيمِ غَالِبًا اور تخصیص لازم ہے تقدیم کو اکثر صورتون
مین بشہادت استقراء و ذوق سلیم اور (غالبًا) اسلئے کہا گیا کہ لزوم کلی نہین بلکہ تقدیم کبھی اور اغراض
کے لئے بھی ہوتی ہے جیسا مجرد اہتمام و تبرک و استلذاذ و موافقت کلام سامع و ضرورت سجع و
فاصلہ وغیرہ قال اللہ تعالے خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا
سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ وقال تعالیٰ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ و قال تعالے فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ
وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ وقال تعالے وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ان امثلہ
مین اعتبار تخصیص احسن نہین اسکو اسالیب کلام سے معرفت رکھنے والے خوب سمجھتے ہین وَلِهٰذَا
اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ مَعْنَاهُ نَخُصُّكَ بِالْعِبَادَةِ وَالْاِسْتِعَانَةِ
اور اسی لئے کہ تقدیم کو تخصیص لازم ہی غالبًا اس آیت کے معنے یہ ہوے کہ عبادت مختص خدا کے لئے ہی
نہ اور کو وَفِيْ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ مَعْنَاهُ اِلَيْهِ لَا اِلٰى غَيْرِهٖ یعنی تقدیم جار و مجرور مفید تخصیص ہے

وَيُفِيدُ فِي الْجَمِيعِ وَرَاءَ التَّخْصِيصِ اهْتِمَامًا بِالْمُقَدَّمِ جملہ صور تخصیص میں تقدیم مفید
اہتمام ہے علاوہ تخصیص کے کیونکہ جو چیز مہتم بالشان ہوتی ہے اسے مقدم کرتے ہیں اعتناءً لشانہ
وَلِهٰذَا يُقَدَّرُ فِي بِسْمِ اللّٰهِ مُؤَخَّرًا اسی لئے بسم اللہ میں متعلق موخر مقدر کیا جاتا ہے
مثلاً (بسم اللہ افعل کذا) اور وجہ یہ ہے کہ مشرکین لات و عزیٰ کے نام سے فعل شروع کرتے تھے پس
موحدین بغرض رد واہتمام اللہ کے نام سے ابتدا کرتے ہیں وَأُورِدَ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ
اور شبہ وارد کیا جاتا ہے کہ اگر تقدیم مفید اختصاص واہتمام کو ہوتی تو فعل سے (باسم ربک) کو مقدم
لایا جاتا کیونکہ کلام الٰہی زیادہ احق ہے ایجب کی رعایت کے بارہ میں اور جواب یہ ہے کہ یہاں پر
قرأت اہم ہے من حیث المقام اگرچہ ذکر اللہ اہم فی نفسہ ہے کیونکہ اس سورۃ کا نزول اول ہے
لہٰذا امر قرأت اہم ہوا وَبِأَنَّهُ مُتَعَلِّقٌ بِاقْرَأْ الثَّانِي وَمَعْنَى الْأَوَّلِ أَوْجِدِ الْقِرَاءَةَ
اور دوسرا یہ جواب ہے کہ باسم ربک (اقرأ) ثانی کے متعلق ہے اور اول کے معنی یہ ہیں کہ نفس
قرأت وجود میں لاؤ بغیر لحاظ اس امر کے مقروبہ کیا چیز ہے جیسا (فلان یعطی) میں نفس ایجاد عطاء
مراد ہے بغیر تعلق معطٰی ہے وَتَقْدِيمُ بَعْضِ مَعْمُولَاتِهِ عَلَى بَعْضٍ إِمَّا لِأَنَّ أَصْلَهُ
التَّقْدِيمُ وَلَا مُقْتَضِيَ لِلْعُدُولِ عَنْهُ كَالْفَاعِلِ فِي نَحْوِ ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا
وَالْمَفْعُولِ الْأَوَّلِ فِي نَحْوِ أَعْطَيْتُ زَيْدًا دِرْهَمًا ۔ تقدیم بعض معمولات فعل کی بعض
پر چند وجوہ سے ہوتی ہے یا اس غرض سے کہ تقدیم بعض کی اصل ہے بعض پر مع عدم مقتضی کے
عدول سے جیسا (ضرب زید عمرا) میں تقدیم فاعل کی اصل ہے بمعنی راجح لکونہ عمدۃ فی الکلام
وحقہ ان یلی الفعل اور (ضرب زیدا غلامہ) میں اصل سے عدول کے لئے سبب مقتضی پایا
گیا ہے یعنی اضمار قبل الذکر اور (اعطیت زیدا درہما) میں مفعول اول کی تقدیم اصل ہے لما فیہ
من معنی الفاعلیۃ یعنی زید عطا کا لینے والا ہے۔ أَوْ لِأَنَّ ذِكْرَهُ أَهَمُّ كَقَوْلِكَ قَتَلَ
الْخَارِجِيَّ فُلَانٌ یا اسلئے کہ بعض متقدم کا ذکر اہم ہے اور مصنفؒ نے اہمیت کو یہاں پر

تقدیم الاصل کا قسیم بنایا اور باب مسندالیہ مین اسکو اور بقیہ امور مقتضیہ للتقدیم کو شامل قرار دیا وہوالموافق للمفتاح اور شیخ عبدالقاہر فرماتے ہین کہ سوا توجہ و اہتمام کر کوئی ایسی شئے جو جاری مجری اصل کے ہو تقدیم مین نہین ہے ہان البتہ وجہ اہتمام کی تفسیر ہونی چاہیئے جس سے اسکا معنے شناخت ہوسکے اور بعض کا خیال یہ ہے کہ اسقدر کہدینا کافی ہے کہ (قدم للعنایۃ ولکونہ اہم) اور باقی کہنا کہ عنایت کہان سے ہے یا اہم کیون ہے اسکے بیان کی ضرورت نہین پس مراد مصنفؒ کی یہان پر اہمیت سے اہمیت عارضہ ہے یعنی متکلم یا سامع کا اعتنا رشان جیسا مثال مذکور مین خارجی کا مقتول ہونا اہم ہے تاکہ لوگ اُسکے شر سے محفوظ ہوجاوین اور یہ خبر سُنکر محظوظ ہون لہذا اظہار مقتول غرض ہے نہ بیان قاتل اَوْ لِاَنَّ فِی التَّاخِیْرِ اِخْلَالًا بِبَیَانِ الْمَعْنٰی نَحْوُ وَ قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَکْتُمُ اِیْمَانَہٗ فَاِنَّہٗ لَوْ اُخِّرَ مِنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ لَتُوُهِّمَ اَنَّہٗ مِنْ صِلَۃِ یَکْتُمُ فَلَمْ یُفْهَمْ اَنَّہٗ مِنْهُمْ یا اسلئے مقدم لاتے ہین کہ تاخیر مین اخلال معنی لازم آتا ہے مثلاً قول مذکور مین (من آل فرعون) کو اگر (یکتم ایمانہ) سے مؤخر لاتے تو یہ وہم پیدا ہوتا کہ (یکتم) کا صلہ ہے اور وہ شخص آل فرعون سے نہین اور خلاف مقصود ہے الحاصل (رجل) کے تین اوصاف ہین اوّل (مؤمن) و قدم لکونہ اشرف دوم (من آل فرعون) و قدم لسلا یتوہم خلاف المقصود سوم (یکتم ایمانہ) او بِالتَّنَاسُبِ کَرِعَایَۃِ الْفَاصِلَۃِ نَحْوُ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً مُّوْسٰی ۝ یا تاخیر مین اخلال بالتناسب ہے جیسا رعایت فاصلہ چونکہ فواصل آیات کا الف پر ہے اسلئے فاعل پر دونون معمول یعنے جار و مجرور اور مفعول مقدم کئے گئے

اَلْقَصْرُ

باب ششم قصر کے بیان مین اور قصر لغت مین حبس ہے اور اصطلاح مین ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ بطریق مخصوص خاص کرنیکو قصر کہتے ہین وَهُوَ حَقِیْقِیٌّ وَغَیْرُ حَقِیْقِیٍّ اور قصر کی دو قسمین ہین

ایک حقیقی اور دوسری غیر حقیقی۔ اسلئے کہ تخصیص ایک شئے کی دوسری شئے کے ساتھ یا تو باعتبار حقیقت
نفس الامر کے ہوگی اسطرح سے کہ ایک دوسرے سے کبھی جدا نہیں ہوتا اور غیر میں نہیں پائی جاتی اسکو قصر حقیقی
کہتے ہیں یا تخصیص بہ نسبت ایک خاص چیز کی ہو نہ بہ نسبت ہر چیز کی اُسکو قصر غیر حقیقی اور اضافی کہتے ہیں
مثلاً (مَا زَیْدٌ اِلَّا قَائِمٌ) نہیں زید مگر قائم بس قصر بہ نسبت قعود ہے نہ اور اوصاف کے ہو سکتا ہے
کہ حلیق. شریف. ظریف. فاضل. ہو اور قصر حقیقی واضافی ہر دو معنے مذکور منافی نہیں تخصیص کا از
قبیل اضافات ہونیکے تاکہ تقسیم شئے الی نفسہ والی غیرہ کا اعتراض وارد ہو وَکُلٌّ مِّنْهُمَا نَوْعَانِ
قَصْرُ الْمَوْصُوْفِ عَلَى الصِّفَةِ وَ قَصْرُ الصِّفَةِ عَلَى الْمَوْصُوْفِ قصر حقیقی وغیر حقیقی کی
دو قسمیں ہیں ایک قصر موصوف کا صفت پر اور اُسکے یہ معنی ہیں کہ موصوف میں سوا اس صفت
کے اور کوئی صفت نہیں پائی جاتی ہو اور جائز ہے کہ یہ صفت کسی اور موصوف میں بھی ہو دوسرے
قصر صفت کا موصوف پر۔ وہ یہ کہ یہ صفت اسی موصوف میں پائی جاتی ہے اور جائز ہے کہ اس
موصوف میں اور صفات بھی ہوں وَالْمُرَادُ بِالصِّفَةِ هٰهُنَا الصِّفَةُ الْمَعْنَوِيَّةُ لَا النَّعْتُ
النَّحْوِيُّ اور صفت سے اس مقام پر صفت معنوی یعنی معنے قائم بالغیر مراد ہے نہ نعت نحوی یعنے
وہ تابع ہے جو ایسے معنے پر دلالت کرے جو اُسکے متبوع میں پائی جاوے علاوہ شمول کے
اور ان دونوں معنوں میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے مثلاً اس مثال میں (اَعْجَبَنِیْ ہٰذَا الْعِلْمُ)
دونوں پائی جاتی ہیں اور اس مثال میں کہ (اَلْعِلْمُ حَسَنٌ) صفت معنوی موجود ہے نہ نعت نحوی
اور اس مثال میں کہ (مررت بهذا الرجل) نعت نحوی پائی جاتی ہے نہ صفت معنوی کیونکہ نحوی
ترکیب یہ ہے کہ ہذا موصوف اور الرجل صفت اور واضح ہو کہ (ما زید الا اخوک) وما الباب الا ساج
وما ہذا الا زید سب مثالیں قصر موصوف علی الصفۃ کے قبیل سے ہیں متبادل کونہ ساجا وکونہ اخا
وکونہ زیدا) یعنی بیہ صفت ہے فلا اشکال۔ وَالْاَوَّلُ مِنَ الْحَقِيْقِيِّ نَحْوُ مَا زَيْدٌ اِلَّا
كَاتِبٌ اِذَا اُرِيْدَ اَنَّهٗ لَا يَتَّصِفُ بِغَيْرِهَا وَهُوَ لَا يَكَادُ يُوْجَدُ لِتَعَذُّرِ الْاِحَاطَةِ

بِصِفَاتِ الشَّيْءِ مثال قصر موصوف کی صفت پر منجملہ اقسام حقیقی کے یہ ہے کہ (نہیں ہے زید مگر کاتب یعنی زید کاتب ہے جبکہ ان لیا جاوے کہ زید میں سوائے کتابت کے اور کوئی وصف نہیں پایا جاتا یہ مثال مذکور فرضی ہے ورنہ کسی شئے کی صفات کا احاطہ سخت دشوار ہے پس کسطرح ایک صفت ثابت کرکے باقی صفات کی نفی کیجاوے بلکہ یہ محال ہے کیونکہ صفت منفی کی نقیض بھی منجملہ صفات کے ہے اور اسکی نفی غیر ممکن ہے اسلئے کہ ارتفاع نقیضین محال ہے مثلاً جب کہا کہ زید نہیں ہے مگر کاتب) اور قصد کیا کہ زید میں سوا کتابت کے کوئی اور صفت نہیں پایا جاتا تو لازم آویگا کہ اسمیں شے قیام نہ پایا جاوے اور نہ اسکی نقیض اور یہ محال ہے وَالثَّانِي كَثِيرٌ نَحْوُ مَا فِي الدَّارِ اِلَّا زَيْدٌ وَقَدْ يُقْصَدُ بِهِ الْمُبَالَغَةُ لِعَدَمِ الْاِعْتِدَادِ بِغَيْرِ الْمَذْكُورِ مثال قصر صفت کی موصوف پر منجملہ اقسام قصر حقیقی کے (گھر میں نہیں ہے مگر زید) یعنی ایک خاص گھر میں ہونے کا وصف سوائے زید کے اور کسی موصوف میں نہیں پایا جاتا اور اس طرح کا کلام کبھی بطور مبالغہ بولا جاتا ہے یعنی غیر مذکور کو باعتبار سے ساقط سمجھا جاوے مثلاً مثال مذکور میں یہ ارادہ کیا جاوے سوا زید اور لوگ جو گھر میں ہیں وہ حکم عدم میں ہیں پس اس صورت میں قصر حقیقی ادعائی ہوگا۔ اور قصر غیر حقیقی میں غیر مذکور کو بمنزلہ معدوم نہیں سمجھتے بلکہ اس صورت میں یہ مطلب ہوتا ہے کہ گھر میں ہونا خاص زید کے واسطے ثابت ہے نہ عمرو کیلئے گو بکر و خالد کے واسطے بھی ثابت ہو وَالْاَوَّلُ مِنْ غَيْرِ الْحَقِيقِيِّ تَخْصِيصُ اَمْرٍ بِصِفَةٍ دُوْنَ اُخْرٰى اَوْ مَكَانَهَا وَالثَّانِي تَخْصِيصُ صِفَةٍ بِاَمْرٍ دُوْنَ اٰخَرَ اَوْ مَكَانَهُ منجملہ اقسام قصر غیر حقیقی کے اول یعنی قصر موصوف کا اوپر صفت کے تخصیص ایک امر کی ہے ایک صفت کے ساتھ نہ دوسری صفت کے ساتھ یا تخصیص ایک امر کی ہے ایک صفت کے ساتھ بجائے دوسری صفت کے اور دوم یعنی قصر صفت کا اوپر موصوف کے تخصیص ایک صفت کی ہے ایک امر کے ساتھ نہ دوسرے امر کے۔ یا تخصیص ایک صفت کی ہے ایک امر کے ساتھ بجائے دوسرے کے فا (دُوْنَ اُخْرٰى) کے معنے ہیں متجاوز ہو دوسری صفت سے یعنی مخاطب خیال کرتا ہے اشتراک فی الصفتین اور متکلم تخصیص احد

الصفتین کے ساتھ کرتا ہے اصل مین دُوْنَ کے معنے ادنیٰ مکان من الشئ کے ہین جب کوئی
ذراسا نیچے ہو تو دنہٗ دُوْنَ ذاک کہتے ہین اور بعد تفاوت رتبے کے لیے استعارہ کیا گیا پھر اور
وسعت کی گئی تو تجاوز حدٍّ الیٰ حدٍّ وحکمٍ الیٰ حکمٍ مین استعمال ہونے لگا۔ اگر کہا جاوے کہ دُوْنَ اخریٰ
سے (دون صفۃٍ واحدۃٍ) اور دون آخر) سے (دون امرٍ واحدٍ آخر) مراد ہے تو جن امثلہ مین
اشتراک ما فوق الاثنین کا اعتقاد ہو مخاطب کو تو وہ اس سے خارج ہو جاوینگی مثلاً (ما زید
الا کاتبٌ) مین مخاطب کا خیال ہے کہ زید کاتب وشاعر ومنجم ہے اور (ما کاتب الا زیدٌ) مین
گمان ہے کہ کاتب زید وعمرو وبکر ہین اور اگر عام مراد ہے یعنی ایک اور ایک سے زیادہ تو اس صورت
مین قصر حقیقی تفسیر قصر غیر حقیقی مین داخل ہو جاوے گا اور علیٰ ہذا القیاس (مکان اُخریٰ اور (مکانٍ
اُخر) مین بھی اعتراض وارد ہوتا ہے جواب یہ ہے کہ یہان شق ثانی مراد ہے یعنی عام اور حقیقی
جونکہ پہلے معلوم ہو چکا ہے لہذا یہان وہ امر مراد نہوگا جو حقیقی مین اعتبار کیا گیا ہے فکلٌّ منہما
ضَرْبَانِ وَالْمُخَاطَبُ بِالْاَوَّلِ مِنْ ضَرْبَیْ کُلٍّ مَنْ یَّعْتَقِدُ الشَّرْکَۃَ وَیُسَمّٰی ھٰذَا
قَصْرَ اِفْرَادٍ ونشر تفریعیہ ہے اور ما بعد فا مرتب ہے تعریف پر باعتبار استعمال کلمہ (او) کے
پس بیان سے واضح ہوا کہ قصر غیر حقیقی کی دو قسمین ہین اوّل تخصیص ایک صفت کی نہ دوسری کی
اور دوم تخصیص ایک صفت کی بجاے دوسری صفت کے۔ اوّل قسم کی قصر کا وہ شخص مخاطب ہوتا
ہے جو دونون صفتون کو ایک ایک موصوف مین یا دو موصوفون کو ایک ایک صفت مین شریک
خیال کرتا ہے مثلاً (ما زید الا کاتب) کا مخاطب وہ شخص ہوگا جو زید کو کاتب اور شاعر دونون خیال
کرتا ہے اور یونہی (ما کاتبٌ الا زیدٌ) اُس شخص سے کہا جاویگا جو زید وعمرو کو کتابت مین
شریک جانتا ہو اس قسم کے قصر کو قصر افرادی کہتے ہین بسبب قطع شرکت کے جسکا مخاطب کو
اعتقاد تھا۔ وَبِالثَّانِیْ مَنْ یَّعْتَقِدُ الْعَکْسَ وَیُسَمّٰی ھٰذَا قَصْرَ قَلْبٍ واو عاطفہ بمعطوف
محذوف ای المخاطب۔ دوسری قسم کی قصر کا مخاطب ایک تو وہ شخص ہوتا ہے جو خلاف حکم متکلم

اعتقاد رکھتا ہو پس اس قول (مَا زَیْدٌ اِلَّا قَائِمٌ) کا مخاطب وہ شخص ہوگا جو زید کو قاعد جانتا ہو نہ قائم اور مخاطب اس قول (ماشاعر الا زید) کا وہ شخص ہوگا جو عمرو کو شاعر جانتا ہو نہ زید کو اس قسم کے قصر کو قصر قلب کہتے ہیں اسواسطے کہ متکلم حکم مخاطب کو منقلب کر دیتا ہے اَوْ تَسَاوَیَا عِنْدَہٗ وَیُسَمّٰی ھٰذَا الْقَصْرُ تَعْیِیْنًا او تساویا عندہ کا عطف ہے لیعتقد العکس پر چنانچہ عبارت ایضاح سے واضح ہے ای المخاطب بالثانی اما من یعتقد العکس واما من تساوی عندہ الامران انتہی قولہ اور دوسرا وہ شخص جسکے نزدیک دونون امر یعنے اتصاف موصوف کا صفت مذکورہ وغیرہ کے ساتھ تو صفت مین برابر ہون پس ما زید الا قائم اس شخص سے کہا جاویگا جو زید کو متصف بالقیام یا بالقعود علی التعیین جانتا ہے اور (مَاشَاعِرٌ اِلَّا زَیْدٌ) کا مخاطب وہ ہوگا جو زید یا عمر کو علی التعیین شاعر جانتا ہو۔ اور اس قسم کے قصر کا نام تعیین ہے اسلئے کہ وہ غیر معیّن کو معیّن کر دیتا ہے الحاصل تخصیص شئے بشئے قصر افراد ہے اور تخصیص بشئے مکان شئے ان اعتقد المخاطب فیہ العکس قصر قلب ہے اور ان تساویا عندہ قصر تعیین ہے اور تعریف قصر تعیین مین نظر ہے وہ یہ کہ تخصیص شئے بشئے مکان آخر تسلیم ہے مگر اسمین تخصیص شئے بشئے دون آخر صادق آتا ہے مثلاً (مازید الا قائم) اس شخص سے کہا جاوے جو قیام وقعود مین متردد ہے اور اسی لئے سکاکی نے التخصیص بشئے دون شئے مین قصر افراد اور قصر تعیین کو مشترک قرار دیا ہے اور التخصیص بشئے مکان شئے مین صرف قصر قلب کو رکھا ہے۔

وَشَرْطُ قَصْرِ الْمَوْصُوْفِ عَلَی الصِّفَةِ اِفْرَادًا عَدَمُ تَنَافِی الْوَصْفَیْنِ اب معلوم کرنا چاہیئے کہ قصر افرادی مین قصر موصوف کی یہ شرط ہے کہ دونون وصف باہم منافی نہون بلکہ جمع ہو سکتے ہون تاکہ مخاطب ان دونون کو ایک موصوف مین خیال کر سکے لہذا (مَا زَیْدٌ اِلَّا شَاعِرٌ) مین وہ صفات منفی ہونگی جو شاعر کے ساتھ جمع ہو سکتی ہون مثلاً منجم یا کاتب نہ منجم جیسے غیر شاعر للمنافاۃ بینہما وَقَلْبًا تَحَقُّقَ تَنَافِیْھِمَا اسکا عطف ہے (افرادًا) پر اور شرط قصر مذکور کی قصر قلب مین یہ ہے کہ دونون تنافی ہون لہذا (مَا زَیْدٌ اِلَّا قَائِمٌ) مین ان صفات کی نفی ہوگی جو قیام کے منافی ہیں

مثلاً قعود - اضطجاع - استلقاء وغیرہ نہ شاعر و کاتب اور صاحب مفتاح نے اس شرط کو چھوڑ دیا ہے
اس لئے (مَا زَيْدٌ اِلَّا شَاعِرٌ) کو قصر قلب بنایا ہے مع عدم تنافی الشعر والکتابۃ اور بقول مصنف خارج
ہو گئی ہے اس قسم کی مثال قصر کے اقسام ثلثہ سے اور بعضون نے کہا ہے کہ تنافی الوصفین حسن
کی شرط ہے نہ جواز کی اور مراد تنافی فی اعتقاد المخاطب ہے نہ فی الواقع لیکن اسکا جواب یہ ہے
کہ (شرط حسن) ہونے پر کوئی لفظ دلالت نہین کرتا اور نیز (مَا زَيْدٌ اِلَّا شَاعِرٌ) مین عدم الحسن
تسلیم نہین جبکہ زید کے کاتب ہونے کا خیال ہو نہ شاعر کا اور تنافی حسب اعتقاد مخاطب تو معلوم ہی
ہے قصر قلب کی تعریف سے ای (الذی یعتقد فیہ المخاطب العکس) لہذا یہ شرط لگانا بیکار رہی اور
اور نیز مصنف کا یہ کہنا درست نہین کہ سکاکی نے قصر قلب مین تنافی الوصفین کی شرط نہین لگائی اور
ایضاح مین مصنف اس شرط کی علت بیان کرتے ہین (لیکون اثبات الصفۃ مشعرا بانتفاء غیرہا) الصفۃ
ورنہ اجتماع متنافیین لازم آویگا اور اس قول مین نظر ہے جسکا بیان مشرح مطول مین ہے جسکا جی
چاہے وہان دیکھ لے وَقَصْرُ التَّعْيِيْنِ اَعَمُّ اور قصر تعین دونون قسمون سے عام ہے یعنی نہ تنافی
وصفین شرط ہے نہ عدم تنافی - لہذا جو مثال قصر افراد یا قصر قلب کی بن سکتی ہے وہ قصر تعین کی
بھی ہو سکتی ہے نہ عکس - وَلِلْقَصْرِ طُرُقٌ اور قصر کے چار طرق ہین جنکا یہان پر ذکر ہے اور ضمیر
فصل در تعریف مسند سے جو قصر حاصل ہوتا ہے اسکا ذکر گذر چکا ہے مِنْهَا الْعَطْفُ كَقَوْلِكَ
فِيْ قَصْرِهٖ اِفْرَادًا زَيْدٌ شَاعِرٌ لَا كَاتِبٌ اَوْمَا زَيْدٌ كَاتِبًا بَلْ شَاعِرٌ منجملہ قصر کے
طریقون کے ایک عطف ہے مثلاً قصر افرادی موصوف مین یون کہینگے کہ (زید شاعر ہے نہ کاتب)
یا (زید کاتب نہین بلکہ شاعر ہے) اور مصنف دو مثال لائے اول مین وصف مثبت معطوف علیہ
اور منفی معطوف اور مثال ثانی مین بالعکس ہے وَقَلْبًا زَيْدٌ قَائِمٌ لَا قَاعِدٌ اَوْمَا زَيْدٌ
قَائِمًا بَلْ قَاعِدٌ اور قصر قلب مین یون کہینگے (زید قائم ہے نہ قاعد) یا (زید قائم نہین بلکہ
قاعد ہے) اور اگر کہا جاوے کہ جب قصر قلب مین تنافی وصفین متحقق ہو گئی تو اثبات احد الوصفین کا
القیام ۱۲

شعر ہے انتفاء غیر کو پس کیا حاجت ہے نفی الغیر اور اثبات مذکور کی علی وجہ الحصر جواب یہ ہے کہ اسمین رد خطا ہے علی وجہ ابلغ کیونکہ مخاطب کو خیال عکس کا تھا پس قول (زید قائم) بھی نفی قعود پر دلالت کرتا ہے لیکن اس دلالت سے خالی ہے کہ مخاطب کا اعتقاد قعود کا ہے وَفِي قَصْرِهَا

زَيْدٌ شَاعِرٌ لَا عَمْرٌو اَوْ مَا عَمْرٌو شَاعِرٌ بَلْ زَيْدٌ مثال قصر صفت کی موصوف پر یہ ہے (زید شاعر ہے نہ عمرو) یا (عمرو شاعر نہیں ہے بلکہ زید) اور یہ مثال یون بھی جائز ہے (ما شاعرًا عمرٌو بل زید) بتقدیم الخبر مگر اسوقت رفع اسمین واجب ہوگا لبطلان العمل لان شرط العمل مفقود وہو الترتیب اور مثال مذکور فی المتن قلب اور قصر افراد دونون کی ہوسکتی ہے بحسب قرائن اور قصر موصوف مین قصر قلب اور قصر افراد کی علحدہ علحدہ مثال لائے کیونکہ ایک مثال دونون کے لئے صالح نہین لاشتراط عدم التنافی فی الافراد وتحققہ فی القلب علی زعم المصنف اور قصر صفت مین ایک ہی مثال دونون کے واسطے صالح ہے اور مصنف قصر تعیین کی مثال نہین لائے کیونکہ یہ ان دونون سے عام ہے جو ان کی مثال ہوگی وہ اسکی بھی مثال ہوسکتی ہے وَمِنْهَا النَّفْيُ وَالْاِسْتِثْنَاءُ

كَقَوْلِكَ فِي قَصْرِهٖ مَا زَيْدٌ اِلَّا شَاعِرٌ وَمَا زَيْدٌ قَائِمٌ وَفِي قَصْرِهَا مَا شَاعِرٌ اِلَّا زَيْدٌ منجملہ ان طرق کے نفی اور استثناء ہے جیسا قصر موصوف افرادی مین (زید نہین مگر شاعر) اور قلب مین (زید نہین مگر قائم) اور قصر صفت افرادی اور قلب مین (نہین شاعر مگر زید) اور ہر ایک کی مثال قصر تعیین کی مثال ہوسکتی ہے اور تفاوت صرف اعتقاد مخاطب کے لحاظ سے ہوگا وَمِنْهَا

كَقَوْلِكَ فِي قَصْرِهٖ اِنَّمَا زَيْدٌ كَاتِبٌ وَاِنَّمَا زَيْدٌ قَائِمٌ لِتَضَمُّنِهٖ مَعْنٰى مَا وَاِلَّا منجملہ طرق قصر کے لفظ (اِنَّمَا) ہے جیسا قصر موصوف افرادی مین کہینگے (نہین زید مگر کاتب) اور قلب مین (نہین زید مگر قائم) اور قصر صفت افرادی اور قلب مین (نہین قائم مگر زید) اور دلائل الاعجاز مین ہے کہ اِنَّمَا ولا عاطفہ فقط قصر قلب کے لئے آتے ہین کلام معتد بہ مین اور قصر کو (اِنَّمَا) اسلئے مفید ہے کہ وہ متضمن ہے معنے اِنَّمَا و اِلَّا کو اور لفظ تضمن مین اشارہ ہے کہ بعینہ معنے مَا و اِلَّا

کا نہیں ہے ورنہ دونوں لفظ مترادف ہوتے اور فرق واضح ہے درمیان (ان یکون فی الشئے معنے الشئے) اور (ان یکون الشئ الشئ علے الاطلاق) میں پس جس جگہ ما و الا صحیح ہو کوئی ضروری نہیں کہ (انما) بھی صحیح ہو کما ہو مصرح فی دلائل الاعجاز۔ اور چونکہ انما میں قصر اور معنے ما و الا ہونے میں اختلاف تھا اسلئے اسکو مصنف تین وجہوں سے ثابت کرتے ہیں۔ لِقَوْلِ الْمُفَسِّرِیْنَ

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃَ بِالنَّصْبِ مَعْنَاہُ مَا حَرَّمَ عَلَیْکُمْ اِلَّا الْمَیْتَۃَ وَھُوَ الْمُطَابِقُ لِقِرَاءَۃِ الرَّفْعِ اس تفسیر سے ظاہر ہے کہ انما میں معنی ما و الا موجود ہیں اور قرات نصب و رفع المیتۃ کی دونوں مطابق ہیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اس آیہ کریمہ میں تین قرات ہیں (حَرَّمَ) مبنی للفاعل مع رفع و نصب المیتۃ اور (حُرِّمَ) مبنی للمفعول مع رفع المیتۃ پس اول قرات کی بنا پر (ما) کافہ ہے (انما) میں نہ موصولہ ورنہ ان بلا خبر اور موصول بلا عائد رہجاتا ہے وہو لایجوز کما فی کتب النحو اور ثانی قرات کی بنا پر ما موصولہ اور عائد محذوف اور المیتۃ خبر (انّ) کی کیونکہ حَرَّمَ مبنی للفاعل سے اسکا رفع ناممکن ہے کما لایخفی اب معنے یہ ہوئے (انّ الذی حرّمہ اللہ علیکم ہو المیتۃ) اور یہ صورت مفید قصر ہے بوجہ تعریف مسند کے جیسا المنطلق زید و زید المنطلق مفید ہے انطلاق کے قصر کو زید پر اور اس لحاظ سے پہلی قرات یعنی (ما حرم اللہ علیکم الا المیتۃ) بنصب (المیتۃ) اور قرات ثانیہ برفع (المیتۃ) افادہ قصر میں دونوں مطابق ہوئیں اور یہ دلیل ہے اس امر کی کہ بصورت نصب (المیتۃ) (انما) متضمن ہے معنی ما و الا کو اور اسیلئے (المیتۃ) میں رفع و نصب کے اختلاف کو بیان کیا نہ حرم کے معروف یا مجہول ہونے کو پس مصنفؒ اور سکاکی کی مراد قرات نصب و رفع سے قرات اولی اور قرات ثانیہ ہے اور صورت رفع سے مراد انکی قرات ثالثہ نہیں ہے بہر حال قرات ثالثہ یعنی رفع (المیتۃ) اور حُرِّمَ مجہول وہ محتمل ہے کہ (ما) کافہ ہو اسے ما حرم علیکم المیتۃ یا موصولہ ہو اسے ان الذی حرم علیکم ہو المیتۃ اور بقاء انّ عاملہ کی عمل پر مرجح ہے ما موصولہ ہونے کو کیونکہ عمل اسمیں اصل ہے وَلِقَوْلِ النُّحَاۃِ اِنَّمَا لِاِثْبَاتِ

مَایُذْکَرُ بَعْدَہٗ وَنَفْیِ مَا سِوَاہُ اور دوم وجہ قولِ نحات ہے کہ (انما) موضوع ہے
واسطے اثبات شئے کے جو اس کے بعد مذکور ہے اور نفی ماعدا مذکور کے پس قصر موصوف مین (انما
زید قائم) کہینگے یعنی اثبات قیام اور نفی قعود ہے اور قصر صفت مین (انما یقوم زید) کہینگے یعنے
اس مثال مین اثباتِ قیام ہے زید کے لئے اور نفی ہے قیام کی عمرو بکر سے وَلِصِحَّۃِ انْفِصَالِ
الضَّمِیْرِ مَعَہٗ اور سوم وجہ ہے صحت انفصال ضمیر کا (انما) کے ساتھ مثلاً (انما یقوم انا) اور نحو کا
مسئلہ ہے کہ تعذر اتصال کے وقت ضمیر منفصل لائی جاتی ہے اور یہان کوئی تعذر نہین سوا اس امر
کے کہ اسکا معنے یہ ہو کہ (انما یقوم الا انا) یعنی ضمیر اور اسکے عامل کے درمیان فصل کسی غرض
سے واقع ہو گیا ہے اور اس کی تائید مین فرزدق کا قول لائے ہین مصنف چنانچہ اسیوجہ
سے شاعر کے نام کی تصریح کی قَالَ الْفَرَزْدَقُ شعر اَنَا الذَّائِدُ الْحَامِی الذِّمَارِ
وَاِنَّمَا + یُدَافِعُ عَنْ اَحْسَابِھِمْ اَنَا اَوْ مِثْلِیْ + الذود بمعنے الطرد۔ الذمار بمعنے
عہد اور اساس مین لکھا ہے کہ الحامی الذمار ایسے امر کی حفاظت کرنیوالے کو کہتے ہین کہ اگر اسکی حفاظت نکرے تو
قابل ملامت تصور کیا جاوے یعنی حفاظت حریم وگھر وغیرہ اور چونکہ غرض شاعر کی تخصیص مدافع تھی نہ
مدافع عنہ اسلئے ضمیر کو عامل سے جدا کر کے مؤخر لائے اور اگر یون کہتے کہ (وانما ادافع عن احسابہم)
تو اسمین خلاف مقصود ہو جاتا یعنے صرف اپنے احساب سے مدافعت کرتے ہین نہ غیر سے بلکہ
مدافعت کل احساب سے مراد ہے اور انفصال ضمیر کو ضرورت شعریہ پر محمول کرنا جائز نہین ہے
کیونکہ یون بھی وزن درست تھا (انما ادافع عن احسابہم انا) بتاکید (انا) اور نیز یہ بھی درست
نہین کہ ما موصولہ اور انا اسکی خبر ہو اذ لا ضرورۃ فی العدول عن لفظ مَن الی لفظ ما وَمِنْہَا
التَّقْدِیْمُ کَقَوْلِکَ فِیْ قَصْرِہٖ تَمِیْمِیٌّ اَنَا منجملہ طرق قصر مین سے تقدیم خبر کی مبتدا اور معمولات
کی عامل پر ہے مثلاً قصر موصوف مین یون کہینگے۔ (صرف تمیمی ہی ہون مین نہ قیسی) اور مصنف
کو دو مثالین لانی چاہیے تھین کیونکہ تمیمیت اور قیسیت اگر دونون متنافی ہین تو قصر افراد کی

مثال نہیں ہو سکتی اور اگر ہیں تو قصر قلب کی مثال نہیں بن سکتی وَفِی قَصْرِهَا اَنَا کَفَیْتُ مُهِمَّكَ یعنی میں ہی تمہاری مہم میں کفایت کی اور یہ تینوں قصر افراد و قصر قلب و قصر تعیین کی مثال بن سکتی ہے حسب اعتقاد مخاطب وَهٰذِهِ الطُّرُقُ الْاَرْبَعَةُ تَخْتَلِفُ مِنْ وُجُوْهٍ اور یہ چاروں طرق باوجود مشترک ہونے کے افادہ قصر میں چند وجوہ سے مختلف ہیں فَدَلَالَةُ الرَّابِعِ بِالْفَحْوٰی وَدَلَالَةُ الْبَاقِیَةِ بِالْوَضْعِ پس چہارم کی دلالت مفہوم کلام سے ہے یعنی جب صاحب ذوق سلیم تقدیم معمولات میں غور کرے گا تو معنے قصر کے اسکے فہم میں آجاوینگے خواہ اصطلاح سے واقف ہو یا نہ ہو اور بقیہ باقیہ کی دلالت بالوضع ہے کیونکہ انکو واضع نے ایسے معانی کے لئے وضع کیا ہے جو مفید قصر ہیں وَالْاَصْلُ فِی الْاَوَّلِ النَّصُّ عَلَی الْمُثْبَتِ وَالْمَنْفِیِّ کَمَا مَرَّ فَلَا یُتْرَكُ اِلَّا لِکَرَاهَةِ الْاِطْنَابِ کَمَا اِذَا قِیْلَ زَیْدٌ یَعْلَمُ النَّحْوَ وَالتَّصْرِیْفَ وَالْعَرُوْضَ اَوْ زَیْدٌ یَعْلَمُ النَّحْوَ وَعَمْرٌو وَبَکْرٌ فَتَقُوْلُ فِیْهِمَا زَیْدٌ یَعْلَمُ النَّحْوَ لَا غَیْرُ اَوْ نَحْوَهٗ اور دوسری وجہ اختلاف کی اول یعنے طرق عطف میں مثبت اور منفی پر نص اور تصریح ہے پس تصریح ترک نکیجاوے گی مگر اطناب کی کراہت سے مثلاً یوں کہینگے کہ (زید علم نحو جانتا ہے نہ غیر نحو) قصر موصوف میں جب یہ کہا گیا ہو کہ زید صرف و نحو و عروض جانتا ہے یا یوں کہا گیا ہو کہ زید و عمرو و بکر علم نحو جانتے ہیں) پس اول میں قصر موصوف کا صفت پر اور ثانی میں قصر صفت کا موصوف پر ہے یعنی (لا غیر النحو) اور (لا غیر زید) بحذف مضاف الیہ اور مبنی علی الضم کیا گیا ہے لاغیر کو بوجہ تشبیہ بالغایات کے اور فاضل شارح رضی کہتے ہیں کہ (لاغیر) میں لا عاطفہ نہیں بلکہ لا نفی جنس ہے اور اب اس لحاظ سے طرق قصر سے شمار ہونا چاہئے اور (نحوہ) سے مراد لا ماسواہ - لا من عداہ - لیس غیرہ - لیس سواہ ہیں وَفِی الثَّلٰثَةِ الْبَاقِیَةِ النَّصُّ عَلَی الْمُثْبَتِ فَقَطْ اور تین باقی میں اصل ہے نص مثبت پر صرف نہ منفی پر وَالنَّفْیُ لَا یُجَامِعُ الثَّانِیَ لِاَنَّ شَرْطَ الْمَنْفِیِّ بِلَا اَنْ لَّا یَکُوْنَ مَنْفِیًّا قَبْلَهَا بِغَیْرِهَا

اور سوم وجہ اختلاف کی یہ ہے کہ نفی بہ (لاعاطفہ) مجامع نہین ہوتی ثانی یعنے نفی و استثناء کو
لہذا (ما زید الا قائمٌ لا قاعدٌ) درست نہین ہے اور وجہ یہ ہے کہ منفی بہ لاعاطفہ مین شرط ہے کہ اس سے
قبل ادوات نفی کے ساتھ شے منفی نہو کیونکہ اسکی وضع اسی لئے ہے کہ امر مثبت للمتبوع کی نفی کی
جاوے نہ شے منفی پر اعادہ نفی کا اور نفی و استثناء مین یہ شرط مفقود ہے مثلاً جب یون کہا گیا
(ما زید الا قائم) تو ہر صفت متنازعہ فیہ کی نفی ہو گئی سوا قیام کے گویا یون ہوا کہ (زید لا قاعد لا نائم
لا مضطجع) ہے اب لاعاطفہ نے اسی شے کی نفی کی جسکی نفی ما نافیہ سے ہو چکی ہے وعلی ہذا القیاس
(ما یقوم الا زید) اور (بغیرہا) سے مراد ادوات نفی ہین کما ہو مصرح فی المفتاح اور اسکے لانے مین
فائدہ ہے احتراز کا اس منفی سے جسمین فحوی کلام یا علم سامع یا علم متکلم وغیرہ سے نفی آگئی ہو اسکا
بیان عنقریب انما مین آئیگا اور یہ شبہ نکیا جاوے کہ لاعاطفہ سے پہلے اگر نفی ہو تو یہ درست ہے
اس لحاظ سے کہ وہ اسکا غیر نہین ہے بلکہ عین ہے مثلاً یون کہین (جاءنی الرجال لا النساء لا العبید)
تو جواب اسکا یہ ہے کہ (بغیرہا) مین ضمیر راجع ہے لاعاطفہ مشخصہ کیطرف جس سے پہلے نفی ہو چکی ہے
لہذا ایک شخص دوسرے شخص کا غیر ہوگا یعنی اول لاعاطفہ غیر ہوگا دوسرے لاعاطفہ کا
کیونکہ ممتنع ہے کہ شے کی نفی لا کے ساتھ قبل آنے لا کے ہو جاوے جیسے یون کہین (دأب الرجل
الکریم ان لا یؤذی غیرہ) یعنی عادت مرد شریف کی یہ ہے کہ اپنے غیر کو ایذا نہ دیوے عام
اس سے کہ وہ غیر شریف ہو یا غیر شریف لہذا (غیرہا) سے مراد عام ہے لاعاطفہ ہو یا کوئی اور ادوات

نفی ہون وَيُجَامِعُ الْأَخِيرَيْنِ فَيُقَالُ إِنَّمَا أَنَا تَمِيمِيٌّ لَا قَيْسِيٌّ وَهُوَ يَأْتِينِي لَا عَمْرٌو لِأَنَّ

النَّفْيَ فِيهِمَا غَيْرُ مُصَرَّحٍ بِهِ كَمَا يُقَالُ اِمْتَنَعَ زَيْدٌ عَنِ الْمَجِيءِ لَا عَمْرٌو

اور نفی بلاعاطفہ مجامع ہوتی ہے اخیرین یعنی (انما) اور (تقدیم) کو مثلاً مین تمیمی ہی ہون قیسی
اور (وہ ہی آتا ہے میرے پاس نہ عمرو) اور وجہ یہ ہے کہ ان دونون مین نفی غیر مصرح ہے
بلکہ صریح اثبات ہے بخلاف نفی و استثناء کے لہذا منفی بہ (لاعاطفہ) باقی ادوات نفی سے

منفی ہوگا اور یہ مثال مذکور بھی جائز ہے بوجہ مصرح نفی نہو نیکے بلکہ نفی ضمناً ہے یعنی (ما ورہا زید آئے
سے نہ عمرو) اور چونکہ اسکا صریح مفہوم ایجاب امتناع مجی کا زید سے ہے لہذا لا عاطفہ اس ایجاب
کی نفی کرے گا اور تشبیہ اس مثال مین صرف اس وجہ سے ہے کہ نفی ضمنی نفی صریح کے حکم مین نہین ہے
نہ اس وجہ سے کہ منفی لا عاطفہ اس سے پہلے نفی ضمنی کے ساتھ منفی ہے جیسے (انما انا تمیمی لا قیسی)
مین ہے کیونکہ امتنع زید عن المجی مین بھی عمرو کی نفی پر ہرگز دلالت نہین ہے نہ ضمناً اور نہ صراحۃً

قَالَ السَّكَّاكِيُّ شَرْطُ مُجَامَعَتِهِ الثَّالِثَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ الْوَصْفُ مُخْتَصًّا بِالْمَوْصُوْفِ
نَحْوُ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ہ اور سکاکی نے کہا ہے کہ شرط مجامعت لا عاطفہ
کی ثالث یعنے اِنَّمَا کے ساتھ یہ ہے کہ وصف مختص بالموصوف نہو تاکہ فائدہ کلام حاصل ہوسکے
مثلاً (لا الذین لا یسمعون) ممتنع ہے کیونکہ استجابت اُسی ذات سے ہوسکتی ہے جو سامع ہو بخلاف
(انما یقوم زید لا عمرو) کے کیونکہ قیام مختص زید کے ساتھ نہین ہے وَقَالَ عَبْدُ الْقَاهِرِ لَا تَحْسُنُ
مُجَامَعَتُهُ فِي الْمُخْتَصِّ كَمَا تَحْسُنُ فِيْ غَيْرِهِ ہ وَهٰذَا اَقْرَبُ اِلَى الصَّوَابِ
اور عبد القاہر جرجانی کہتے ہین کہ مجامعت مذکورہ وصف مختص مین مستحسن نہین ہے جیسا مستحسن ہے
غیر مین اور یہی قول اقرب الی الصواب ہے کیونکہ امتناع کی کوئی دلیل نہین ہے جبکہ ارادہ زیادتی
تاکید اور تحقیق کا ہے وَاَصْلُ الثَّانِيْ اَنْ يَّكُوْنَ مَا اسْتُعْمِلَ لَهٗ مِمَّا يَجْهَلُهُ الْمُخَاطَبُ
وَيُنْكِرُهٗ بِخِلَافِ الثَّالِثِ اور وجہ رابع وجوہ اختلاف مین سے یہ ہے کہ نفی اور استثنا
مین اصل یون ہے کہ جس حکم مین یہ دونون مستعمل ہون وہ حکم مخاطب کے نزدیک مجہول ہو اور
اسکا وہ انکار کرتا ہو بخلاف ثالث یعنی انما کہ اسمین حکم مخاطب کو معلوم ہوتا ہے اور وہ انکار بھی
نہین کرتا کذا فی الایضاح اور اسمین بحث ہے وہ یہ کہ جب مخاطب عالم بالحکم ہے بغیر شائبہ خطا
کے تو اسوقت قصر صریح نہوگا بلکہ کلام سوائے لازم الحکم کے مفید نہوگی (جواب) مراد ان لوگون
کی یہ ہے کہ اِنَّمَا ایسی خبر کے لئے آتا ہے جسکی شان سے یہ بعید ہے کہ وہ مخاطب کے نزدیک مجہول ہو

یا اُسکا منکر ہو بلکہ ادنےٰ تنبیہ سے اُسکا انکار زائل ہو جاوے لعدم اصرارہ علیہ کقولک لصاحبک

وَقَدْ رَأَيْتَ شَبَحًا مِنْ بَعِيْدٍ مَا هُوَ إِلَّا زَيْدٌ إِذَا اعْتَقَدَ غَيْرَهُ مُصِرًّا

جیسے دور سے شبح دیکھکر اپنے ہمراہی سے کہو کہ (وہ شبح نہیں مگر زید ہے) جبکہ مخاطب اس شبح کو

غیر زید خیال کرتا ہو اصرار کے ساتھ وَقَدْ يُنَزَّلُ الْمَعْلُوْمُ مَنْزِلَةَ الْمَجْهُوْلِ لِاعْتِبَارٍ مُنَاسِبٍ فَيُسْتَعْمَلُ لَهُ

الثَّانِيْ إِفْرَادًا نَحْوُ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُوْلٌ أَيْ مَقْصُوْرٌ عَلَى الرِّسَالَةِ لَا يَتَعَدَّى إِلَى التَّبَرِّيْ مِنَ

الْهَلَاكِ نُزِّلَ اِسْتِعْظَامُهُمْ هَلَاكَهٗ مَنْزِلَةَ إِنْكَارِهِمْ إِيَّاهُ اور کبھی معلوم کو بمنزلہ مجہول فرض کیا جاتا ہے

بوجہ اعتبار مناسب کے پس مقام کیلئے نفی و استثناء کو استعمال کیا جاتا ہے مثلاً قصر افرادی میں یوں کہیں (نہیں محمد

مگر رسول یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقصور ہیں رسالت پر ہلاکت سے بری ہونے کی طرف متجاوز

نہیں یعنی صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کو یقین تھا کہ آپ رسالت پر مقصور ہیں اور ہلاکت

سے بری نہیں مگر تاہم وہ آپکی ہلاکت کو امر عظیم خیال کرتے تھے اسوجہ سے یہ استعظام بمنزلۂ انکار ہلاک

تصور کرکے نفی اور استثناء لائی گئی اور اعتبار مناسب اشعار ہے ہلاکت کے عظیم ہونے کی

جانب یعنی نفوس صحابہؓ زیادہ حریص و مشتاق تھے بقاءِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (فداہ روحی

نعم ما قیل + فدا رسول اللہ اُمّی و خالتی + و عمّی و خالی ثم نفسی و مالیا + أَوْ قَلْبًا نَحْوُ إِنْ أَنْتُمْ

إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا لِاعْتِقَادِ الْقَائِلِيْنَ أَنَّ الرَّسُوْلَ لَا يَكُوْنُ بَشَرًا مَعَ إِصْرَارِ

الْمُخَاطَبِيْنَ عَلٰى دَعْوَى الرِّسَالَةِ اور قصر قلب میں یوں کہیں مثلاً تم نہیں مگر ہمارے جیسے

بشر یعنے مخاطبین رسول ہیں اور وہ اپنی بشریت کے منکر نہ تھے مگر انکو کفار نے منکر قرار دیا اپنے اعتقاد کے

روسے کہ رسول بشر نہیں ہوتا باوجود اصرار انبیاءؑ کے دعوائے رسالت پر لہذا کفار نے اپنے اعتقاد فاسد

سے بشریت اور رسالت میں تنافی خیال کر لی اور حکم کو برعکس کر دیا یعنی تم بشریت پر مقصور ہو تم میں

وصف رسالت نہیں ہے جسکا دعوے کرتے ہو وَقَوْلُهُمْ إِنْ نَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ مِنْ بَابِ

مُجَارَاةِ الْخَصْمِ لِيَعْثُرَ حَيْثُ يُرَادُ تَبْكِيْتُهٗ لَا لِتَسْلِيْمِ انْتِفَاءِ الرِّسَالَةِ یہ عبارت

[1] بکیسے رنتن — [2] از عثار

جواب ہے سوال مقدر کا وہ یہ کہ جب کفار نے دعویٰ کیا کہ بشریت اور رسالت مین تنافی ہے
اور مخاطبین کو بشریت پر مقصور کر دیا اور حال یہ ہے کہ ادھر انبیاءؑ مقصور علی البشریۃ ہونیکے
معترف ہین تو گویا اُنھون نے انتفاء رسالت کو تسلیم کر لیا اپنے سے تو مصنفؒ نے جواب کی
طرف اشارہ کر دیا کہ یہ مثال از قبیل مجاراۃ خصم اور ارخاء عنان ہے یہ تسلیم بعض مقدمات کے تاکہ
مقابل لغزش کھائے اور یہ وہان کیا جاتا ہے جہان خصم کو الزام دینا منظور ہو تسلیم انتفاء رسالت یعنی ہمارا
بشر ہونا حق ہے ہم اسکے منکر نہین مگر بشریت اور رسالت مین منافات بھی نہین لہذا اُنھون نے اپنے
لئے بشریت ثابت کی اور اثبات بشریت بطریق قصر اسلئے کیا کہ کلام خصم کے موافق ہو جاوے کیونکہ

وہ اپنا کلام بطریق قصر لایا ہے وَكَقَوْلِكَ إِنَّمَا هُوَ أَخُوكَ لِمَنْ يَعْلَمُ ذٰلِكَ وَيُقِرُّ بِهٖ
وَأَنْتَ تُرِيدُ أَنْ تُرَقِّقَهُ عَلَيْهِ - اور اصل انما مین یہ ہے کہ حکم غیر منکر مین مستعمل ہو مثلاً یون
کہین کہ (یہ جز این نیست کہ تیرا بھائی ہے) یعنی ضرور تم جانتے ہو کہ یہ تیرا بھائی ہے لہذا رقت اور
شفقت سے اسکو پیش آؤ اور انسب یہ تھا کہ اس مثال کو از قبیل اخراج لا علی مقتضی الظاہر سے بنایا جاتا

قَدْ يُنَزَّلُ الْمَجْهُولُ مَنْزِلَةَ الْمَعْلُومِ لِادِّعَاءِ ظُهُورِهٖ فَيُسْتَعْمَلُ لَهُ الثَّالِثُ نَحْوُ
إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ اور کبھی مجہول کو معلوم فرض کیا جاتا ہے بوجہ ادعاء ظہور کے لہذا اُس
مجہول کے لئے (انما) لایا جاتا ہے جیسے قول اللہ تعالیٰ کا (ہم نہین مگر مصلح ہین) یعنی کفار کا ادعا تھا
کہ ہمارا مصلح ہونا ایک امر واضح ہے جسکا مجہول ہونا یا اُسکا انکار کرنا محال ہے لکون معرفۃ المصلح امراً وجدانیاً

وَلِذٰلِكَ جَاءَ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ بِالرَّدِّ عَلَيْهِمْ مُؤَكَّدًا بِمَا تَرٰى چنانچہ
اسی وجہ سے انکے رد مین چند وجوہ سے کلام مؤکد لائی گئی اوّل جملہ اسمیہ دالہ علی الثبات دوم تعریف الخبر
دال علی الحصر سوم توسیط ضمیر فصل مؤکد افادہ قصر چہارم تصدیر کلام بحرف تنبیہ جو مضمون کلام کی
عظمت پر دال ہے پنجم تاکید بہ اِنّ ششم تعقیب بہ جملہ مؤکدہ یعنی ولٰکن لا یشعرون ۵ وَمَزِيَّةُ
إِنَّمَا عَلَى الْعَطْفِ أَنَّهٗ يُعْقَلُ مِنْهَا الْحُكْمَانِ مَعًا اور فضیلت (انما) کی عطف پر یہ ہے

کہ اس سے مفاد و حکم معلوم ہوتے ہیں یعنی اثبات للمذکور اور نفی ماعدا بخلاف عطف کے کہ اس سے اول
اثبات پھر نفی مفہوم ہوتی ہے یا بالعکس مثلاً (زیدٌ قائمٌ لا قاعدٌ و ما زیدٌ قائماً بل قاعدٌ) وَاَحْسَنُ
مَوَاقِعِهَا التَّعْرِيْضُ نَحْوُ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ فَاِنَّهٗ تَعْرِيْضٌ بِاَنَّ الْكُفَّارَ
مِنْ فَرْطِ جَهْلِهِمْ كَالْبَهَائِمِ فَطَمْعُ النَّظَرِ مِنْهُمْ كَطَمْعِهٖ مِنْهَا اور عمدہ موقع استعمال (انما)
کا تعریض ہے یعنی (نصیحت کی بات صرف عقلمند قبول کرتے ہیں) نہ بے عقل ہیں اسمین تعریض ہے کفار پر
کہ وہ بہائم کی مانند ہیں جیسے اُنسے طمع نظر و فکر بیکار ہے ایسی ہی کفار سے ثُمَّ الْقَصْرُ كَمَا يَقَعُ بَيْنَ
الْمُبْتَدَاءِ وَالْخَبَرِ عَلٰى مَا مَرَّ يَقَعُ بَيْنَ الْفِعْلِ وَالْفَاعِلِ وَغَيْرِهِمَا پھر قصر جیسے مبتدا
و خبر کے درمیان واقع ہوتا ہے ایسی ہی فعل و فاعل و فاعل و مفعول و مفعولین اور حال و ذوالحال وغیرہ
کے درمیان واقع ہوتا ہے مثلاً مَا قَامَ اِلَّا زَيْدٌ . مَا ضَرَبَ زَيْدٌ اِلَّا عَمْرًا . مَا ضَرَبَ عَمْرًا اِلَّا زَيْدٌ . مَا اَعْطَيْتُ زَيْدًا اِلَّا
درہماً . مَا جَاءَنِيْ زَيْدٌ اِلَّا رَاكِبًا فَفِي الْاِسْتِثْنَاءِ يُؤَخَّرُ الْمَقْصُوْرُ عَلَيْهِ مَعَ اَدَاةِ الْاِسْتِثْنَاءِ
پس استثناء میں مقصور علیہ کو مؤخر لایا جاویگا مع حرف استثناء کے یعنی اگر قصر علی الفاعل منظور ہے تو یوں
کہینگے (مَا ضَرَبَ عَمْرًا اِلَّا زَيْدٌ) اور اگر مفعول پر ہے تو یوں کہینگے (مَا ضَرَبَ زَيْدٌ اِلَّا عَمْرًا) اور قصر فاعل علی
المفعول کے معنے یہ ہیں کہ فعل مسند الی الفاعل کا قصر ہے مفعول پر اور یہ درحقیقت قصر الصفت علے
الموصوف ہے بالعکس لہذا یہ قصر حقیقی اور غیر حقیقی افراداً و قلباً و تعییناً ہوگا اور اُسکا اعتبار کرنا واضح ہے وَقَلَّ
تَقْدِيْمُهُمَا بِحَالِهِمَا نَحْوُ مَا ضَرَبَ اِلَّا عَمْرًا زَيْدٌ وَمَا ضَرَبَ اِلَّا زَيْدٌ عَمْرًا لِاسْتِلْزَامِهٖ
قَصْرَ الصِّفَةِ قَبْلَ تَمَامِهَا اور قلت کے ساتھ جائز ہے تقدیم مقصور علیہ اور حرف استثناء کی مقصور پر جیسے
اوپر دو مثالوں میں گذرا اول میں قصر فاعل کا مفعول پر اور دوم میں بالعکس اور بحالهما کا مطلب یہ ہے کہ
مقصور علیہ بعد حرف استثناء کے متصل واقع ہو اور یہ قید مصنفؒ نے اس لئے لگائی ہے تاکہ
اس سے وہ صورت خارج ہوجاوے جسمیں حرف استثناء کو مقصور علیہ سے مؤخر لایا گیا ہو مثلاً یوں کہیں
(مَا ضَرَبَ زَيْدٌ اِلَّا عَمْرًا وَمَا ضَرَبَ عَمْرًا اِلَّا زَيْدٌ) کیونکہ یہ صورت ناجائز ہے بوجہ اختلال معنی اور انعکاس مقصود

وقلب مطلوب بہر حال جواز تقدیم کی دلیل یہ ہے کہ بنا بر قصر صفت قبل تمام صفت لازم آتا ہے اور صفت مقصورہ علی الفاعل میں مطلق فعل کا قصر نہیں ہوتا بلکہ فعل واقع علی المفعول کا قصر ہوتا ہے فلا تیم المقصور قبل ذکر المفعول پس قصر مستحسن ہوگا۔ اب جاننا چاہیے کہ دلیل مذکور کا مقتضی تو یہ تھا کہ یہ صورت علی سبیل نزول وقلت بھی جائز ہوتی پس جواب یہ ہے کہ وہ صفت حکم تام میں ہے باعتبار ذکر متعلق کے آخر میں مگر چونکہ عین تام نہیں اسلئے احسن نہیں ہے وَوَجْهُ الْجَمِيعِ فِي الْاِسْتِثْنَاءِ الْمُفَرَّغِ يَتَوَجَّهُ إِلَى مُقَدَّرٍ وَهُوَ مُسْتَثْنًى مِنْهُ عَامٌّ مُنَاسِبٌ لِلْمُسْتَثْنَى فِي جِنْسِهِ وَصِفَتِهِ فَإِذَا أُوجِبَ مِنْهُ شَيْءٌ بِإِلَّا جَاءَ الْقَصْرُ اور جملہ مقامات مذکورہ میں قصر کا سبب یہ ہے کہ استثناء مفرغ میں نفی متوجہ ہوتی ہے مستثنیٰ منہ مقدر عام کیطرف جو کہ مناسب ہے مستثنیٰ کے جنس اور صفت میں اور مستثنیٰ مفرغ وہ ہے جسمیں مستثنیٰ منہ حذف کرکے مابعد الا کو اعراب دیا جاتا ہے بحسب عوامل اور مقدر اسلئے ہے کہ اخراج بدون مخرج منہ کے متصور نہیں ہوتا اور عام اسلئے کہ اخراج بدون شمول اور تناول غیر مستثنیٰ کے متحقق نہیں ہوتا اور فی جنسہ سے مراد ہے کہ مستثنیٰ کا ہم جنس ہو مثلاً ما ضرب الا زید میں ما ضرب احد اور (ما کسوته الا جبة) میں (ما کسوته لباسا) مقدر ہے کیونکہ (زید) از جنس (احد) اور (جبة) از جنس لباس ہے اور (ما جاءنی الا راکبا) میں (ما جاء کائنا علی حال من الاحوال) اور (ما سرت الا یوم الجمعة) میں (ما سرت وقتا من الاوقات) مقدر ہوگا اور فی صفتہ سے مراد ہے فاعلیت و مفعولیت وظرفیت وغیرہ پس بعد اعتبار قیود مذکورہ کے نفی میں اگر کوئی شئے اس مقدر سے ثابت کیجاوے گی بذریعہ الا کے تو قصر حاصل ہو جاویگا کیونکہ ما مستثبت کا بعض افراد صفت اعتبار ضروری ہے وَفِي إِنَّمَا يُؤَخَّرُ الْمَقْصُورُ عَلَيْهِ تَقُولُ إِنَّمَا ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا اور انما میں مقصور علیہ مؤخر کیا جاتا ہے گویا قید اخیر بمنزلہ واقع بعد الا کے ہے وَلَا يَجُوزُ تَقْدِيمُهُ عَلَى غَيْرِهِ لِلْاِلْتِبَاسِ اور تقدیم مقصور علیہ مذکور کی جائز نہیں غیر پر بوجہ التباس ہو جانے کے جیسا (انما ضرب زید عمرا) میں (انما ضرب عمرا زید) کہیں تو التباس لازم آویگا بخلاف نفی و استثناء کے کہ اسمیں کوئی التباس نہیں ہے

لکون المقصور علیہ ہو المذکور بعد الا خواہ مقدم کیا جاوے یا موخر اور مفہوم انما میں الا لفظاً مذکور نہیں بلکہ تضمناً ہوتا ہے وَغَيْرٌ كَالَّا فِي إِفَادَةِ الْقَصْرَيْنِ وَفِي امْتِنَاعِ مُجَامَعَةِ لَا اور لفظ غیر افادہ قصرین میں الا کی مانند ہے یعنی قصر موصوف علی الصفۃ اور قصر صفت علی الموصوف میں باعتبار افراد وقلب وتعیین کے اور نیز لا عاطفہ کے ساتھ امتناع جمع میں یعنی جیسے لا عاطفہ کے ہمراہ الا کا جمع ہونا ممتنع ہے اسیطرح غیر میں کما سبق لہذا یون کہنا درست ہوگا (ما زید غیر شاعر الا کاتب و ماشاعر غیر زید لا عمرو) کیونکہ سوائے صفت شاعریت کے سب صفات کی ضمناً نفی ہو چکی تھی جسمین صفت کتابت بھی شامل ہے اور سوا زید کے سب موصوفات کی نفی نیز ہو چکی تھی جسمین عمرو بھی شامل ہے فلا حاجۃ الی نفی المنفی ثانیاً۔ اور پہلے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہہ چکے ہیں کہ لان شرط المنفی بلا ان یکون منفیا قبلہا بغیرہا)

الانشاء

باب ششم انشاء کے بیان میں۔ جاننا چاہیے کہ انشاء کا اطلاق دو معنون پر آتا ہے ایک نفس کلام جسکی نسبت کیلئے کوئی خارج مطابق یا غیر مطابق ہو اور دوسرے نفس فعل متکلم یعنی القاء کلام اور اخبار کے بھی دو معنے اسیطرح آتے ہین اور یہان پر معنے ثانی مراد ہے وہو الاظہر اور اسکا قرینہ یہ ہے کہ تقسیم الی الطلب وغیر الطلب ہے اور نیز طلب کی تقسیم تمنی واستفہام وغیرہا کیطرف ہے اور مراد انسے معانی مصدریہ ہین اور قولہ واللفظ الموضوع لہ کذا وکذا اسکا قرینہ ہے لہذا لیت بمعنی تمنی میں مستعمل ہے نہ لیت زیدا قائم مین پس انشاء کی دو قسم ہین ایک تو وہ جسمین طلب کے معنے نہین ہوتے جیسے افعال مقاربہ وافعال مدح وذم وصیغے عقود وقسم وصیغہا ے تعجب ورب ولعل اس قسم کے انشاء سے علم معانی کو چندان تعلق وغرض نہین ہے اور نیز یہ بھی کہ انمین اکثر دراصل اخبار ہین جو معنے انشاء کی طرف نقل کئے گئے ہین اور دوسری قسم وہ ہے جسمین طلب کے معنے پائے جاوین چنانچہ مصنف رہ اسی کو بیان کرتے ہین مع اقسام کے إِنْ كَانَ طَلَبًا اِسْتَدْعَى مَطْلُوبًا غَيْرَ حَاصِلٍ وَقْتَ الطَّلَبِ۔ اگر وہ انشاء طلب ہے تو ایسے مطلوب کو چاہیگی جو طلب کے وقت حاصل نہین لامتناع طلب الحاصل۔ اب اگر

صیغہ طلب استعمال کیا گیا واسطے مطلوب حاصل کے تو انکا اجزاء معانی حقیقیہ پر مبنی ہوگا بلکہ انکے ایسے
جدید معنے پیدا کئے جاوینگے حسب القرائن جو مقام اور محل کے مناسب ہونگے وَانْوَاعُهُ كَثِيْرَةٌ
اور طلب کے اقسام بہت ہیں مِنْهَا التَّمَنِّيْ وَاللَّفْظُ الْمَوْضُوْعُ لَهُ لَيْتَ وَلَا يُشْتَرَطُ
اِمْكَانُ الْمُتَمَنّٰى تَقُوْلُ لَيْتَ الشَّبَابَ يَعُوْدُ اور منجملہ ان اقسام کے ایک تمنی ہے یعنے
ایک شے کی طلب حصول بطریق محبت ہو اور تمنی میں امکان ضروری نہیں ہے بلکہ کسی محال کی
بھی تمنی ہو سکتی ہے بخلاف ترجی کے لہذا (لَيْتَ الشَّبَابَ يَعُوْدُ) کہہ سکتے ہیں نہ (لعل الشباب
یعود) اور اگر متمنی شئے ممکن ہو تو ضروری ہے کہ اُسکے وقوع میں توقع نہو ورنہ پھر وہ ترجی
ہو جاویگی وَقَدْ يُتَمَنّٰى بِهَلْ نَحْوُ هَلْ لِيْ مِنْ شَفِيْعٍ حَيْثُ يُعْلَمُ اَنْ لَا شَفِيْعَ لَهُ
اور کبھی ہل کے ساتھ تمنی کیجاتی ہے مثلاً مثال مذکور میں۔ کیا میرا بھی کوئی سفارش کرنیوالا ہے
اور یہ وہاں ہوگا جہاں شفیع کا علم قائل کو نہو کیونکہ اسوقت حقیقت استفہام پر حمل کرنا ممتنع ہے لحصول العلم بانتفاء
اور اب یہ بات کے زیبے عدول کرکے ہل کیساتھ تمنی کرنا آمیں نکتہ کیا ہے سو نزدہ یہ کہ شئ متمنی کو بصورت ممکن میں ظاہر کیا جاوے
لکمال العنایۃ بہ دبلو نحو لو تأتینی فتحدثنی بالنصب دراصل فان تحدثنی اور نصب فعل ذریہ
اس امر کا کہ لو اپنے معنے اصلی پر نہیں ہے کیونکہ (لو) کے بعد مضارع بتقدیر ان منصوب نہیں ہوتا اور ان کی تقدیر
اشیاء ستہ کے بعد ہوتی ہے کما ہو المذکور فی علم النحو اور یہاں پر حرف تمنی کے معنے مناسب ہیں
قَالَ السَّكَّاكِيُّ كَأَنَّ حُرُوْفَ التَّنْدِيْمِ وَالتَّحْضِيْضِ وَهِيَ هَلَّا وَاَلَّا بِقَلْبِ الْهَاءِ
هَمْزَةً وَلَوْ لَا وَلَوْ مَا مَاخُوْذَةٌ مِنْهُمَا مُرَكَّبَتَيْنِ مَعَ لَا وَمَا الْمَزِيْدَتَيْنِ
لِتَضْمِيْنِهِمَا مَعْنَى التَّمَنِّيْ لِيَتَوَلَّدَ مِنْهُ فِي الْمَاضِي التَّنْدِيْمُ نَحْوُ هَلَّا اَكْرَمْتَ
زَيْدًا وَفِي الْمُضَارِعِ التَّحْضِيْضُ نَحْوُ هَلَّا تَقُوْمُ کہا سکاکی نے کہ حروف تندیم و تحضیض چار
ہیں۔ ہلا۔ الا۔ لولا۔ لوما۔ اور الا کی اصل ہلا ہے ہا کو ہمزہ سے بدل دیا گیا ماخوذۃ
(کان) کی خبر ہے اور منہما کا مرجع ہل ولو ہے یعنی تمنی آور یہ دونوں ذوالحال ہیں اور مرکبتین حال

مقدرہ ہے نہ محققہ لتضمنہا علت ہے مرکبتین کی اور تضمین کے معنی ہین جعل الشئی فی ضمن الشئی مثلاً
یون کہا جاویگا ضمنت الکتاب۔ کذا بابا بابا) جب کتاب متضمن ہو چند ابواب پر تمھارے جعل سے یعنی
ہل و لو متضمن بمعنی ہونگے اور لتیولد علت ہے لتضمنہا کی۔ تندیم کے معنے ہین نادم کرنا اور تحضیض کے
معنے ہین برانگیختہ کرنا یعنی ہل اور لو کو جب لا اور ما مزیدین کے ساتھ ترکیب دیجاوے تو اُس سے معنے
تمنی پیدا ہونگے اور معنی تمنی سے ماضی مین تندیم اور مضارع مین تحضیض ہوگی (کاش تو زید کا اکرام کرتا
اور (کیون نہین تو کھڑا ہوتا) اول مین تندیم کرنے کی اُسکو ندامت دلاتا ہے اور ثانی مین قیام کی ترغیب
دیتا ہے ف لتضمنہا مین صدر متعدی اور فاعل محذوف ہے مفعول اول مضاف الیہ دوم معنی التمنی
اور لبعض نسخو نمین بروزن تفعّل ہے اور یہ امر کلام مصنف کے موافق نہین اور مصنف نے بلفظ کان حرف
شک سے کما العدم القطع بالمذکور وَقَدْ یُتَمَنّٰی بِلَعَلَّ فَیُعْطٰی لَہٗ حُکْمُ لَیْتَ نَحْوُ لَعَلِّیْ اَحُجُّ
فَاَزُوْرَكَ بِالنَّصْبِ لِبُعْدِ الْمَرْجُوِّ عَنِ الْحُصُوْلِ اور کبھی تمنی لعل کے ذریعہ سے ہوتی ہے
لہذا اُسکو حکم لیت کا دیا جاویگا اور اُسکے جواب مین مضارع منصوب باضمار اَن ہوگا جیسے فازورک
مین مضارع منصوب باضمار اَن ہے اور یہ اسلئے ہوا گیا ہے کہ اُمید حصول کی کم ہے اور اسی لئے مشابہ
محالات کے ہے اور اُسکے وقوع مین کوئی امید اور توقع نہین پس معنے تمنی کے پیدا ہوگئے وَمِنْهَا
الْاِسْتِفْهَامُ منجملہ انواع طلب کے استفہام ہے اور طلب حصول صورت شئی کو استفہام کہتے ہین اور صورۃ الشئی
فی الذہن مین اگر نسبت ایجابیہ یا سلبیہ ہے تو تصدیق ورنہ تصور ہے وَالْاَلْفَاظُ الْمَوْضُوْعَةُ لَهٗ
الْهَمْزَةُ وَهَلْ وَمَا وَمَنْ وَاَیٌّ وَکَیْفَ وَکَمْ وَاَیْنَ وَمَتٰی وَاَیَّانَ اور الفاظ استفہام
مذکورہ دس ہین فَالْهَمْزَةُ لِطَلَبِ التَّصْدِیْقِ پس ہمزہ کبھی واسطے طلب تصدیق کے آتا ہے یعنے
درمیان دو شئے کے نسبت ثبوتیہ یا سلبیہ کا استفسار کیا کرتے ہین جیسے جملہ فعلیہ مین کَقَوْلِكَ
اَقَامَ زَیْدٌ۔ اور اسمیہ مین اَزَیْدٌ قَائِمٌ اَوِ التَّصَوُّرِ اور کبھی واسطے طلب تصور کے آتا ہے
یعنے اُسمین نسبت نہین ہے مثلاً تصور مسند الیہ کی استفسار مین یون کہین کَقَوْلِكَ اَدِبْسٌ

فِی الْاِنَاءِ اَمْ عَسَلٌ اسمین سائل جانتا ہے احد الامر کو صرف تعیین شئے واحد کا سوال کرتا ہے یعنی دبس یا
عسل کا اور مسند کے استفسار مین یون کہین وَاَفِی الْخَابِیَۃِ دِبْسُکَ اَمْ فِی الزِّقِّ یہان سائل جانتا ہے
کہ دونون مین سے ایک مین دبس یعنی شیرہ ہے مگر بالتعیین اسکو نہین جانتا وَلِهٰذَا لَمْ یَقْبُحْ اَزَیْدٌ
قَامَ وَاَعَمْرًا عَرَفْتَ ۔ اور چونکہ ہمزہ طلب تصور کیلئے آتا ہے اسلئے یہ دونون مثالین جسمین طلب
تصور فاعل یا مفعول کا پایا جاتا ہے قبیح نہین اور ہل کا استعمال بیان پر قبیح ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ تقدیم
مقتضی ہے حصول تصدیق کو نفس فعل کیساتھ آب ہل کا لانا تحصیل حاصل ہے وہ محال اور بخلاف ہمزہ کے
کہ وہ طلب تصور اور تعیین فاعل اور مفعول دونون کے لئے آتا ہے اور یہ بات (اَعَمْرًا عَرَفْتَ) مین ظاہر ہے
وَالْمَسْئُوْلُ عَنْهُ بِهَا هُوَ مَا یَلِیْهَا کَالْفِعْلِ اور ہمزہ کے ساتھ سوال اُس چیز کا ہوتا ہے جو اس سے
متصل واقع ہو جیسا فعل فِی اَضَرَبْتَ زَیْدًا میں اور یہ جب ہے کہ نفس صدور فعل مین شک ہو اور تم جاننا
چاہتے ہو اس کے وجود کو اور اس مثال مین احتمال بھی ہے کہ طلب تصور مسند کیلئے ہو یعنی مخاطب کا فعل زید کیساتھ
متعلق تو ہوا ہے لیکن نا معلوم وہ ضرب ہے یا اکرام وَالْفَاعِلِ فِی اَاَنْتَ ضَرَبْتَ وَالْمَفْعُوْلِ فِی اَزَیْدًا
ضَرَبْتَ اول مثال شک فی الضارب کی ہے اور دوم شک فی المضروب کی و علیٰ ہذا القیاس
باقی متعلقات سمجھ لو ۔ وَهَلْ یُطْلَبُ بِهَا التَّصْدِیْقُ فَحَسْبُ نَحْوُ هَلْ قَامَ زَیْدٌ وَهَلْ عَمْرٌو قَاعِدٌ
اور لفظ ہل صرف طلب تصدیق کے لئے آتا ہے اور جملہ اسمیہ و فعلیہ پر داخل ہوتا ہے مثال اول مین زید کیلئے ثبوت قیام
اور دوم مین عمرو کے لئے ثبوت قعود کی تصدیق مطلوب ہے وَلِهٰذَا امْتَنَعَ هَلْ زَیْدٌ قَامَ اَمْ عَمْرٌو
اور اسی اختصاص مذکور کی وجہ سے مثال مذکور ممتنع ہے کیونکہ زید مفرد کا بیان پر دلیل ہے اَم متصلہ
ہونے پر اور اَم متصلہ مین احد الامرین کی تعیین مطلوب ہوتی ہے مع یقین کے اصل حکم مین اور ہل صرف طلب حکم کیلئے
آتا ہے وَلِهٰذَا قَبُحَ هَلْ زَیْدًا ضَرَبْتَ لِاَنَّ التَّقْدِیْمَ یَسْتَدْعِیْ حُصُوْلَ التَّصْدِیْقِ
بِنَفْسِ الْفِعْلِ اور اسی وجہ سے یہ مثال قبیح ہے کیا زید کو مارا تو نے اور وجہ یہ ہے کہ تقدیم مقتضی ہے
حصول نفس فعل کو اب ہل آویگا واسطے حصول حاصل کے اور وہ محال ہے اور مصنف نے قبح کہا نہ

امتنع حالانکہ قبیح میں قد سے ضعیف جواز بھی مفہوم ہوتا ہے کیونکہ مثال مذکور محتمل ہے کہ زید مفعول ہو
فعل محذوف کا یا تقدیم محض اہتمام کے لئے ہو نہ تخصیص کے واسطے لیکن ہذا الاحتمال خلاف الظاہر دُوْنَ
هَلْ زَیْدًا ضَرَبْتَهُ لِجَوَازِ تَقْدِیْرِ الْمُفَسَّرِ قَبْلَ زَیْدٍ اور یہ مثال قبیح نہیں کیونکہ جائز ہے کہ
زید سے فعل مفسر مقدر ہو اے ہَلْ ضَرَبْتَ زَیْدًا ضَرَبْتَهُ وَجَعَلَ السَّکَّاکِیُّ قُبْحَ هَلْ رَجُلٌ عَرَفَ
لِذٰلِكَ اور سکاکی نے بھی اس مثال کو قبیح قرار دیا ہے مذکورہ وجہ سے یعنی تقدیم مقتضی ہے حصول التصدیق
کو نفس فعل کیساتھ چنانچہ سکاکی کا مذہب ہے کہ رَجُلٌ عَرَفَ کی اصل عَرَفَ رَجُلٌ ہے اس بنا پر کہ رجل کو
ضمیر عرف سے بدل لاکر تخصیص کے لئے مقدم کر دیا گیا ہے وَیَلْزَمُهٗ اَنْ لَّا یُقْبَحَ هَلْ زَیْدٌ
عَرَفَ اور سکاکی پر اس مثال کا الزام عائد ہوتا ہے کہ یہ قبیح نہ ہو کیونکہ اسکے نزدیک تقدیم معرفہ کی
تخصیص کے لئے نہیں ہوتی تاکہ اقتضاء التصدیق مذکور نفس فعل کے ساتھ ہو سکے حالانکہ مثال مذکور باجماع
نحات قبیح ہے اور علامہ کہتے ہیں کہ لزوم مذکور ممتنع ہے بلکہ جائز ہے کہ قبح کسی اور علت کی وجہ سے
ہو۔ وَعَلَّلَ غَیْرُهٗ قُبْحَهُمَا بِاَنَّ هَلْ بِمَعْنٰی قَدْ فِی الْاَصْلِ وَتَرْكُ الْهَمْزَةِ قَبْلَهَا لِكَثْرَةِ
وُقُوْعِهَا فِی الْاِسْتِفْهَامِ اور سکاکی کے علاوہ دوسروں نے وجہ قبح کی ان دو مثالوں میں یہ
بیان کی ہے کہ ہل در اصل بمعنے قد ہے اور اصل اسکی اَہَلْ تھی اور ہمزہ ماقبل کو بوجہ کثرت وقوع فی
الاستفہام کے ترک کیا گیا اور طفیلی بنکر ہمزہ استفہام کے قائم مقام ہو گیا اور چونکہ قد خواص افعال
میں سے ہے لہٰذا ایسی ہی اسکا ہمسنی بھی۔ اور (ہَلْ زَیْدٌ قَائِمٌ) قبیح نہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ جب
ہل نے فعل کو اپنی حیز میں نہ دیکھا تو وہ گویا بھولا رہا اور جب دیکھ لیا اپنے مطلوب اور مالوف کو تو
بے خبر ہو گیا مارے محبت کے اور مطلوب سے جدا رہنا ہرگز پسند نہ کیا وَہِیَ تُخَصِّصُ الْمُضَارِعَ
بِالْاِسْتِقْبَالِ فَلَا یَصِحُّ هَلْ تَضْرِبُ زَیْدًا وَهُوَ اَخُوْكَ اور وہ ہل خاص کر دیتا ہے مضارع
کو مستقبل کے ساتھ باعتبار اصل وضع کے مثل سین و سوف کے چنانچہ مثال مذکور درست نہیں کیونکہ
ضرب فی الحال واقع ہے جیسا اخوک سے عرفاً مفہوم ہوتا ہے کہ برادر ہونا فی الحال ثابت ہے نہ فی

الاستقبال درچونکہ کَمَا یَجِیْءُ اَتَضْرِبُ زَیْدًا وَھُوَ اَخُوْکَ مین فعل واقع فی الحال کا انکار منظور ہے اسلیئے یہ مثال درست ہے اور جہان فعل واقع فی الحال کے لیئے نہین آتا اسلیئے درست نہین اور ضرب واقع فی الحال اسلیئے کہا گیا ہے کہ یہ امتناع مذکور ہر اس مضارع مین جاری ہوگا جہان قرینہ دلالت کرے کہ فعل واقع فی الحال کا انکار مراد ہے عام اس سے کہ جملہ حالیہ معمول فعل مضارع کا ہو جیسے (اَتَضْرِبُ زَیْدًا وَھُوَ اَخُوْکَ) یا نہ یعنی جملہ حالیہ نہو جیسے (اَتَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝) اور مانند اَتُؤْذِیْ اَبَاکَ وَاَتَشْتِمُ الْاَمِیْرَ اور ان مواضع مین وقوع بل درست نہین اور اس مقام کی شرح مین خلخالی ایک اور وجہ بیان کرتے ہین اور کہتے ہین کہ اس امتناع کا سبب یہ ہے کہ فعل مستقبل کی تقیید حال سے درست نہین اور نہ اعمال مضارع کا جائز ہے حال مین اور علامہ کہتے ہین کہ خلخالی کا یہ کہنا ایک ایسا افترٰی ہے جسمین کوئی شک نہین اور یہ اسلیئے کہ کسی نحوی سے امتناع منقول نہین ان مثالون مین (سَیَجِیْءُ زَیْدٌ رَاکِبًا وَسَاَضْرِبُ زَیْدًا وَھُوَ بَیْنَ یَدَیِ الْاَمِیْرِ) اور کیونکر یہ ممنوع ہوسکتا ہے جبکہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہین سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ ۝ وَاِنَّمَا یُؤَخِّرُھُمْ لِیَوْمٍ تَشْخَصُ فِیْہِ الْاَبْصَارُ مُھْطِعِیْنَ اور حماسہ مین ہے (شعر) سَاَغْسِلُ عَنِّیْ الْعَارَ بِالسَّیْفِ جَالِبًا ✤ عَلَیَّ قَضَاءُ اللّٰہِ مَا کَانَ جَالِبًا ✤ اور اس کی طرح اور بہت سی مثالین ہین الغسل ازالۃ الشئ۔ العار عیب القضاء تقدیر وحکم یہان مراد موت فاعل جالبًا اول اور ما کان الخ مفعول یا بالعکس یعنی شمشیر اپنے نفس سے عیب کو دور کرونگا اس حال مین کہ قضاء اللہ یعنی موت لائیگی مجھپر جو کچھ لائیگی اور اس قسم کی مثالین کثیر اور بے شمار ہین اور علامہ کہتے ہین کہ نہایت تعجب کی بات یہ ہے کہ جب خلخالی سے قول نحات سنا کہ (انہ یجب تجرید صدر الجملۃ الحالیۃ عن علم الاستقبال لتنافی الحال والاستقبال بحسب الظاھر) یعنی جملہ حالیہ کے صدر کو علامت استقبال سے خالی کردینا واجب ہے اسواسطے کہ حال اور استقبال بظاہر متنافی ہین یہان تک کہ مثلاً (زید سیرکب او لن یرکب) درست نہین تو اُسنے یہ سمجھا اس قول مذکور سے کہ (فعل عامل فی الحال کو علامت

استقبال سے خالی کرنا واجب ہے) حتی کہ مانند ہل تضرب ولتضرب ولن تضرب کی تقیید حال کیساتھ درست نہین آور اس مثال یعنی (ہل تضرب زیداً وہو اخوک) کو دلیل مین لایا اپنے مدعا پر اور یہ زعم کیا اس مثال مین کہ تجرید صدر جملہ حالیہ کی علامت استقبال سے مراد ہے نہ تجرید فعل مقید بالحال کی اور اسکی تفصیل بحث حال مین آویگی - وَلِاخْتِصَاصِ التَّصْدِيقِ بِهَا وَتَخْصِيصِهَا الْمُضَارِعَ بِالْاسْتِقْبَالِ كَانَ مَزِيدُ اخْتِصَاصٍ بِمَا كَوْنُهُ زَمَانِيًّا أَظْهَرُ كَالْفِعْلِ اور بوجہ خاص ہونے ہل کے تصدیق کیساتھ اور غیر تصدیق کے لئے نہ آنا اور نیز بوجہ خاص کردینا ہل کے مضارع کو استقبال کے ساتھ اسکو اُن چیزون سے مزید اختصاص ہے جنمین زمانہ پایا جانا اظہر ہے مثلاً فعل ترکیب ما موصولہ کونہ مبتدا اور اظہر اُس کی خبر اور زمانیا خبر کون - اور وجہ یہ ہے کہ زمانہ جزء ہے مفہوم فعل کا بخلاف اسم کے کہ اگر اُسکی دلالت ہوگی بھی زمانہ پر تو عرضاً نہ دخولاً بہرحال اقتضا تخصیص ہل کی مضارع کو استقبال کے ساتھ ظاہر ہے کہ مضارع فقط فعل ہوتا ہے نہ اسم اور اقتضا طلب تصدیق کی فعل کو اس واسطے ہے کہ تصدیق کی حقیقت صرف حکم بالثبوت یا بالانتفاء ہے اور نفی و اثبات صرف معانی اور احداث کی طرف متوجہ ہوتی ہین جو مدلول افعال ہین نہ ذوات کی طرف جو مدلولات اسما ہین وَلِهٰذَا كَانَ فَهَلْ أَنْتُمْ شَاكِرُونَ أَدَلَّ عَلَى طَلَبِ الشُّكْرِ مِنْ فَهَلْ تَشْكُرُونَ وَفَهَلْ أَنْتُمْ تَشْكُرُونَ آور اس مزید اختصاص بفعل کی وجہ سے اول مثال طلب شکر پر زیادہ دلالت کرتی ہے ثانی دو مثالون سے اول تو ظاہر ہے آور دوم سے بھی دلالت مین زیادہ ہے حالانکہ وہ مؤکد بالتکریر ہے کیونکہ (انتم) فاعل ہے فعل محذوف کا اور زیادتی دلالت کی وجہ مصنف خود آگے بیان کرتے ہین لِأَنَّ مَا سَيَتَجَدَّدُ فِي مَعْرِضِ الثَّابِتِ أَدَلُّ عَلَى كَمَالِ الْعِنَايَةِ بِحُصُولِهِ اس واسطے کہ اظہار اُس شئے کا جو نئی نئی عنقریب پیدا ہونے والی ہے محل ثابت مین وہ زیادہ دلالت کرتی ہے کمال توجہ پر شئے کے حصول مین اور آول کا اصلہ یعنے من تفضیلیہ مقدر ہے ای من ابقائہ علی صلہ یعنے اصل پر باقی رکھنے سے جیسے دوسری مثالونمین

ہل اپنے محل پر وارد ہے یعنی فعل پر داخل ہے مثال اول میں تحقیقاً اور دوم میں تقدیراً وَمِنْ ثَمَّ فَاَنْتُمْ
شَاكِرُوْنَ وَاِنْ كَانَ لِلثُّبُوْتِ لِاَنَّ هَلْ اَدْعٰى لِلْفِعْلِ مِنَ الْهَمْزَةِ فَتَرْكُهُ مَعَهَا
اَدَلُّ عَلٰى ذٰلِكَ وَلِهٰذَا لَا يَحْسُنُ هَلْ زَيْدٌ مُنْطَلِقٌ اِلَّا مِنَ الْبَلِيْغِ وعلی ہذا القیاس اس مثال سے بھی
اس کی دلالت زیادہ ہے اگرچہ یہ ثبوت کے لئے ہے باعتبار جملہ اسمیہ کے کیونکہ ہمزہ سے ہل کا تقاضا
فعل کو زیادہ ہے لہذا ہل کے ساتھ ترک فعل زیادہ دلالت کرتا ہے کمال توجہ پر امر متجدد کے حصول میں
اور اسی طلب مذکور کی وجہ سے ہَلْ زَيْدٌ مُنْطَلِقٌ کا صدور غیر بلیغ سے حسن نہیں ہے اور وجہ یہ ہے کہ قصد دلالت
علی الثبوت اور ما سیوجد کا لانا معرض موجود میں شان بلیغ ہے نہ غیر وَهِيَ قِسْمَانِ بَسِيْطَةٌ
وَهِيَ الَّتِيْ يُطْلَبُ بِهَا وُجُوْدُ الشَّيْءِ كَقَوْلِنَا هَلِ الْحَرَكَةُ اَوْ لَا - اور ہل کی دو قسمیں ہیں
اول بسیط اور وہ وجود شئے یا عدم شئے کی طلب کے لئے آتا ہے مثلاً آیا حرکت موجود ہے یا معدوم
وَمُرَكَّبَةٌ وَهِيَ الَّتِيْ يُطْلَبُ بِهَا وُجُوْدُ شَيْءٍ لِشَيْءٍ اور دوم مرکب ہے اور بذریعہ
اسکے استفسار کیا جاتا ہے وجود شئے لشئے یا عدم شئے من شئے مثلاً یوں کہیں كَقَوْلِنَا هَلِ
الْحَرَكَةُ دَائِمَةٌ اَوْ لَا یعنے حرکت ہمیشہ ہے یا نہیں اور اسمیں وجود دوام یا لا وجود دوام
مطلوب ہے پس مرکبہ میں سوا وجود کے دو شئے معتبر ہیں حرکت اور دوام بخلاف بسیطہ کے کہ اسمیں
علاوہ وجود کے شئے واحد ہے لہذا ترکب اور بساطت انمیں اضافی ہے نہ حقیقی وتفصیلها فی
كُتُبِ الْمَنْطِقِ وَالْبَاقِيَةُ لِطَلَبِ التَّصَوُّرِ فَقَطْ اور باقی الفاظ استفہام مشترک ہیں طلب تصور میں
فقط البتہ خصوصیت تصور میں مختلف ہیں یعنی جس سے ایک تصور مقصود ہے وہ دوسرے سے مطلوب نہیں چنانچہ مصنف
خود جہت خصوصیت کی تشریح آگے کرتے ہیں فَيُطْلَبُ بِمَا شَرْحُ الْاِسْمِ كَقَوْلِنَا مَا الْعَنْقَاءُ
اور لفظ ما کبھی شرح اسم کیلئے آتا ہے جیسے عنقاء کیا چیز ہے یعنی یہ کس چیز کا نام ہے بتاؤ
ف اہل میزان کہتے ہیں کہ یہ فرضی پرند ہے اسکا کوئی وجود نہیں فی الواقع - اَوْ مَاهِيَّةُ
الْمُسَمّٰى كَقَوْلِنَا مَا الْحَرَكَةُ اور کبھی شرح ماہیت ایک شئے کے جیسے حرکت کیا چیز ہے

یعنے اس کی حدی تعریف بیان کرو اور رسمی سے مراد حقیقت ثابتہ فی نفس امر ہے نہ متحققہ فی الخارج۔ وَتَقَعُ هَلِ الْبَسِيطَةُ فِي التَّرْتِيبِ بَيْنَهُمَا اور واقع ہوتا ہے درمیان ما شارحہ اور ما حقیقیہ کے ہل ترتیب میں یعنی مقتضی ترتیب طبعی کا یہ ہے کہ اولاً مطلوب شرح اسم ہو پھر وجود مفہوم فی نفسہ بعدہ ماہیتہ الشئے کیونکہ جو شخص مفہوم لفظ سے ناواقف ہوگا اسکے وجود کو کیسے طلب کرے گا یہ بالکل محال ہے اور جو اس کی وجود سے ناواقف ہوگا وہ اسکی حقیقت در ماہیت کیسے استفسار کریگا یہ قطعاً محال ہے اذ لا حقیقۃ للمعدوم۔ ف اور فرق درمیان مفہوم اسم بالاجمال اور ماہیتہ مفہومہ من الحد بالتفصیل میں واضح ہے وہ یہ کہ جب کسی شخص کو مخاطب کیا جاوے گا اسم شئے کے ساتھ تو وہ شخص اگر عالم باللغت ہے تو ضرور مدلول اسم سے واقف ہو جاویگا۔ البتہ حد تفصیلی سے وہ ہی شخص واقف ہو سکتا ہے جسکو فن منطق میں مہارت ہے پس جن موجودات کے لئے حقائق ومفہومات دونوں ہیں تو ان کے لئے حدود حقیقیہ دالہ علے الحقیقۃ اور حدود اسمیہ دالہ علی المفاہیم دونوں ہونگی اور رہیں معدومات تو انکے واسطے سوائے مفہومات کے اور کچھ نہیں لہذا ان کی فقط حدود بحسب الاسم ہونگی اور حد بحسب الذات جب ہی ہو سکتی ہے کہ پہلے ذات کا موجود ہونا جانا جاوے چنانچہ حدود اشیاء قبل اقامت برہان سے انہیں حدود اسمیہ ہیں اور بعد اقامت برہان کے انہیں وہی حدود حقیقیہ ہو جاتی ہیں اور یہ کل تفصیل کتاب الشفاء میں مذکور ہے وَبِمَنِ الْعَارِضُ الْمُشَخَّصُ لِذِي الْعِلْمِ كَقَوْلِنَا مَنْ فِي الدَّارِ اور لفظ (مَنْ) کے ساتھ مطلب عارض مشخص یعنے ذی العلم کی طلب ہوتی ہے تاکہ افادہ تعیین وتشخیص کا ہو جاوے مثلاً یوں کہیں (گھر میں کون ہے) تو جواب میں زید کہا جاویگا ف بجائے ذے العقل کے ذی العلم اسلئے کہا گیا تاکہ باری تعالے کو بھی شامل ہو جاوے مثلاً (مَنْ رَبُّكَ) وَقَالَ السَّكَّاكِيُّ يُسْأَلُ بِمَا عَنِ الْجِنْسِ تَقُولُ مَا عِنْدَكَ أَيْ أَيُّ أَجْنَاسِ الْأَشْيَاءِ عِنْدَكَ وَجَوَابُهُ كِتَابٌ وَنَحْوُهُ اور سکاکی کہتے ہیں کہ لفظ ما کے ساتھ جنس سے سوال کیا جاتا ہے مثلاً یوں کہیں (کون اجناس شئے تمھارے پاس ہے)

تو جواب ہوگا کتاب وغیرہ اور سوال عن الماہیۃ بھی اسی مین داخل ہے نحو (ما الکلمۃ) یعنے کلمہ کن
جنس الفاظ سے ہے تو جواب ہوگا کہ (لفظ موضوع مفرد) ہے اَوْ عَنِ الْوَصْفِ نَقُوْلُ مَا زَیْدٌ وَ
جَوَابُهُ الْکَرِیْمُ وَنَحْوُهٗ چونکہ اسمین وصف زید سے سوال ہے اسلئے کریم وغیرہ سے جواب
دیا جاویگا جو اوصاف زید مین وَبِمَنْ عَنِ الْجِنْسِ مِنْ ذَوِی الْعِلْمِ نَقُوْلُ مَنْ جِبْرَئِیْلُ
اَیْ بَشَرٌ اَمْ مَلَکٌ اَمْ جِنِّیٌّ وَفِیْهِ نَظَرٌ اور لفظ من کے ساتھ سوال جنس ذوی العلم سے ہوگا
جیسے کہین (کون ہین جبرئیل) آیا بشر ہین یا فرشتہ یا جن اور اس قول مین نظر ہے یعنے تسلیم نہین
ہے کہ مَنْ سوال عن الجنس کے لیے آتا ہو اور یہ کہنا صحیح ہے کہ اُسکے جواب مین (مَلَک) کہدینا کافی ہوگا
بلکہ یون کہا جاویگا کہ (وہ ایک فرشتہ ہے جو وحی کو لاتا ہے انبیاء علیہم السلام پر خداوند کریم کیطرف سے
جس سے جبرئیل کی تعین وتشخیص ہوجاوگی - وَبِاَیٍّ عَمَّا یَمِیْزُ بِهٖ اَحَدُ الْمُتَشَارِکَیْنِ فِیْ
اَمْرٍ یَعُمُّهُمَا نَحْوُ اَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ خَیْرٌ اَحْسَنُ مَقَامًا اَیْ نَحْنُ اَمْ اَصْحَابُ
مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَسَلَّمَ - اور بذریعہ لفظ اَیُّ کے سوال کیا جاتا ہے
اس چیز سے جو امتیاز دیوے احد المتشارکین کو جو کسی امر عام مین شریک ہین اور وہ امر عام مضمون ہے
لفظ اَیُّ کے مضاف الیہ کا مثلاً (کون خیر ہے فریقین مین سے مرتبہ مین آیا ہم یا اصحاب محمد صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم پس مطلب آیت کا یہ ہوا کہ مومنین اور کافرین مفہوم عام یعنی خیریت مین دونون شریک
ہین اب امر ممیز کا استفسار منظور ہے کہ (کون خیریت) کس لیے ثابت ہے - وَبِکَمْ عَنِ الْعَدَدِ
نَحْوُ سَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ کَمْ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ اٰیَۃٍ بَیِّنَۃٍ عدد سے سوال لفظ (کَمْ
کے ساتھ ہوتا ہے مثلاً آپ بنی اسرائیل سے سوال کیجیے کہ کتنی آیات انکو دین ہمنے جیسے یا تین مثلاً
مِنْ آیۃ ممیز کَمْ کی بزیادہ مِنْ اصل مین عبارت یون ہے (کَمْ اٰیَۃً اٰتَیْنٰهُمْ) اور چونکہ فعل متعدی کا
فصل واقع ہوگیا ہے درمیان کم اور ممیز کے اسلئے (مِنْ) زیادہ کیا گیا تاکہ یہ وہم نہو کہ (آیۃ) مفعول
ثانی ہے چنانچہ اس کو ہمنے قول کم ذرت عنی من تمامل کی شرح مین بیان کردیا ہے اور بظاہر بیان نہین

استفسار عدد سے ہے مگر اسکی غرض تفریع و توبیخ ہے وَبِكَيْفَ عَنِ الْحَالِ وَبِأَيْنَ عَنِ الْمَكَانِ
وَبِمَتٰى عَنِ الزَّمَانِ وَبِأَيَّانَ عَنِ الزَّمَانِ الْمُسْتَقْبَلِ اور لفظ کیف استفسار حال اور
این استفسار مکان اور لفظ متٰی سوال زمان خواہ ماضی ہو یا مستقبل اور لفظ ایّان استفسار زمان
مستقبل کیلئے آتا ہے قِيْلَ وَقَدْ يُسْتَعْمَلُ فِي مَوَاضِعِ التَّفْخِيْمِ مِثْلُ أَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ
اور کبھی مقام تعظیم میں ایّان مستعمل ہوا ہے مثلاً کب روز قیامت ہوگا وَأَنّٰى تُسْتَعْمَلُ تَارَةً
بِمَعْنٰى كَيْفَ نَحْوُ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ اور لفظ انّٰی کبھی ہم معنے کیف کے آتا ہے
اور اسکے بعد اسوقت فعل کا ہونا واجب ہے لہذا أَنّٰى زَيْدٌ بمعنے کیف زید درست نہیں لعدم الفعل
بعدہٗ یعنے موضع حرث واحد ہو پھر کیفیت میں تعمیم ہے باعتبار جہت کے اقبالاً و ادباراً وَأُخْرٰى
بِمَعْنٰى مِنْ أَيْنَ نَحْوُ أَنّٰى لَكِ هٰذَا اور کبھی ہم معنے من این کے آتا ہے یعنی یہ رزق ہر دم تمہارے
پاس کہاں سے اور کس جگہ سے آتا ہے اور لفظ یستعمل میں اشارہ ہے کہ یہ لفظ انّٰی محتمل ہے کہ
مشترک بین المعنین ہو یا ایک معنی حقیقی اور دوسرا مجازی ہو اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ بمعنی این ہو
لیکن استعمال کبھی مَن ظاہرہ اور کبھی مَن مقدرہ کے ساتھ ہوتا ہے مثلاً من انّٰی عشرون لنا ای
من اَینَ وکقولہ تعالے انّٰی لکِ ہٰذا ای من این کما ذکرہ الرضی ثُمَّ إِنَّ هٰذِهِ الْكَلِمَاتِ
الْاِسْتِفْهَامِيَّةَ كَثِيْرًا مَّا تُسْتَعْمَلُ فِيْ غَيْرِ الْاِسْتِفْهَامِ كَالْاِسْتِبْطَاءِ نَحْوُ
كَمْ دَعَوْتُكَ پھر یہ کلمات استفہام کبھی غیر استفہام میں بھی مستعمل ہوتے ہیں مقام کے مناسب
بحسب قرائن دالہ جیسے اظہار شدت انتظار یعنے بہت بلایا میں نے تم کو وَالتَّعَجُّبِ نَحْوُ مَا لِيَ
لَا أَرَى الْهُدْهُدَ کہتے ہیں کہ ہدہد جو ایک پرند مشہور ہے جسکے سر پر تاج ہوتا ہے
اسکو ملک الطیور کہتے ہیں وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بلا اجازت کہیں نہیں جاتا تھا ایک دن
حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسکو نہ دیکھا تو اپنے نفس سے تعجب کر کے فرمانے لگے کہ کیا حال ہے
میرا کہ ہدہد مجھکو دکھائی نہیں دیتا اور ظاہر ہے کہ کوئی عاقل اپنے نفس کے حال سے استفہام

نہین کرتا ہے اور صاحب کشاف کا قول بھی استفہام حقیقی پر دال نہین وہ یہ کہ جب حضرت
سلیمان علیہ السلام نے ہُدہُد کی جگہ پر نظر کی تو وہ نہ دکھہ پڑا بوجہ ساتر وغیرہ کے پھر جب معلوم ہوا
کہ وہ غائب ہے تو اضراب کرکے کہا (اَمْ هُوَ غَائِبٌ) کیا وہ غائب ہے وَالتَّنْبِیْهِ عَلَى الضَّلَالِ
نَحْوُ فَاَیْنَ تَذْهَبُوْنَ - یا واسطے اظہار گمراہی کے مثلاً کہان بے راہ جاتے ہو - وَالْوَعِیْدِ
كَقَوْلِكَ لِمَنْ یُسِیْءُ الْاَدَبَ اَلَمْ اُؤَدِّبْ فُلَانًا اِذَا عَلِمَ ذٰلِكَ یا واسطے
دھمکانے کے مثلاً کوئی بے ادب سے کہے کہ (کیا ہمنے فلان کو مؤدب نہین بنا دیا) مگر یہ
جب ہے کہ مخاطب کو معلوم ہو کہ ہمنے فلان کو ادب سکھایا ہے تاکہ وہ وعید اور خوف کے معنے
سمجھے اور سوال و استفسار پر محمول نکرے وَالتَّقْرِیْرُ بِاِیْلَاءِ الْمُقَرَّرِ بِهِ الْهَمْزَةَ
كَمَا مَرَّ - اور کبھی استفہام اسواسطے آتا ہے کہ مخاطب سے اُس چیز کا اقرار کرالے جسکو وہ جانتا ہے
اور اسکو استفہام تقریری کہتے ہین - اس صورت مین لفظ استفہام شئے اقراری کے متصل لایا جاویگا
جیسے استفہام حقیقی مین مسئول عنہ ہمزہ کے متصل لایا جاتا ہے مثلاً فعل کا اقرار منظور ہو تو یون کہینگے
(اَضَرَبْتَ زَیْدًا) یہان اقرار ضرب ہے اور فاعل کے اقرار مین یون کہینگے (ءَاَنْتَ ضَرَبْتَ)
اور مفعول کے اقرار مین یون (اَزَیْدًا ضَرَبْتَ) وعلیٰ ہذا القیاس باقی متعلقات فعل - وَكَذٰلِكَ
الْاِنْكَارُ نَحْوُ اَغَیْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ - اور ایسا ہی کبھی استفہام واسطے انکار اُس چیز کے
آتا ہے جسکو مخاطب جانتا ہے اسکو استفہام انکاری کہتے ہین پس انکار فعل مین یون کہینگے
(اَ) اَیَقْتُلُنِیْ وَالْمَشْرَفِیُّ مُضَاجِعِیْ اور انکار فاعل مین یون کہینگے قولہ تعالے (اَهُمْ یَقْسِمُوْنَ
رَحْمَتَ رَبِّكَ) کیا وہ ہمارے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہین یعنی ایسا نہ کرین) اور انکار مفعول
مین یون قولہ تعالے (اَغَیْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِیًّا) کیا غیر اللہ کو مین دوست بناؤن یعنے ایسا نچاہیے
اور غیر ہمزہ کا بھی انکار اور تقریر کے لیے آتے ہین مگر اسقدر تفصیل انہین نہین جاری ہوتین اسلیے
انکی بحث ترک کی گئی ہے - وَمِنْهُ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ اَیْ اِنَّهٗ كَافٍ عَبْدَهٗ لِاَنَّ

اِنکَارَ النَّفیِ نَفْیٌ لَہٗ وَنَفْیُ النَّفْیِ اِثْبَاتٌ اور استفہام انکاری ہے اس قول میں بھی (کیا خداوند کریم اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں ہے یعنی اللہ سبحانہ تعالیٰ کافی ہے بس یہان پر استفہام انکاری نے نفی الکفایۃ کی نفی کردی اور نفی کی نفی اثبات ہو جاتا ہے وَھٰذَا مُرَادُ مَنْ قَالَ اِنَّ الْھَمْزَۃَ فِیْہِ لِلتَّقْرِیْرِ بِمَا دَخَلَہُ النَّفْیُ لَا بِالنَّفْیِ اور یہی معنے مراد ہے اس شخص کی جو کہتا ہے کہ اس قول میں ہمزہ تقریر کے لئے ہے یعنی مخاطب کو اس شئے کے اقرار پر آمادہ کرنا جسپر نفی داخل ہوئی ہے (یعنی اللہ کافٍ) نہ نفی پر یعنے (اَلَیْسَ اللہُ بِکَافٍ) پس اس سے معلوم ہوا کہ دخول ہمزہ کے ساتھ اقرار واجب نہیں بلکہ اس حکم کے ساتھ اقرار ہوگا جسکو مخاطب جانتا ہے خواہ وہ حکم نفیًا ہو یا اثباتًا وعلیٰ ہذا القیاس یہ قول اللہ تعالےٰ کا (ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللہِ) اسمین بھی ہمزہ تقریر کے لئے ہے یعنی وہ حکم جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جانتے ہیں نہ لفظ (اتخذونی) کیونکہ انھون نے یہ لفظ نہیں کہا اور قول مصنف کا کہ (الانکار کذلک) اس تشبیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انکار فعل کی صورت یہ ہے کہ فعل ہمزہ کے بعد متصل واقع ہو۔ اور چونکہ یہان پر انکار فعل کی صورت ایک اور بھی ہے کہ ہمزہ اور فعل دونون متصل واقع ہون تو اسکے لئے مصنفؒ آگے کی عبارت مین اشارہ کرتے ہین۔ وَلِاِنْکَارِ الْفِعْلِ صُوْرَۃٌ اُخْرٰی وَھِیَ نَحْوُ اَزَیْدًا ضَرَبْتَ اَمْ عَمْرًا لِمَنْ یُّرَدِّدُ الضَّرْبَ بَیْنَھُمَا۔ اور انکار فعل کی ایک اور بھی صورت ہے وہ یہ کہ ایک شخص کے متعلق مثلاً دو کام سپرد ہین اور متکلم دونون کامون کا انکار کرے پس گویا اس فعل سے انکار ہو جاتا ہے مثلاً (تو نے زید کو مارا ہے یا عمر و کو یعنے کسیکو نہیں مارا اور کچھ نہیں کیا کیونکہ نفی محل سے نفی فعل لازم آجاوے گی یعنے فعل ضرب کا تعلق مخاطب کے نزدیک زید اور عمر مین دائر تھا نہ غیر مین بس دونون سے تعلق منتفی ہونے سے اصل فعل منتفی ہو گیا۔ وَلِلْاِنْکَارِ اِمَّا لِلتَّوْبِیْخِ اَیْ مَا کَانَ یَنْبَغِیْ اَنْ یَّکُوْنَ ذٰلِکَ نَحْوُ اَعَصَیْتَ رَبَّکَ اور انکار کبھی واسطے توبیخ اور زجر کے آتا ہے مثلاً (کیا تو نے نافرمانی کی اپنے رب کی) ایسا نہونا چاہیے تھا یعنے عصیان واقع ہے

لیکن نہونا چاہئے تھا اور جسنے کہا ہے کہ یہ ہمزہ تقریر کیلئے ہے اُسکے معنے ہیں تحقیق وتثبیت کے
اَوْلَا یَنْبَغِیْ اَنْ یَّکُوْنَ نَحْوُ اَتَعْصِیْ رَبَّكَ یا ایسا آئندہ نہونا چاہیے مثلاً کیا تو اپنے رب
کی نافرمانی کرے گا یعنی ایسا نہ چاہیئے اَوْلِلتَّکْذِیْبِ اَیْ لَمْ یَکُنْ نَحْوُ اَفَاَصْفٰکُمْ رَبُّکُمْ
بِالْبَنِیْنَ یا ماضی میں تکذیب ہو مثلاً (کیا پسند کیا تم کو رب نے بیٹوں کے ساتھ) یعنے ایسا نہیں
کیا اللہ نے اَوْ لَا یَکُوْنُ نَحْوُ اَنُلْزِمُکُمُوْهَا یا مستقبل میں ایسا ہوگا مثلاً کیا ہدایت اور حجت
کو جبر لازم کرینگے ہم یعنے اُسکے قبول کرنے پر ہم کوئی اکراہ اور اجبار نکرینگے جبکہ تمکو ناگوار ہے
اَوِالتَّهَكُّمُ (استہزا) یہ الاستبطاء پر عطف ہونے سے مجرور اور الانکار پر ہونے سے مرفوع ہوگا اور اسمیں
نحاۃ کا اختلاف ہے کہ جب بہت سے معطوفات ہوں تو جمیع کا عطف اول پر ہو یا ہر ایک کا اپنے ماقبل پر
نَحْوُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآءُنَا حضرت شعیب علیہ السلام کثرت سے نماز گزار
تھے اور اُنکے قوم جب نماز پڑھتے اُنکو دیکھتی تھی تو ہنسنے لگتی تھی لہذا اُنکا قصد استفہام سے حقیقی مراد نہ تھا بلکہ
استہزا اور تمسخر یہ کرنا منظور تھا وَالتَّحْقِیْرِ نَحْوُ مَنْ هٰذَا یا تحقیر منظور ہو جیسا اُس شخص سے
جسکو تم جانتے ہو کہو کہ کون ہے یہ) یعنے کیا چیز ہے اسمیں تحقیر شان مشار الیہ وَالتَّهْوِیْلِ

کَقِرَاءَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَلَقَدْ نَجَّیْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِیْنِ مَنْ فِرْعَوْنُ بِلَفْظِ

الْاِسْتِفْهَامِ وَرَفْعِ فِرْعَوْنُ وَلِهٰذَا قَالَ اِنَّهٗ كَانَ عَالِیًا مِّنَ الْمُسْرِفِیْنَ
اور استفہام (یعنے من بفتح المیم) کبھی خوف دلانے کے لئے آتا ہے جیسا قرات ابن عباس میں من بفتح المیم اور رفع فرعون
سے یعنی (ہمنے بنی اسرائیل کو عذاب دکھ دینے والے سے نجات دی. جانتے ہو کون ہے فرعون)
مَنْ مبتدا فرعون خبر یا بالعکس علی اختلاف القولین اور ظاہر ہے کہ یہاں بھی استفہام حقیقی مراد نہیں ہے
بلکہ مقصود یہ ہے کہ جب عذاب کو شدت اور فظاعت کے ساتھ موصوف کیا تو بنی اسرائیل کی تخویف
کے واسطے من فرعون اور بڑھا دیا تاکہ تہویل وتخویف میں زیادتی ہوجاوے کہ ایسے معذب کا عذاب
سخت ہوگا اور اس تخویف کی تتمیم کے لئے دوسرا جملہ زیادہ کیا کہ وہ فرعون سخت متکبر منجملہ مسرفین کے تھا

وَالِاسْتِبْعَادِ نَحْوُ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۝ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ۔ اس آیت میں بھی حقیقت استفہام مراد نہیں بلکہ استبعاد منظور ہے اور قرینہ (قد جاءہم) ثم آخر ہے یعنے وہ کیسے نصیحت قبول کرینگے اور وعدہ ایمان کی وفا کرینگے وقت رفع عذاب کے ایسے حالانکہ اُنکے پاس اعظم آیات بینات کتاب معجز کی آئیں بتوسل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مگر اُنکو کوئی اثر نہوا اور اعراض کر گئے وَمِنْهَا الْاَمْرُ منجملہ انواع طلب کے امر ہے اور وہ طلب فعل کی ہے بطور حکم واستعلا کے یعنی امر کرنے والا اپنے آپکو بلند مرتبہ اور دوسرے کو یعنی اسکو جسپر امر کرتا ہے پست قدر شمار کرتا ہے برابر ہے کہ یہ بلندی و پستی واقعی ہو یا غیر واقعی اور صیغہ امر معانی کثیرہ میں مستعمل ہوتا ہے اور اسکے موضوع لہ حقیقی میں اختلاف کثیر ہے بین الاصولیین اور چونکہ دلائل مفید یقین کو نہ تھے اس بارہ میں اسلئے مصنف الاظہر کہتے ہیں وَالْاَظْهَرُ اَنَّ صِيْغَتَهٗ مِنَ الْمُقْتَرِنَةِ بِاللَّامِ نَحْوُ لِيَحْضُرْ زَيْدٌ وَغَيْرُهَا نَحْوُ اَكْرِمْ عَمْرًا وَرُوَيْدَ بَكْرًا مَوْضُوْعَةٌ لِطَلَبِ الْفِعْلِ اِسْتِعْلَاءً لِتَبَادُرِ الْفَهْمِ عِنْدَ سَمَاعِهَا اِلٰى ذٰلِكَ الْمَعْنٰى صیغہ امر عام ہے اسم ہو جیسے رویدا بکرا یا فعل ہو نیز عام ہے مقترن لام سے ہو یا مجرد عن اللام اور چونکہ تبادر الی الفہم اقوی امارت حقیقت ہے اسلئے مصنف رہ نے اسی کو دلیل بنایا ہے اور المعنی سے مراد طلب الفعل استعلاء ہے وَقَدْ تُسْتَعْمَلُ لِغَيْرِهٖ كَالْاِبَاحَةِ نَحْوُ جَالِسِ الْحَسَنَ اَوِ ابْنَ سِيْرِيْنَ کبھی صیغہ امر غیر استعلاء کے واسطے آتا ہے یعنی متکلم اسمیں کوئی بڑائی کا خیال نہیں کرتا ہے جیسا اباحت مثلاً حسن یا ابن سیرین سے ہم مجلس ہو یعنے جائز ہے کہ ایک سے یا دونوں سے مجلس ہو یا کسیکے پاس نہ بیٹھو ہر طرح سے اختیار ہے وَالتَّهْدِيْدِ نَحْوُ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ یا واسطے تہدید وتخویف کے ف اور تہدید عام ہے انذار سے کیونکہ اسکے معنے ہیں ابلاغ مع التخویف اور صحاح جو لغت کی کتاب ہے اسمیں (الانذار تخویف مع دعوۃ) بہرکیف صرف خوف دلانا نہیں مثلاً (کر دعمل جو بنا ہو) اسمیں ہر عمل کی اجازت نہیں بلکہ دہمکی ہے بداعمالوں کو وَالتَّعْجِيْزِ نَحْوُ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ یا واسطے

تعجیز کے مثلاً (بس لاؤ کوئی سورت ما نزلنا کی مثل یہاں اتیان مثل کی طلب منظور نہیں ہے لکونہ محالا
ف ظرف لغو یعنی من مثلہ متعلق ہے (فاتوا) کے اور ضمیر مجرور راجع ہے عبدنا کی طرف یا ظرف مستقر
صفت ہے سورۃ کی اور ضمیر مجرور اسوقت راجع ہے ما نزلنا کی طرف یا عبدنا کی جانب اور پہلی صورت
مین ما نزلنا کی جانب راجح ہین وجہ اس کی یہ ہے کہ اسوقت مثل القرآن کا ثبوت ہو یا جاتا ہے
بشہادت ذوق سلیم کیونکہ تعجیز مأتی بہ کی ہو گی یعنے مثل قرآن تو ہے مگر وہ لوگ اسکی کوئی سورت نہین
لاسکتے بخلاف اس کے کہ سورت کی وصف بنائی جاوے کیونکہ اسوقت مُراد یہ ہو گی کہ معجوزعنہ سورت
موصوفہ ہے باعتبار انتفا وصف کے۔ اگر کہا جاوے کہ ممکن ہے کہ تعجیز باعتبار انتفا ماتی بہ کے
ہو تو جواب یہ ہے کہ یہ احتمال عقلی ہے اور بعید از فہم ہے اور نہ اعتبارات بلغا مین اسکی کوئی گنجایش
ہے لہذا اسکا کوئی اعتبار بلحاظ شان نہین اور بعضون کے لئے یہان پر کلام طویل ہے جسکے لانے
مین کوئی فائدہ نہین۔ وَالتَّسْخِيْرِ نَحْوُ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ۔ یا واسطے تسخیر اور انقیاد
کے آتا ہے مثلاً ہو جاؤ بندر ذلیل) اسمین امر تکوینی ہے جو بندر کے اختیار سے باہر ہے کہ قردہ
بنجاوینگے بخلاف اہانت کے کہ اسمین صیرورت مقصود نہین ہوتی بلکہ قلت مبالات مراد ہوتی ہے
وَالْاِهَانَةِ نَحْوُ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ۔ یا اظہار کم قدری (مثلاً ہو جاؤ حجر یا لوہا یعنے
ذلیل ہو) وَالتَّسْوِيَةِ نَحْوُ اِصْبِرُوْا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۔ یا واسطے اظہار مساوات دو شئے کے
مثلاً (صبر کرو یا نہ کرو) ف اباحت اور تسویہ مین یہ فرق ہے کہ اول مین مخاطب فعل کو محظور اور ممنوع
خیال کرتا تھا لہذا اسکو فعل مین اجازت ملگئی مع عدم حرج کے ترک مین اور تسویہ مین احد الطرفین یعنے
فعل یا ترک کو انفع وارجح گمان کرتا تھا تو متکلم نے بیان کردیا کہ یہ دونون امر برابر ہین یعنے صبر و عدم صبر
وَالتَّمَنِّيْ نَحْوُ ع اَلَا اَيُّهَا اللَّيْلُ الطَّوِيْلُ اَلَا انْجَلِيْ) دوسرا مصرع یہ ہے (بِصُبْحٍ وَمَا الْاِصْبَاحُ
مِنْكَ بِاَمْثَلٖ) اس شعر مین طلب انجلاء لیل سے منظور نہین کیونکہ یہ بات رات کی قدرت مین نہین ہے
لیکن شاعر رات کی شدائد اور طوالت کی کلفت سے خلاصی کی تمنا و آرزو کرتا ہے گویا اسکو رات گذرنے

کی امید ہی نہیں ہے چنانچہ اسی لیے تمنی پر محمول کیا گیا۔ ترجی پر اور تمنی اور ترجی کا فرق گذر چکا ہے
اے شب دراز تو کھل جا بسبب صبح کے مگر صبح کرنا بھی کوئی بہتر نہیں تم سے کیونکہ یہ کرات اور دن دونوں
برابر ہیں غم و حزن میں پھر آرزو بے سود ہے وَالدُّعَاءِ نَحْوُرَبِّ اغْفِرْلِیْ یا دعا کے واسطے
مثلاً (اے رب مجھے معاف فرمایئے) اسمیں طلب علی سبیل التضرع ہے۔ وَالِالْتِمَاسِ کَقَوْلِكَ
لِمَنْ يُسَاوِيْكَ رُتْبَةً اِفْعَلْ بِدُوْنِ الْاِسْتِعْلَاءِ وَالتَّضَرُّعِ یا واسطے التماس کے جیسا تو
اپنے ہمسر سے کہے (کیجئے) اور لفظ لمن یساویک کے موجود ہوتے ہوئے بدون الاستعلا اسلئے
کہا کہ استعلا علو کو مستلزم نہیں بلکہ مساوی اور ادنیٰ دونوں سے استعلا ہو سکتی ہے۔ ثُمَّ الْاَمْرُ
قَالَ السَّكَّاكِيُّ حَقُّهُ الْفَوْرُ لِاَنَّهُ الظَّاهِرُ مِنَ الطَّلَبِ وَلِتَبَادُرِ الْفَهْمِ عِنْدَ
الْاَمْرِ بِشَيْءٍ بَعْدَ الْاَمْرِ بِخِلَافِهِ اِلَى تَغْيِيْرِ الْاَمْرِ الْاَوَّلِ دُوْنَ الْجَمْعِ وَاِرَادَةِ
التَّرَاخِيْ وَفِيْهِ نَظَرٌ بعدہ معلوم ہو کہ سکاکی کہتے ہیں کہ امر کا حق فی الفور ہے کیونکہ وہی عند الطلب
ظاہر ہے جیسا استفہام اور ندا میں اور نیز متبادر الی الفہم یہی ہے کہ جب کسی کام کا امر کرنے کے بعد اسکی ضد کا
حکم کیا جادے تو وہ بغیر جمع بین الامرین یا ارادہ تراخی مراد نہیں ہوتا مثلاً مولے اپنے غلام سے کہے
(قُم) پھر قبل قیام کے اس سے کہے کہ (شام تک لیٹے رہو) تو ظاہر ہے کہ یہاں امر بالقیام کی تغییر امر بالاضطجاع
کی طرف متبادر ہے نہ جمع بین القیام والاضطجاع مع التراخی اور وجہ نظر کی یہ ہے کہ وقت خلو عن القرائن
کے حق الفور تسلیم نہیں ہے بلکہ جائز ہے کہ فور نہ ہو۔ وَمِنْهَا النَّهْيُ۔ منجملہ انواع طلب کے ایک نہی
ہے یعنی طلب روکنے فعل کی بطور حکومت و بڑائی کے وَلَهٗ حَرْفٌ وَاحِدٌ وَهُوَ لَا الْجَازِمَةُ
فِيْ نَحْوِ لَا تَفْعَلْ وَهُوَ كَالْاَمْرِ فِي الْاِسْتِعْلَاءِ اور حرف نہی ایک ہے یعنی وہ لا جازمہ ہے
اور وہ نہی اتنداء امر کی ہے استعلا میں مثلاً (الیسا مت کر) وَقَدْ يُسْتَعْمَلُ فِيْ غَيْرِ طَلَبِ
الْكَفِّ اَوِ التَّرْكِ كَالتَّهْدِيْدِ كَقَوْلِكَ لِعَبْدٍ لَا يَمْتَثِلُ اَمْرَكَ لَا تَمْتَثِلْ اَمْرِيْ
اور کبھی صیغہ نہی میں علاوہ طلب کف یا طلب ترک کے کچھ اور مقصود ہوتا ہے مثل تہدید کے

جیسا کوئی اپنے نافرمان غلام سے کہے کہ (اچھا میرا کہنا مت مان تو) اور مفہوم نہی میں دو قول ہیں طلب
کف عن الفعل یا طلب ترک اور دعا و التماس بھی نہی میں جاری ہوتی ہے مانند امر کی وَهٰذِهِ الاَرْبَعَةُ
يَجُوْزُ تَقْدِيْرُ الشَّرْطِ بَعْدَهَا اور ان چاروں یعنی تمنی و استفہام و امر و نہی کے بعد تقدیر شرط کی درست
ہے مع لانے جزاء مجزوم کے بعد انکے اور لفظ اِنْ مع شرط کے مقدر ہوگا مثلاً تمنی میں کہینگے کَقَوْلِكَ
لَيْتَ لِيْ مَالًا اُنْفِقَهُ اَيْ اِنْ اُرْزَقْهُ اُنْفِقْهُ یعنی اگر دیا جاؤں تو خرچ کروں اور استفہام میں
یوں وَاَيْنَ بَيْتُكَ اَزُرْكَ اَيْ اِنْ تُعَرِّفْنِيْهِ اَزُرْكَ یعنی اگر تم اپنا گھر مجھے بتاؤ تو میں زیارت
کروں تمہاری اور امر میں یوں وَاَكْرِمْنِيْ اُكْرِمْكَ اَيْ اِنْ تُكْرِمْنِيْ اُكْرِمْكَ یعنے میری تم اگر
قدر کرو تو میں بھی عزت کروں تیری اور نہی میں یوں کہیں وَلَا تَشْتِمْ يَكُنْ خَيْرًا لَكَ اَيْ
اِنْ لَا تَشْتِمْ يَكُنْ خَيْرًا یعنے اگر تم سب وشتم نکرو تو بہتر ہوگا پس جاننا چاہیے کہ متکلم کو جس
شئے نے کلام طلبی بولنے پر مجبور کیا ہے وہ ہی شئے مقصود ہوتی ہے خواہ لذاتہ ہو یا لغیرہ یعنے غیر کا
توقف اسپر ہو مثلاً جب صیغہ طلب ذکر کیا گیا اور اسکے بعد وہ شئے لائی گئی جو مطلوب پر موقوف
ہے جیسے (انفاق) مثلاً تو ظن مخاطب پر بھی امر غالب ہوگا کہ وہ شئے لذاتہ مقصود نہیں بلکہ
بغرض انفاق لائی گئی ہے پس سوقت طلب میں معنے شرط کے مع ذکر شئے مذکور کے واضح وظاہر ہو جائینگے
اور یہاں پر ایک شبہ وارد ہوتا تھا وہ یہ کہ نحات نے پانچ اشیاء ذکر کی ہیں جنکے بعد شرط مقدر ہوتی
ہے اور مصنف نے چار کو ذکر کیا ہے تو اس کی کیا وجہ ہے لہذا آگے کی عبارت جواب کیطرف
اشارہ ہے وَاَمَّا الْعَرْضُ كَقَوْلِكَ اَلَا تَنْزِلُ بِنَا تُصِبْ خَيْرًا اَيْ اِنْ تَنْزِلْ
تُصِبْ خَيْرًا فَمَوْلُدٌ مِنَ الْاِسْتِفْهَامِ عرض بمعنے طمع آلا حرف عرض ہے اور یہ کوئی
مستقل کلمہ نہیں بلکہ ہمزہ استفہام فعل منفی پر داخل ہوا ہے اور چونکہ حقیقت استفہام پر حمل کرنا
ممتنع ہے للعلم بعدم النزول مثلاً لہذا اس سے بمعونت قرائن عرض النزول اور طلب نزول کے معنے
پیدا ہو گئے ہیں یعنے تمہارے آنے کی امید تھی اگر آؤ گے تو خیر پاؤ گے وَيَجُوْزُ فِيْ غَيْرِهَا بِقَرِيْنَةٍ

نحو اَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِیَآءَ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِیُّ اَیْ اِنْ اَرَادُوْا اَوْلِیَآءَ بِحَقٍّ اور جائز ہے تقدیر شرط کی علاوہ ان مواضع مذکورہ کے بھی بہ موجودگی قرینۃ الدال علی الشرط کے یعنی اگر وہ لوگ دوست حق بنا چاہتے ہین تو انکو لازم ہے کہ صرف خدا کو اپنا دوست اور مولا بنائین نہ غیر کو اور بعضون نے کہا ہے کہ یہان آیت کریمہ مین کوئی تقدیر شرط کی حاجت نہین ہے کیونکہ ام اتخذوا مین استفہام توبیخی ہے جسکا مآل نفی نکلتا ہے باین معنے لاینبغی ان یتخذوا من دونہ اولیاء۔ اب یہ بغیر تقدیر شرط کے (فاللہ ہو الولی) مترتب ہوجائیگا جیسا یون کہا جاوے (لاینبغی ان یعبد غیر اللہ فاللہ ہو المستحق للعبادۃ) اور اس قول مین نظر ہے وہ یہ کہ کوئی قاعدہ کلیہ نہین کہ کسی چیز مین معنے شے کے پائے جاوین تو اُس شے کا حکم بھی اُس چیز مین پایا جاوے اور طبع مستقیم اس مثال کی صحت پر کافی شاہد موجود ہے مثلاً یون کہین لا تضرب زیدًا فہو اخوک نا بنا اسکی کہ عدم ضرب پر اخوت مترتب نہین بلکہ برعکس ہے اور برخلاف اس مثال کے مثلاً (اتضرب زیدًا فہو اخوک) کہ اسمین استفہام انکاری ہے لہذا بدون واؤ حالیہ کے یہ مثال درست ہوگی وَمِنْهَا النِّدَآءُ منجملہ انواع طلب کے ندا ہے یعنے پکارنا اور جسکو پکارا جاتا ہے اُسکو منادی کہتے ہین اور حرف ندا قائم مقام ادعو کے ہے خواہ وہ حرف ندا ملفوظ ہو یا مقدر اور ندا مین منادی کی توجہ مطلوب ہوتی ہے حقیقۃً ہو یا حکمًا وَقَدْ تُسْتَعْمَلُ صِيْغَتُهٗ فِیْ غَيْرِ مَعْنَاهُ كَالْاِغْرَآءِ فِیْ قَوْلِكَ لِمَنْ اَقْبَلَ عَلَيْكَ يَتَظَلَّمُ يَا مَظْلُوْمُ اور کبھی حروف ندا غیر معنے طلب مین استعمال کیے جاتے ہین مثلاً اغرا یعنے شکوہ وشکایت کے اظہار پر مظلوم کو اکسانا اور آمادہ کرنا بیان شکایت پر یا مظلوم کہکر نہ اقبال اور توجہ منادے مقصود ہے لکونہ حاصلًا وَالْاِخْتِصَاصِ فِیْ قَوْلِهِمْ اَنَا اَفْعَلُ كَذَا اَيُّهَا الرَّجُلُ نیز حرف ندا اختصاص کے لئے آتا ہے جیسا ایہا الرجل مین کیونکہ اس کی اصل ہے منادی کو طلب توجہ کے ساتھ خاص کرنا بعدہ طلب اقبال سے خالی کرکے تخصیص اور تعیین مدلول پر الاستعمال کردیگئی یعنے متکلم نے اپنے نفس کو فعل کرنے کے لئے خاص کردیا ہے اب انا اور الرجل سے سوا نفس متکلم کے کوئی اور مراد نہین ہے لہذا ایہا ضمیم اور الرجل مرفوع اور مجموعہ محل نصب مین ہے بنا بر حالیہ

کے اسلئے مصنف آگے کہتے ہیں اَیْ مُتَخَصِّصًا بَیْنَ الرِّجَالِ اور حرف ندا کبھی استغاثہ کے لئے
آتا ہے یا لِلّٰہِ یا واسطے تعجب یا لَلْمَاءِ یا واسطے اظہار حسرت وتوجع کے جیسے ندا اطلال ومنازل
وغیرہ میں ثُمَّ الْخَبَرُ قَدْ یَقَعُ مَوْقِعَ الْاِنْشَاءِ اِمَّا لِلتَّفَاؤُلِ پھر کبھی خبر موضع انشاء میں
استعمال ہوتی ہے تفاؤل یعنی نیک فالی کے لئے جیسے دعا بلفظ ماضی بوجہ تحقق وقوع کے مثلاً
وَفَّقَکَ اللّٰہُ لِلتَّقْوٰی اَوْ لِاِظْھَارِ الْحِرْصِ فِیْ وُقُوْعِہٖ کَمَا مَرَّ یا واسطے اظہار حرص کے وقوع
میں چنانچہ بحث شرط میں گذرا ہے کہ طالب کی رغبت جب کسی شئے میں زیادہ ہوگی تو وہ اسکا تصور
زیادہ کرے گا جسے کہ اس شئے کو حاصل اور واقع خیال کر کے لفظ ماضی لاویگا مثلاً رَزَقَنِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی
لِقَاءَکَ یعنی اللہ تعالے تمہاری زیارت ہمکو نصیب کرے۔ وَالدُّعَاءُ بِصِیْغَۃِ الْمَاضِیْ مِنَ الْبَلِیْغِ
یَحْتَمِلُھُمَا بلیغ کا لفظ ماضی سے دعا کرنا تفاؤل اور اظہار حرص دونوں کا محتمل ہے مثلاً رحمک اللہ
اور غیر بلیغ تو وہ ان اعتبارات سے بالکل غافل ہے اَوْ لِلْاِحْتِرَازِ عَنْ صُوْرَۃِ الْاَمْرِ
یا صورت امر سے بچنے کے لئے مثلاً قول غلام کا اپنے مولے کے لئے یَنْظُرُ الْمَوْلٰی اِلَیَّ سَاعَۃً دُوْنَ اُنْظُرْ
کیونکہ صورت امر میں بے ادبی ہے اگرچہ اسکا قصد دعا وسفارش ہے۔ اَوْ لِحَمْلِ الْمُخَاطَبِ
عَلَی الْمَطْلُوْبِ بِاَنْ یَّکُوْنَ مِمَّنْ لَّا یُحِبُّ اَنْ یُّکَذِّبَ الطَّالِبَ یا واسطے رغبت
دلانے متکلم کے مخاطب کو مطلوب پر جبکہ طالب کی تکذیب پسند نہو مخاطب کو مثلاً یوں کہیں تَاْتِیْنِیْ
غَدًا یعنی تم کل آؤ گے بجائے اِئْتِنِیْ کہ یعنی کل آئیگا مطلب یہ کہ متکلم مخاطب کے آنیکو بصیغہ خبر ذکر کرتا ہے تاکہ مخاطب کو آنا لازم
ہو جاوے اس خیال سے کہ میں اگر نہ جاؤنگا تو میرے دوست کی خبر جھوٹی ہو جاوے گی بظاہر
تَنْبِیْہٌ بطور فائدہ اور نوٹ کے ایک بات ذکر کرتے ہیں مصنف اَلْاِنْشَاءُ کَالْخَبَرِ
فِیْ کَثِیْرٍ مِّمَّا ذُکِرَ فِی الْاَبْوَابِ الْخَمْسَۃِ السَّابِقَۃِ فَلْیَعْتَبِرْہُ النَّاظِرُ
یعنے جو احوال ابواب خمسہ سابقہ میں درباب خبر مذکور ہوئے ہیں انمیں سے اکثر احوال باب انشا میں بھی
جاری ہو سکتے ہیں اور ابواب خمسہ یہ ہیں احوال الاسناد والمسند الیہ والمسند ومتعلقات فعل

والقصر۔ لہذا ناظر کو چاہیئے کہ احوال خبری کو انشا میں جاری کرے مثلاً کلام انشائی مؤکد ہوگا یا غیر مؤکد اور مسند الیہ اسمین محذوف ہوگا یا مذکور وعلے ہذا القیاس اور لفظ کثیر اسلئے کہا ہے کہ بعض احوال خبری انشا میں نہیں جاری ہوتے مثلاً خبر کا مسند جملہ ہوسکتا ہے نہ مسند انشا کالکونہ مفرداً دائماً۔

اَلْفَصْلُ وَالْوَصْلُ

باب ہشتم فصل اور وصل کے بیان مین فصل کو عنوان مین مقدم اور بیان مین مؤخر وصل سے اسوجہ سے مصنف لائے ہین کہ وہ اصل ہے اور وصل عارضی اور طاری ہے بازیادت حرف وصل ہوتا ہے اور جبکہ وصل بمنزلہ ملکہ کے ہے اور فصل بمنزلہ عدم کے اور اعدام کی شناخت ملکات سے ہوتی لہذا تعریف مین وصل مقدم لایا گیا اَلْوَصْلُ عَطْفُ بَعْضِ الْجُمْلَةِ عَلٰی بَعْضٍ وَالْفَصْلُ تَرْکُہٗ عطف ایک جملہ کا دوسرے جملہ پر وصل کہلاتا ہے اور ترک عطف کو فصل کہتے ہین فَاِذَا اَتَتْ جُمْلَۃٌ بَعْدَ جُمْلَۃٍ اِمَّا اَنْ یَّکُوْنَ لَہَا مَحَلٌّ مِنَ الْاِعْرَابِ اَوْلَا جب ایک جملہ بعد دوسرے جملہ کے آوے تو جملہ اول کے واسطے کوئی محل اعراب ہوگا یا نہین اِنْ قُصِدَ تَشْرِیْکُ الثَّانِیَةِ لَہَا فِیْ حُکْمِہٖ عُطِفَتْ عَلَیْہَا کَالْمُفْرَدِ پس اگر محل اعراب ہے اور جملہ ثانیہ کو جملہ اولی کے حکم مین شریک کرنا منظور ہو یعنی جیسا کہ جملہ اولی خبر یا صفت یا حال وغیرہ ہے ویساہی جملہ دوم کو کرنا چاہو تو جملہ دوم کو جملہ اول پر عطف کرینگے تاکہ عطف دونون جملون کو ایک حکم مین شریک کردے اور یہی حال مفرد مین جبکہ ایک مفرد کو دوسرے مفرد کے حکم اعراب مین شریک کرنا منظور ہو یعنے جیسا مثلاً اول فاعل یا مفعول یا خبر وغیرہ ہے ایسا ہی اگر دوسرے کو کرنا چاہین تو وہان عطف ایک کا دوسرے پر واجب ہوجاتا ہے فَشَرْطُ کَوْنِہٖ مَقْبُوْلًا بِالْوَاوِ وَنَحْوِہٖ اَنْ یَّکُوْنَ بَیْنَہُمَا جِہَۃٌ جَامِعَۃٌ نَحْوُ زَیْدٌ یَکْتُبُ وَیَشْعُرُ اَوْ یُعْطِیْ وَیَمْنَعُ۔ اور واو کے ذریعہ سے عطف اسوقت مقبول وپسندیدہ ہوتا ہے جبکہ دونون جملون مین کوئی جہت جامعہ ہو یعنے اسمین کچھ علاقہ اور مناسبت ہو مثلاً یون کہین کہ (زید کاتب اور شاعر ہے) اور (زید دیتا

اور منع کرتا ہے) اسواسطے کہ نثر اور نظم مین مناسبت ہے اور دینے اور منع کرنے مین نسبت تضاد ہے
یعنے ایک دوسرے کے خلاف اور مقابل ہے اور یہی تضاد وجہ جامع ہے اور یون کہنا پسندیدہ نہین
ہے کہ زید کاتب ہے اور بخیل ہے اور زید ناظم ہے اور سخی ہے کیونکہ بیان معطوف اور معطوف علیہ مین
کوئی وجہ مناسبت نہین ہے تاکہ یہ جمع بین الجملتین مثل جمع بین الضب والنون کہ نہو اور نحوہ سے
مراد فا اور ثم وحتے ہے جو مفید ہین تشریک کو اور علامہ کہتے ہین کہ اسکا ذکر بیکار بلکہ مفسد ہے کیونکہ حکم مذکور
طرف اور کتب مختصر ہے اور حروف کو کیلئے تشریک وجمعیت کے علاوہ معنی مستقل ہے اور سکا ان کی موجودگی مین عطف احسن ہوگا اگرچہ او وجہ
جامع زیانی جاوے بخلاف واو کے اسکے لیے معنی مبہم غیر مستقل ہے یعنی مطلق الجمعیۃ لہٰذا عیب علی ابی تمام قولہ شعر
وَالَّذِیْ ھُوَ عَالِمٌ اَنَّ النَّوٰی صِبْرٌ وَّاَنَّ اَبَا الْحُسَیْنِ کَرِیْمٌ اور اسی وجہ جامع شرط ہونیکے واو مین
ابی تمام کا یہ شعر باعث عیب ہو گیا صبر۔ ایلوہ۔ نوی فراق۔ ابوالحسین ممدوح (لا) کلام مقدر
کی نفی ہے۔ واو قسمیہ چونکہ کرم ابی الحسین اور کڑواہٹ فراق مین کوئی وجہ مناسبت نہین ہے
لہٰذا یہ عطف غیر مقبول ہے خواہ عطف مفرد علی المفرد ہو کما ہو الظاہر یا عطف جملہ کا جملہ پر اس اعتبار
سے کہ (عالم) دو مفعول کے قائم مقام ہے لان وجود الجامع شرط فی الصورتین وَاِلَّا فُصِلَتْ
عَنْہَا نَحْوُ اِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِہِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَکُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَہْزِءُوْنَ
اَللّٰہُ یَسْتَہْزِئُ بِہِمْ لَمْ یُعْطَفْ اَللّٰہُ یَسْتَہْزِئُ بِہِمْ عَلٰٓی اِنَّا مَعَکُمْ لِاَنَّہٗ
لَیْسَ مِنْ مَقُوْلِہِمْ۔ اِلَّا اصل مین اِنْ اور لَا ہے اور اگر جملہ ثانیہ کو جملہ اولے مین شریک کرنا منظور
نہو تو دوسرے جملہ کو اول جملہ پر عطف نکرینگے کیونکہ عطف دونون کو ایک حکم مین شریک کر دیتا ہے
اور وہ مقصود نہین ہے یہانپر مثلاً قول باری تعالےٰ مین جملہ ثانیہ یعنی اللہ یستہزئ بہم کا عطف جملہ
اول یعنے اِنَّا مَعَکُمْ پر نہین کیا گیا کیونکہ یہ جملہ ثانیہ اُن لوگون کا مقولہ نہین ہے اور عطف کرنے سے
یہ وہم ہوگا کہ یہ بھی مقولہ منافقین کا ہے حالانکہ ایسا نہین ہے اور انما نحن مستہزءون پر عطف نہین
ہوسکتا اسلیے کہ یہ بیان ہے اِنَّا مَعَکُمْ لہٰذا ان دونون کا ایک حکم ہوگا اسلیے مصنف نے اسکو بیان نہین کیا

کیا اور نیز عطف علی المتبوع اصل ہے وَعَلَی الثَّانِی اِنْ قُصِدَ رَبْطُهَا بِهَا عَلٰی مَعْنٰی عَاطِفٍ
سِوَی الْوَاوِ عُطِفَتْ بِهٖ نَحْوُ دَخَلَ زَیْدٌ فَخَرَجَ عَمْرٌو اَوْ ثُمَّ خَرَجَ عَمْرٌو اِذَا
قُصِدَ التَّعْقِیْبُ اَوِ الْمُهْلَۃُ اور اگر جملہ اول کے واسطے کوئی محل اعراب نہو اور جملہ دوم کو
جملہ اول کے ساتھ سوا واو کے کسی اور حرف عطف کے ذریعہ سے مربوط کرنا منظور ہو تو یہ عطف بلا شرط
وجہ جامع کے درست سمجھا جاویگا جیسا مذکورہ صورت مین وجہ عدم اشتراط وجہ جامع کی یہ ہے کہ واو
فقط شرکت کے واسطے آتا ہے پس واو مین درمیان معطوف ومعطوف علیہ کے وجہ جامع کا ہونا ضروری
ہے اور الفاظ فا و ثم وغیرہ علاوہ شرکت کے مہلت وتعقیب کا فائدہ بخشتے ہین اسلئے اُنکے
عطف مین بالفعل معانی محصلہ یعنی مہلت وغیرہ کا فائدہ حاصل ہوتا ہے گو وجہ جامع نہو اور یہ بات وہانپر
ظاہر ہوگی جہان حکم اعرابی ہے ورنہ مشکل اور خفی ہے چنانچہ یہی سبب ہے باب وصل وفصل کی صعوبت کا
حتے کہ بعض لوگون نے بلاغت کا انحصار معرفت وصل وفصل مین کر دیا ہے وَاِلَّا فَاِنْ کَانَ لِلْاُوْلٰی
حُکْمٌ لَمْ یُقْصَدْ اِعْطَائُهٗ لِلثَّانِیَۃِ فَالْفَصْلُ اور اگر جملہ دوم کو جملہ اول کے ساتھ بذریعہ
واجب ہے
غیر واو مربوط کرنا منظور نہو پس اگر جملہ اول کے واسطے ایسا حکم ہو جسمین دوسرے جملہ کو شریک کرنا
نہ چاہو تو فصل یعنی ترک عطف واجب ہے (بحذف خبر) تاکہ عطف سے شرکت اُس حکم کی نہ سمجھی جاوے
نَحْوُ وَاِذَا خَلَوْا الْاٰیَۃَ لَمْ یُعْطَفْ اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ عَلٰی قَالُوْا لِئَلَّا یُشَارِکَهٗ
فِی الْاِخْتِصَاصِ بِالظَّرْفِ لِمَا مَرَّ آیت کریمہ مین جملہ اللہ یستہزی کو جملہ قالوا پر عطف
نہین کیا تاکہ اختصاص بالظرف مین (قالوا) کے ساتھ مشارک نہو جاوے جیسا پہلے گذرا ہے
کہ تقدیم مفعول وظرف وغیرہ کی مفید اختصاص ہوتی ہے یعنی اللہ تعالے کی استہزاء حالت خلو کے
ساتھ مختص ہو جاوے گی اور یہ منظور نہین کیونکہ استہزاء من اللہ اُنکے لئے ہمیشہ کے واسطے ہے۔
اگر کہا جاوے کہ اذا شرطیہ ہے نہ ظرفیہ تو جواب دیا جاویگا کہ وہی ظرفیہ بمعنے شرط استعمال ہوتا ہے
اور اگر شرطیہ ہی ہو تو جب بھی کوئی منافات نہین ہے کیونکہ وہ اسم ہے بمعنے وقت کے اور اسکے لئے

عامل کا ہونا ضروری ہے اور وہ عامل قالوا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جب متعلق فعل کو مقدم کرکے کسی دوسرے فعل کا اس فعل پر عطف کیا جاوے تو دونوں فعلوں کا اختصاص متعلق کے ساتھ سمجھا جاتا مثلاً یوں کہیں (یوم الجمعۃ سرت وضربت زیدًا) پس سوق کلام و ذوق سلیم دال ہے کہ سیر اور ضرب دونوں کا تعلق یوم الجمعۃ سے ہے ورنہ اور جو ایسا نہو یعنے جملہ اول کے واسطے ایسا حکم نہو جسکو جملہ دوم کو دینا منظور نہو اور یہ دو صورتوں کو شامل ہے ایک یہ کہ اول جملہ کے لئے حکم زائد مفہوم جملہ سے نہو اور دوم یہ کہ حکم زائد تو ہو لیکن اسکو جملہ دوم کو دینا مطلوب نہو پس اس کی چھ صورتین ہین جسکو مصنف تفصیل سے بیان کرتے ہین فَاِنْ کَانَ بَیْنَهُمَا کَمَالُ الْاِنْقِطَاعِ بِلَا اِیْهَامٍ

اَوْ کَمَالُ الْاِتِّصَالِ اَوْ شِبْهُ اَحَدِهِمَا فَکَذٰلِکَ پس اگر دونوں جملوں کے درمیان کمال انقطاع ہو بلا ایہام خلاف مقصود کے یا کمال اتصال ہو یا شبہ احد الکمالین ہو تو فصل یعنے ترک عطف واجب ہے کیونکہ وصل مغایرت اور مناسبت دونوں کو مقتضی ہے اور اگر ایسا نہو تب وصل متعین ہے لوجود الداعی و عدم المانع حاصل کلام یہ ہے کہ ایسی حالت مین چھ صورتین ہوتی ہین اول یہ کہ دونوں جملوں مین کمال انقطاع ہو اور درصورت ترک عطف خلاف مقصود کا ایہام بھی نہو۔ دوم یہ کہ دونوں جملوں مین کمال اتصال ہو۔ سوم یہ کہ کمال انقطاع کے مشابہ ہو۔ چہارم یہ کہ کمال اتصال کے مشابہ ہو۔ پنجم یہ کہ کمال انقطاع ہو اور باوجود اسکے درصورت ترک عطف ایہام خلاف مقصود ہو۔ ششم یہ کہ درمیان کمال اتصال و کمال انقطاع کے متوسط ہو پس پنجم و ششم صورت مین عطف کرتے ہین اور چار صورتوں اول مین فصل یعنے ترک عطف ہوتا ہے

اَمَّا کَمَالُ الْاِنْقِطَاعِ فَلِاخْتِلَافِهِمَا خَبَرًا وَّاِنْشَاءً نَحْوُ شعر وَقَالَ

رَائِدُهُمْ اَرْسُوْا نُزَاوِلُهَا + فَکُلُّ حَتْفِ امْرِئٍ یَجْرِیْ بِمِقْدَارٍ + اب

مصنف اقسام مشکلانہ کی تفصیل بیان کرتے ہین۔ دو جملوں مین کمال انقطاع ایک تو اس صورت مین ہوتا ہے کہ ایک جملہ تو لفظاً و معنے خبر ہو اور دوسرا لفظاً و معنے انشا ہو جیسا اس شعر

مین زائد وہ شخص ہے جو پانی اور گھاس کی تلاش مین قوم سے آگے جاتا ہے۔ ارسوا صیغہ امر معنے اقیموا
ماخوذ ہے ارسیت السفینۃ سے لنگر ڈال کر کشتی کو کھڑا کرنا۔ تزاولھا یعنے قصد کرنا مثے کا اور مرجع
ضمیر الحروب ہے۔ معنے جنگہا الحتف موت فائدہ لفظ امرئ بکسر الراء حالت جر مین و بفتح الراء حالت نصب
مین و بضم الراء حالت رفع مین یعنے اس لفظ مین حرکت راء تابع ہے اعراب کے۔ ترجمہ اے لوگو
ٹھہرو تاکہ مقابلہ کرین ہم پس موت ہر شخص کی وقت مقرر مین ہوگی لامحالہ نہ بزدلی نجات دلائے
اور نہ اقدام ہلاک کرے یہان پر پہلا جملہ (تزاولھا) لفظاً و معنًے خبر ہے اور دوسرا جملہ ارسوا لفظاً و معنے
انشائیہ ہے لہذا عطف نہین کیا گیا اور یہ مثال کمال انقطاع بین الجملتین کی ہے قطع نظر محل اعراب سے
ورنہ یہ دونون جملے محل نصب مین واقع ہین اس واسطے کہ یہ دونون مفعول قال کے ہین۔ اَوْ
لِاخْتِلَافِهِمَا خَبَرًا وَّاِنْشَاءً مَعْنًے فَقَطْ نَحْوُ مَاتَ فُلَانٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ اور دوسرے
اس صورت مین کہ ایک جملہ باعتبار معنے خبر ہو اور دوسرا باعتبار معنے انشاء اگرچہ لفظاً دونون
خبر ہون جیسا اس قول مین (فلان مرگیا اللہ اسپر رحم کرے) مات فلان خبر معنًے ہے اور رحمہ اللہ
انشاء معنًے اگرچہ لفظاً دونون خبر ہین لہذا ایک کا عطف دوسرے پر نہین کیا گیا اَوْ لِاَنَّهٗ لَاجَامِعَ
بَيْنَهُمَا كَمَا سَيَاْتِيْ اور تیسرے اُس صورت مین کہ دونون جملون مین کوئی وجہ جامع نہو جسکا بیان
آگے آوے گا۔ پس اگر یون کہین کہ (زَيْدٌ طَوِيْلٌ وَعَمْرٌو نَائِمٌ) تو عطف درست نہوگا کیونکہ طوالت زید
اور نوم عمرو مین کچھ مناسبت نہین ہے۔ وَاَمَّا كَمَالُ الْاِتِّصَالِ فَلِكَوْنِ الثَّانِيَةِ مُؤَكِّدَةً
لِلْاُوْلٰى لِدَفْعِ تَوَهُّمِ تَجَوُّزٍ اَوْ غَلَطٍ نَحْوُ لَا رَيْبَ فِيْهِ اور کمال اتصال دونون جملون
مین ایک تو اس صورت مین ہوتا ہے کہ جملہ ثانیہ جملہ اولے کی تاکید معنوی واقع ہو واسطے دفع شبہ
مجاز یا احتمال غلط کے جیسا جملہ لاریب فیہ بہ نسبت جملہ ذلک الکتاب کے مگر یہ جبکہ (الٓمّٓ) کو مانند
حروف یا جملہ مستقلہ قرار دیا جاوے پس یہ تینون جملے ایک دوسرے کی تاکید معنوی ہین کیونکہ
خلاصہ سب کا ایک ہی ہے فَاِنَّهٗ لَمَّا بُوْلِغَ فِيْ وَصْفِهٖ بِبُلُوْغِهِ الدَّرَجَةَ فِي الْكَمَالِ

بِجَعْلِ الْمُبْتَدَاءِ ذٰلِكَ وَتَعْرِيْفِ الْخَبَرِ جَازَ اَنْ يَتَوَهَّمَ قَبْلَ التَّامُّلِ

اَنَّهُ مِمَّا يُرْمٰى بِهٖ جُزَافًا فَاُتْبِعَهُ نَفْيًا وصفه کا مرجع کتاب ہے بلوغہ متعلق ہے وصف کے

بجعل المبتدا متعلق ہے بو کلع کے جاز جواب ہے لما کا فاتبعہ ۔ صیغہ ماضی مجہول ضمیر مرفوع مستتر راجع

بسوئے لاریب فیہ اور ضمیر منصوب بارز راجع بسوئے ذلک الکتاب یعنی جبکہ کتاب کی وصف مین

مبالغہ کیا گیا کہ وہ کتاب اپنے کمال مین درجہ قصوی واعلے کو پہونچ گئی اور یہ اسلئے کہ لفظ ذلک کو مبتدا

بنایا گیا ہے اور یہ اشارہ ہے بعید کے لئے جو کمال تمیز اور بعد مرتبہ وعلو درجہ پر دلالت کرتا ہے اور دوسری

خبر یعنے الکتاب کو معرف باللام لانا جو انحصار پر دال ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ کامل کتاب یہی ہے اور

اسیکو کتاب درحقیقت کہنا چاہئے گویا دوسری کتابین اسکے بالمقابل ناقص بلکہ ہیچ ہین پس جائز تھا

کہ اس مبالغہ مذکورہ کی وجہ سے یہ وہم سامع کو قبل تامل اور غور کے پیدا ہو کہ ذلک الکتاب کا جملہ بے سمجھے

سوچے بولا گیا ہو لہذا اس وہم کے دفع کے لئے جملہ لاریب فیہ اسکے بعد بطور تابع لایا گیا یعنے

اس کتاب مین کوئی شک وشبہ نہین وَزَانُهٗ وِزَانُ نَفْسُهٗ فِيْ جَاءَنِيْ زَيْدٌ نَفْسُهٗ

وزان بمعنے نظیر یعنے لاریب فیہ کی نظیر ذلک الکتاب کے ساتھ ایسی ہے جیسی لفظ (نفسہ) کو

زید کے ساتھ مثال (جاءنی زید نفسہ) مین پس ہمارے ترجمہ بیان کرنیسے معلوم ہو گیا کہ لفظ وزان ثانی زائد نہین ہے

جیسا کہ لوگون نے یہ وہم کیا ہے کہ وزان بروزن قتال مصدر ہے باب مفاعلہ کی غیر قیاسی بمعنی ہموزن ہونا

دیکھے لہذا وزان دو شئے لاریب فیہ اور ذلک الکتاب مین ہوگا اور دوم وزان ہے دو شئے (زید) اور (نفسہ) مین لہذا گو وزان باعتبار

ریب اور نفسہ کے صرف لیا جاتا تو دو شئے مین وزان واحد کافی تھا مکرر لانیکی کوئی ضرورت نہ تھی

بس خوب سمجھ لو یا جملہ اول کی تاکید لفظی ہو جیسا آگے کے قول مین هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ہدی خبر

بتقدیر مبتدا یعنے ہو متقین بمعنے صائرین الی التقوٰی یعنے عنقریب متقی ہو جاویگے باعتبار

مایؤل فَاِنَّ مَعْنَاهُ اِنَّهٗ فِي الْهِدَايَةِ بَالِغٌ دَرَجَةً لَا يُدْرَكُ كُنْهُهَا حَتّٰى كَاَنَّهٗ

هِدَايَةٌ مَّحْضَةٌ پس معنے ہدی للمتقین کے یہ ہوئے کہ وہ کتاب دربارہ ہدایت غایت درجہ پر

ہوئیگی جس کی حقیقت ادراک سے بالاتر ہے اسلئے کہ تنکیر ہُدًی میں ابہام و تفخیم کے لئے ہے گویا
وہ سراپا ہدایت ہے اسی لئے ہدًی بالمصدر کہا گیا نہ ہادٍ بصیغہ اسم فاعل کیونکہ مصدر کے عمل میں مبالغہ زائد
ہوتا ہے بہ نسبت مشتق کے وَهٰذَا مَعْنٰى ذٰلِكَ الْكِتَابُ لِاَنَّ مَعْنَاهُ كَمَا مَرَّ الْكِتَابُ
الْكَامِلُ وَالْمُرَادُ بِكَمَالِهٖ كَمَالُهٗ فِي الْهِدَايَةِ لِاَنَّ الْكُتُبَ السَّمَاوِيَّةَ
بِحَسْبِهَا مُتَفَاوِتَةٌ فِي دَرَجَاتِ الْكَمَالِ - اور ذلک الکتاب کے معنے ہیں کتاب کامل
اور کمال سے مراد ہے کمال ہدایت میں کیونکہ کتب سماویہ کے مدارج کمالیہ متفاوتۃ باعتبار ہدایت
کے ہیں نقطاس واسطے کہ انزال کتب کی غرض اصلی یہی ہدایت ہے فَوِزَانُهٗ وِزَانُ زَيْدٌ
الثَّانِي فِي جَاءَنِي زَيْدٌ زَيْدٌ ہدًی للمتقین کی نظیر ہے (زید) دوم ترکیب جاءنی زیدٌ زیدٌ میں
یعنے ہدًی للمتقین تاکید لفظی ہے ذلک الکتاب کے لئے اسلئے کہ یہ دونوں متفق فی المعنی ہیں بخلاف
(لاریب فیہ) کے کہ وہ معنے اسکے مخالف ہے اَوْ بَدَلٌ لِاَنَّهَا لِاَنَّهَا غَيْرُ وَافِيَةٍ بِتَمَامِ
الْمُرَادِ اَوْ كَغَيْرِ الْوَافِيَةِ بِخِلَافِ الثَّانِيَةِ وَالْمَقَامُ يَقْتَضِي اِعْتِنَاءً بِشَانِهٖ
لِكَوْنِهٖ مَطْلُوبًا فِي نَفْسِهٖ اور دوسری اس صورت میں کہ جملہ دوم جملہ اول سے بدل واقع ہو
اس سبب سے کہ جملہ اول بیان مقصود کے واسطے کافی نہیں ہے اور موقع ایسا ہو کہ بیان مقصود
کسی نکتہ کے سبب سے قابل اہتمام ہو یا تو اسواسطے کہ مطلوب فی نفسہ مقصود ہے یا مطلوب عجیب یا
لطیف یا خوفناک ہے اسلئے جملہ دوم کو جو بیان مطلوب کے لئے کافی و وافی ہے بطور بدل بعض یا
بدل اشتمال جملہ اول کیلئے لائے ہیں مثال اول بعض کی یہ آیت کریمہ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ وَجَنّٰتٍ
وَّعُيُوْنٍ فَاِنَّ الْمُرَادَ التَّنْبِيْهُ عَلٰى نِعَمِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالثَّانِي اَوْفٰى بِتَادِيَتِهٖ لِدَلَالَتِهٖ بِالتَّفْصِيْلِ مِنْ غَيْرِ اِحَالَةٍ
عَلٰى عِلْمِ الْمُخَاطَبِيْنَ الْمُعَانِدِيْنَ یہاں مراد اللہ تعالٰی کی نعمتوں پر آگاہ کرنا اور نیز مقام بھی مقتضی ہے بیان اہتمام
شان کا اسلئے کہ فی نفسہ مطلوب ہے اور غیر کیلئے ذریعہ ہے اور جملہ ثانیہ یعنی امدکم بانعام آخر وافی ہے ادائے مراد یعنی تنبیہ مذکور میں کیونکہ
جملہ دوسرے نے ان نعمتوں کی بالتفصیل تشریح کر دی ہے اور مخاطب منکر کے علم پر نہیں چھوڑا بلکہ بما تعلمون کی آگے تفصیل

کر دی یعنے خداوند کریم نے تمھاری امداد جو پایوں اور بیٹوں اور باغوں اور چشموں سے کی

فُوزَانَهٗ وِزَانُ وَجْهِهٖ فِي اَعْجَبَنِي زَيْدٌ وَجْهُهٗ چونکہ انعام وغیرہ ما تعلمون مین داخل

ہین اسلئے بدل بعض ہوا جیسا وجہ زید کا زید مین داخل ہے۔ اور بدل اشتمال کی مثال یہ شعر ہے

نَحْوُ شعر اَقُوْلُ لَهٗ ارْحَلْ لَا تُقِيْمَنَّ عِنْدَنَا + وَاِلَّا فَكُنْ فِي السِّرِّ وَالْجَهْرِ مُسْلِمًا

فَاِنَّ الْمُرَادَ بِهٖ كَمَالُ اِظْهَارِ الْكَرَاهَةِ لِاِقَامَتِهٖ قَوْلُهٗ لَا تُقِيْمَنَّ عِنْدَنَا

اَوْفٰى بِتَادِيَتِهٖ لِدَلَالَتِهٖ عَلَيْهِ بِالْمُطَابَقَةِ مَعَ التَّاكِيْدِ۔ ترجمہ مین نے کہا اسے

کہ جا تو مت کھڑا ہو تو ہرگز میرے پاس ورنہ ظاہر و باطن مین مسلمان یا مطیع رہو۔ اسلئے کہ مراد لفظ ارحل

سے اظہار کراہت اقامت مخاطب ہے اور لفظ لا تقیمن عندنا اس مطلب کے واسطے بمنزلہ شرح

کے ہے کیونکہ جملہ ثانیہ کمال اظہار کراہت پر دلالت کرتا ہے مطابقۃً مع تاکید کے جو نون ثقیلہ سے

حاصل ہے اور مطابقت باعتبار وضع عرفی کے ہے اسی وجہ سے لا تقم عندی نہین کہا یعنے نہی عن

الاقامۃ مراد نہین بلکہ صرف اظہار کراہت حضوری ہے فُوزَانُهٗ وِزَانُ حُسْنِهَا فِي اَعْجَبَنِي

الدَّارُ حُسْنُهَا لِاَنَّ عَدَمَ الْاِقَامَةِ مُغَايِرٌ لِلْاِرْتِحَالِ وَغَيْرُ دَاخِلٍ فِيْهِ مَعَ

بَيْنَهُمَا مِنَ الْمُلَابَسَةِ جملہ ثانیہ کو جملہ اولی سے وہ تعلق ہے جو لفظ حسنہا کو لفظ الدار سے ہے اور

چونکہ عدم الاقامۃ ارتحال کے غیر ہے اسلئے تاکید نہوا اور نیز داخل بھی نہین اسلئے بدل بعض نہوا

اور بدل الکل کا اسلئے مصنف رح نے اعتبار نہین کیا کہ وہ تاکید سے ممتاز ہوتا ہے بلحاظ مغایرت لفظین

کے اور نیز مقصود بھی ثانی ہوتا ہے اور یہ نیز جملون مین نہین پایا جاتا خاصکر جنہین محل اعراب نہین ہے

اور باین ہمہ عدم الاقامۃ ارتحال مین مناسبت و لزوم ہے تو بدل اشتمال ہوا باقی رہی یہ بات

کہ جملہ اولے کیلئے محل اعراب ہے یا نہین اسمین اعادہ اس تحقیق کا کر لیا جاوے جو شرح (ارسو انزوالہ)

مین گذری ہے اور دونون مثالون مین مصنف رح نے جملہ ثانیہ کو لفظ (اوفی) سے تعبیر کیا بصیغہ

اسم تفضیل اس سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ جملہ اولے بھی وافیہ ہے کچھ کمی کے ساتھ باعتبار اجمال یا عدم

مطابقت کے گویا غیر وافیہ ہے اَوْ بَيَانٌ لَّهَا لِخَفَائِهَا یا جملہ ثانیہ بیان واقع ہو اوسے کا بوجہ اجمال وخفاء جملہ اولے کے نحو فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطَانُ یہ جملہ مجمل ہے اسکا بیان وشرح قَالَ يَا اٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى سے کیا گیا ہے یعنی لفظ قال کا بیان اور تفسیر نہیں ہے لفظ وَسْوَسَ کی تاکہ از قبیل بیان فعل سے ہو بلکہ بیان مجموع جملہ ہے فَاِنَّ وِزَانَهٗ وِزَانُ عُمَرَ فِىْ قَوْلِهٖ شعر اَقْسَمَ بِاللّٰهِ اَبُوْ حَفْصٍ عُمَرُ + مَا مَسَّهَا مِنْ نَقَبٍ وَّلَا دَبَرٍ + یعنی جو نسبت لفظ عمر کو لفظ ابو حفص سے ہے وہی نسبت ہو (قال یا آدم) کو لفظ (وسوس) سے جیسے (عمر) بیان اور توضیح ہے ابو حفص کی ایسا ہی وہ بھی) ایک اعرابی کہتا ہے کہ قسم کھائی ابو حفص یعنے عمر نے کہ ناقہ کے نہ بیرزخمی ہین نہ پیٹھ اور جب حضرت عمرؓ کو قول اعرابی کی صداقت معلوم ہو گئی تو بعد کو اُسے سواری اور توشہ اور لباس دے کر روانہ کیا۔ وَاَمَّا كَوْنُهَا كَالْمُنْقَطِعَةِ عَنْهَا فَلِكَوْنِ عَطْفِهَا عَلَيْهَا مُوْهِمًا لِعَطْفِهَا عَلٰى غَيْرِهَا وَيُسَمَّى الْفَصْلُ كَذٰلِكَ قَطْعًا اور جملہ دوم مثل منقطع کی جملہ اول سے اس جگہ ہوتا ہے جہان عطف جملہ دوم کا جملہ اول پر اس شبہ مین ڈالتا ہو کہ جملہ دوم کسی غیر مقصود پر معطوف ہے اور اس صورت کو مشابہ بکمال انقطاع کے اس سبب سے شمار کرتے ہین کہ یہان مانع عطف سے موجود ہے چونکہ مانع عطف ایک امر خارجی ہے کہ مثل انشا، وخبر کے مانع ذاتی نہیں ہے لہذا اگر قرینہ قائم ہو تو وہ مانع عطف رفع ہو سکتا ہے اسلئے کمال انقطاع مین شمار نہ کیا گیا اور اس طرح کے فصل یعنے ترک عطف کو قطع کہتے ہین کیونکہ یہان دو جملون مین بسبب مناسبت کے اتصال تھا مگر بسبب ایک امر مانع کے ایک کو دوسرے سے منقطع کر لیا و مثال اُس کی یہ شعر ہے۔ مِثَالُهٗ شعر وَتَظُنُّ سَلْمٰى اَنَّنِىْ اَبْغِىْ بِهَا بَدَلًا اُرَاهَا فِى الضَّلَالِ تَهِيْمُ + ترجمہ محبوبہ سلمی خیال کرتی ہے کہ مین اُسکا بدل تلاش کر رہا ہون مین اسکو اس خیال مین گمان کرتا ہون کہ وہ میدان گمراہی مین حیران و پریشان پھرتی ہے۔ یہان پر دونون جملون مین مناسبت ظاہر ہے لاتحاد المسندین یعنے تَظُنُّ وَاُرَاهَا بمعنے اَظُنُّهَا جو

باعتبار معنی کے دونون متحد ہین۔ اور جملۂ اولے مین مسند الیہ محبوب ہے اور جملۂ ثانیہ مین عب لیکن اس
صورت مین احتمال تھا کہ سامع جملۂ ثانیہ یعنی اُرَاہَا کا عطف جملۂ تظن پر سمجھے۔ پس جملۂ ثانیہ منجملۂ خیالات
ومظنونات محبوب ہوجاویگا حالانکہ وہ مظنونات محب وعاشق سے ہے اسلیے عطف ترک کیا گیا
وَیَحْتَمِلُ الِاسْتِئْنَافَ اور احتمال ہے کہ جملۂ دوم مستانفہ ہو یعنی جب شاعر مصرعہ اول کہا تو گویا مخاطب
نے پوچھا کہ تم اُسکے خیال کو کیا سمجھے تو اسکے جواب مین کہا گیا کہ ہم اسکو گمراہی کے جنگل مین تحیر سمجھے یعنی
وہ غلطی پر ہے وَاَمَّا کَالْمُتَّصِلَةِ بِهَا فَلِکَوْنِهَا جَوَابًا لِسُؤَالٍ اِقْتَضَتْهُ الْاُوْلٰی فَتُنَزَّلُ
مَنْزِلَتَهٗ فَتُفْصَلُ الثَّانِیَةُ عَنْهَا کَمَا یُفْصَلُ الْجَوَابُ عَنِ السُّؤَالِ اور جملۂ دوم مثل متصل کے جملہ
اول سے اُس جگہ ہوتا ہے جس جگہ جملۂ دوم جواب اُس سوال کا ہو جو جملۂ اول سے پیدا ہوتا ہو ایسی صورت
مین جملۂ اول کو بمنزلہ سوال سمجھا جاتا ہے اور جملۂ دوم کو اول پر عطف نہین کرتے جیسا جواب وسوال کا
حال ہوتا ہی لما بینہما من الاتصال۔ قَالَ السَّکَّاکِیُّ یُنَزَّلُ مَنْزِلَةَ الْوَاقِعِ لِنُکْتَةٍ کَاِغْنَاءِ
السَّامِعِ عَنْ اَنْ یَّسْأَلَ اَوْ مِثْلِ اَنْ لَّا یُسْمَعَ مِنْهُ شَیْءٌ وَیُسَمَّی الْفَصْلُ اِسْتِئْنَافًا
وَکَذَا الثَّانِیَةُ اور سکاکی کہتے ہین کہ وہ سوال جسکو جملۂ اولے چاہتا ہے بمنزلہ سوال واقع کے سمجھا
جاوے اور کلام ثانی کو اُسکا جواب بنایا جاوے اور کلام اول سے قطع کیا جاوے اسی وقوع جواب
کی غرض سے اور سوال واقع کا فرض کرنا کسی نکتہ کے لیے ہوگا جیسا سامع کو سوال کرنے سے بے پرواہ
کرنا یا سامع کی کلام سننا نہین چاہتا بوجہ تحقیر یا ناگوار ہونا کلام سامع کا یا منقطع ہونا اپنی کلام کا اسکے کلام
سے یا منظور ہو تکثیر معنے کی تقلیل لفظ سے یعنی تقدیر سوال وترک عطف وغیر ذلک اور کلام سکاکی مین یہ
دلالت نہین ہے کہ جملۂ اولے بمنزلہ سوال کے ہے اور مصنف کا خیال یہ ہے کہ جملۂ ثانیہ کا قطع جملۂ دوم سے
مثل قطع جواب کے سوال سے اس تقدیر پر ہوگا جب جملۂ اولے کو بمنزلہ سوال فرض کیا جاوے اور سوال
کے ساتھ تشبیہ دیجاوے اور اظہر یہ ہے کہ تنزیل مذکور کی کوئی ضرورت نہین ہے بلکہ جملۂ اولے کا منشا
سوال ہونا کافی ہے ثانیہ کو اول سے قطع کرنے کے لیے چنانچہ اسی طرف اشارہ ہے کشاف مین قول

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا الخ مین اور ایسے فصل یعنے ترک عطف کو استیناف کہتے ہین اور جملہ دوم کو بھی استیناف

اور مستانفہ بولتے ہین وَھُوَ ثَلٰثَۃُ اَضْرُبٍ لِاَنَّ السُّؤَالَ اِمَّا عَنْ سَبَبِ الْحُکْمِ

مُطْلَقًا نَحْوُ قَالَ کَیْفَ اَنْتَ قُلْتُ عَلِیْلٌ + سَھَرٌ دَائِمٌ وَحُزْنٌ طَوِیْلٌ + اسے

مَا بَالُکَ عَلِیْلًا اَوْ مَا سَبَبُ عِلَّتِکَ اور وہ استیناف تین قسم پر ہے اسلئے کہ وہ سوال

جو جملہ اولے سے پیدا ہوتا ہے یا تو وہ حکم کے سبب عام سے سوال ہوتا ہے جیسا اس شعر مین (اسے

پوچھا کیسے ہو مینے جواب دیا کہ بیمار ہین ہمیشہ کا جاگنا اور غم دراز اسکا سبب ہے یعنے عرف وعادت

قرینہ ہے کہ جب فُلَانٌ مَرِیْضٌ بولا جاتا ہے تو سوال مرض اور سبب مرض سے ہوتا ہے نہ اسباب خاصہ سے

جیسا کہ سہر اور حزن سے لہذا یہان سبب خاص سے سوال نہین ہے وَ اِمَّا عَنْ سَبَبٍ خَاصٍّ

نَحْوُ وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ وَھٰذَا الضَّرْبُ یَقْتَضِیْ

تَاْکِیْدَ الْحُکْمِ کَمَا مَرَّ ۔ یا حکم کے سبب خاص کا سوال ہوتا ہے جیسا اللہ تعالی کے قول مین

(مین اپنے نفس کی برأت نہین کرتا ہون) یہان سے سوال پیدا ہوا کہ کیا یہ نفس امارہ بالسوء ہے

بقرینہ تاکید بانَّ کیونکہ مطلق سبب کا جواب مؤکد نہین لایا جاتا اور یہ قسم تاکید حکم کو چاہتا ہے جملہ

دوم یعنی جواب مین اسلئے کہ اس سبب خاص مین سائل متردد ہے کہ یہی خاص سبب ہے یا کوئی دوسرا جیسا

احوال اسناد خبری مین مذکور ہو چکا ہے کہ جب مخاطب طالب اور متردد ہو تو تقویۃ حکم کی مؤکد

کے ساتھ مستحسن ہے اور واضح رہے کہ اقتضاء سے مراد اقتضاء استحسانی ہے نہ وجوبی اور امر مستحسن

باب بلاغت مین واجب کے برابر سمجھا جاتا ہے ۔ وَاِمَّا عَنْ غَیْرِھِمَا نَحْوُ قَالُوْا سَلَامًا

قَالَ سَلَامٌ اَیْ فَمَاذَا قَالَ یا حکم کے سبب مطلق و خاص کے سوا کسی اور امر کا سوال ہوتا ہے جیسا

قول باری تعالے مین فرشتون نے سلامًا کہا تو ابراہیم نے جواب دیا (سلامٌ) اور ابراہیم کا سلام وتحیہ

احسن ہے انکے سلام وتحیہ سے کیونکہ یہ جملہ اسمیہ ہے جو دالہ ہے دوام وثبوت پر یعنے (سلامٌ علیکم) اور

انکا سلام بتاویل جملہ فعلیہ ہے ای (نُسَلِّمُ سَلَامًا) وَقَوْلُہٗ (شعر) زَعَمَ الْعَوَاذِلُ اِنَّنِیْ فِیْ غَمْرَۃٍ

صَدَقُوْا وَلٰكِنْ غَمْرَتِیْ لَا تَنْجَلِیْ اَلْعَوَاذِل جمع عاذلہ جماعت ملامت کنندہ غمرۃ شدۃ لا تنجلی
لا تنکشف ترجمہ ملامت کنندگان خیال کرتے ہین کہ مین شدائد مین ہون ہان وہ اس خیال مین سچے ہین
لکن میری شدائد دور ہونگی۔ صدقوا جواب ہے سوال مقدر کا یعنی آیا وہ لوگ اپنے زعم مین صادق ہین
یا کاذب لیس خود ہے شاعر نے جواب دیا کہ سچے ہین وَاَیْضًا مِنْهُ مَا یَاْتِیْ بِاِعَادَةِ اِسْمِ مَا اسْتُوْنِفَ
عَنْهُ نَحْوُ اَحْسَنْتَ اَنْتَ اِلٰی زَیْدٍ زَیْدٌ حَقِیْقٌ بِالْاِحْسَانِ لفظ ایضا اشارہ ہے تقسیم آخر
کی طرف استونف فعل مجہول ہے اور کبھی استیناف کے واسطے بعینہ اس اسم کو اعادہ کرتے ہین جس سے
استیناف منظور ہوتا ہے جیسا یون کہین کہ (تونے زید پر احسان کیا۔ زید احسان ہی کا مستحق تھا) اس مثال
مین (زیدٌ) کا اسم اعادہ کیا گیا وَمِنْهُ مَا یُبْنٰی عَلٰی صِفَتِهٖ نَحْوُ اَحْسَنْتَ اِلٰی زَیْدٍ صَدِیْقُكَ الْقَدِیْمُ
اَهْلٌ لِذٰلِكَ وَهٰذَا اَبْلَغُ ضمیر (صفتہ) راجع ہے (ما استونف عنہ) کی طرف نہ (اسم) کیجانب یعنے
کبھی بناء استیناف اس کی صفت پر ہوتی ہے جیسا (تونے زید پر احسان کیا تیرا دوست قدیم اسی کا
سزاوار تھا) اور مراد صفت سے وہ ہے جسپر ترتب کلام کا ہوسکے اور دونون مثالون مین سوال مقدر
یون ہے (لِمَا ذَا اَحْسَنَ اِلَیْهِ اَوْ اَهْلٌ هُوَ حَقِیْقٌ بِالْاِحْسَانِ) اور استیناف ثانی جو صفت پر مبنی ہوتا
ہے اسمین مبالغہ زیادہ ہوا کرتا ہے اسلیئے کہ اسمین سبب موجب حکم کا بیان کیا جاتا ہے جیسے صدیق
قدیمیہ مثال مذکور مین کیونکہ ترتب حکم کا وصف پر مشعر ہے وصف کے علت ہونے پر حکم کے لیئے یہان پر
ایک بحث ہے وہ یہ کہ سوال اگر سبب سے ہورہا ہے تو جواب اسکے بیان پر مشتمل ہے لا محالہ ورنہ اشتمال
کی کوئی وجہ نہین ہے جیسا (قَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ) اور قولہ زعم العواذل مین اور اس بحث کا جواب
مطول مین مذکور ہے جسکا جی چاہے وہان دیکھ لے وَقَدْ یُحْذَفُ صَدْرُ الْاِسْتِیْنَافِ نَحْوُ
یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ رِجَالٌ فِیْمَنْ قَرَءَ مَفْتُوْحَةَ الْبَاءِ کبھی صدر استیناف
کو حذف کرتے ہین خواہ فعل ہو یا اسم جیسا اللہ تعالےٰ کے قول مین جبکہ (یُسَبِّحُ) بصیغہ مجہول
پڑھا جاوے چنانچہ ایک قرأت یہ بھی ہے (گویا یون کہا گیا کہ (مَنْ یُسَبِّحُ) کون تسبیح کرے پس

جواب دیا گیا کہ (رجالٌ) ای یُسَبِّحُہٗ رِجَالٌ اُس کی تسبیح مرد کرین اس جگہ سوال اور صدر جواب دونون
حذف کر دے گئے وَعَلَیْہِ نِعْمَ الرَّجُلُ زَیْدٌ اور اسی حذف مذکور کے قبیل سے ہے مثال مذکور
(نعم رجلاً زیدٌ) بھی نیز ایک قول کے بنا پر یعنی جب مخصوص بالمدح کو مبتدا محذوف کی خبر بنایا جاوے
لے (ہو زید) اور یہ جملہ مستانفہ جواب واقع ہو جاوے سوال مقدر سے جو فاعل مبہم کی تفسیر ہے یعنی
وہ اچھا رجل (زید) ہے وَقَدْ یُحْذَفُ کُلُّہٗ اِمَّا مَعَ قِیَامِ شَیْءٍ مَقَامَہٗ نَحْوُ شعر زَعَمْتُمْ
اَنَّ اِخْوَتَکُمْ قُرَیْشٌ + لَہُمْ اِلْفٌ وَلَیْسَ لَکُمْ اِلَافٌ + اور کبھی استیناف پورا حذف
کر دیا جاتا ہے مع قیام کسی شئے کے اسکے مقام مین جیسا یہ شعر تم خیال کرتے ہو کہ قریش تمھارے
بھائی ہین + اُنکے لیے الف اور رغبت ہے دو معروف کوچ مین تجارت کے لئے ایک موسم سرما مین یمن
کیجانب اور دوسرا موسم گرما مین شام کی طرف اور تمھارے لئے الفت نہین ہے دو رحلت مذکورہ مین
اس مثال مین سوال (اصدقنا فی ہذا الزعم ام کذبنا) اور جواب (کذبتم) دونون محذوف ہین اور وجہ جواب
کی اِنکے قائم مقام کر دیگئی یعنے لہم الف ولیس لکم الافٌ) اَوْبِدُوْنِ ذٰلِکَ نَحْوُ قَوْلِہٖ تَعَالٰی
فَنِعْمَ الْمَاہِدُوْنَ اَیْ نَحْنُ عَلٰی قَوْلٍ یا بدون قیام شئے کے اس کے مقام مین بعض اکتفاء
کرکے قرینہ پر جیسا اس قول مین (نحن) حذف کر دیا گیا بلا قیام شئے کے ایک قول کی بنا پر یعنے
جب مخصوص بالمدح کو خبر بنایا جاوے مبتدا محذوف کی ای (ہم نحن) یہا پر جملہ پورا محذوف ہے یعنے
یعنے اچھا فرش لگانیوالے وہ ہم ہین۔ یہان تک بیان تھا چار صورتون فصل یعنے ترک عطف کا اب
دو صورتون مین وصل یعنے عطف کا بیان کرتے ہین مصنفؒ وَاَمَّا الْوَصْلُ لِدَفْعِ الْاِیْہَامِ فَکَقَوْلِہِمْ
لَا وَاَیَّدَکَ اللّٰہُ ایک تو عطف اس مقام پر لاتے ہین جہان ترک عطف مین خلاف مقصود کا وہم ہوتا ہے
جیسا یون کہین کہ (نہین اور اللہ آپ کی مدد کرے (لا) رد ہے کلام سابق کا مثلاً کہین (ہل الامر کذلک
تو جواب دیا کہ (لَا) یعنی امر ایسا نہین ہے اور (لا) بحذف فعل جملہ اخباریہ ہے اور (اَیَّدَکَ اللّٰہُ) جملہ
انشائیہ دعائیہ پس ان دونون جملون مین کمال انقطاع ہے اور باوجود اسکے عطف ہوا اسلئے کہ ترک عطف

اسبات کا شبہ ڈالتا ہے کہ مخاطب کے حق مین متکلم عدم تائید کی بددعا دیتا ہے حالانکہ وہ دعا دیتا ہے اسکو بہرحال اس قسم کی کلام مین معطوف علیہ مضمون لا کا ہوتا ہے اور بعضون کو جب معطوف علیہ سے واقفیت نہوئی تو انھون نے ثعالبی سے ایک حکایت نقل کی جو (قلت لا ایدک اللہ) پر مشتمل تھی اور یہ خیال کرلیا کہ (قلت) معطوف علیہ ہے اور یہ نہ سمجھا کہ اسوقت جملہ دعائیہ قول کے تحت مین داخل ہوگا یعنے مقولہ قول ہوگا اور نیز بتقدیر عدم نقل حکایت کے اگر یون کہا جاوے کہ (لا وایدک اللہ) تو معطوف سوائے مضمون (لا) کے اور کون چیز ہوگی جسکو معطوف علیہ گردانا جاوے ہذا ہوالحق وامّا للتوسط

فَاِذَا اتَّفَقَتَا خَبَرًا اَوْ اِنْشَاءً لَفْظًا وَمَعْنًے اَوْ مَعْنًے فَقَطْ بِجَامِعٍ اور امّا للتوسط عطف امّا الوصل پر اور بکسرہ ہمزہ پڑھنا درست نہین کیونکہ وہ محتاج تقدیر ہے بلا داعیہ کما ہو فی بعض الحواشی اور دوسرا عطف اس صورت مین ہوتا ہے جب جدا دونون جملے کمال انقطاع و کمال اتصال مین متوسط ہون مثلاً دونون جملے خبریہ ہون لفظاً و معنےً یا دونون انشائیہ ہون لفظاً و معنےً اور دونون مین وجہ جامع بھی پائی جاوے اور یہ اسلئے کہ اگرچہ جامع نپائی جاویگی تو دونون مین کمال انقطاع ہوگا پس جو دو جملے متفق ہون لفظاً و معنےً خبر ہون یا انشا وہ دو قسم ہین یا دونون خبریہ ہونگے یا دونون انشائیہ اور جو دونون معنےً متفق ہین وہ چھ قسم ہین پس اگر انشائیہ معنےً ہین تو لفظاً دونون خبر ہونگے یا اول خبر دوم انشا یا برعکس اور اگر معنےً خبریہ ہین تو لفظاً دونون انشا ہونگے یا اول انشا و ثانی خبر یا برعکس پس جملہ اقسام آٹھ ہوے اور مصنف اول دو قسمون کی مثال لائے ہین۔ کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی يُخَادِعُوْنَ اللّٰهَ وَ

هُوَ خَادِعُهُمْ وَقَوْلِهٖ تَعَالٰی اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِيْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِيْمٍ ان دونون مثالون مین دونون جملہ خبریہ ہین لفظاً و معنےً مگر مثال دوم مین دونون اسمیت مین شریک ہین بخلاف مثال اول کے کہ اوّل فعلیہ اور ثانی اسمیہ ہے وَقَوْلِهٖ تَعَالٰی كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا یہ دونون انشائیہ لفظاً و معنےً ہین اور اتفاق معنےً کی مثال مصنف ایک ہی لائے ہین اور اسمین اشارہ ہے کہ اقسام ششگانہ کی دو قسمون پر اس کی تطبیق ممکن ہے اور لفظ کاف کے اعادہ

کرنے مین تنبیہ ہے اتفاق معنے فقط کی مثال ہونے پر اور وہ یہ مثال ہے وکقولہٖ تعالیٰ وَاِذْ اَخَذْنَا
مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰی
وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسَاکِیْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا ۔ قولوا کا عطف ہے لاتعبدون پر باوجود خلاف
کے لفظاً مگر معنے دونون انشائیہ ہین اَیْ لَا تَعْبُدُوْا لہذا عطف انشا ء لفظاً و معنے کا انشاء معنے پر ہوا
وتُحْسِنُوْن بمعنے اَحْسِنُوْا اَوْ وَاَحْسِنُوْا و احساناً مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا اور وہ لفظاً خبر اور معنے انشاء ہے
ای تحسنون بمعنی احسنوا یا خبر فرض کرنا اور پھر انشا بنانے کا فائدہ لفظاً تو یہ ہے کہ لاتعبدون کے ساتھ مناسبت
ہی خبر اور معنے سے اسلئے کہ صورت امر سے کہنا تا کہ مخاطب امتثال امر مین جلدی کرے لہذا صورت امر مین خطاب کیا
گیا ہے یا اول ہی سے صریح صیغہ طلب معنے رہا جاوے کما ہو الظاہر (اے اَحْسِنُوْا بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا) اسوقت
دونون جملے معنے انشائیہ ہونگے البتہ اولیٰ اخبار لفظاً اور ثانیہ انشاء معنے ہوگا اب وجہ جامع بین الجملتین
کی تفصیل بیان کرتے ہین وَالْجَامِعُ بَیْنَھُمَا یَجِبُ اَنْ یَّکُوْنَ بِاعْتِبَارِ الْمُسْنَدِ اِلَیْھِمَا
وَالْمُسْنَدَیْنِ جَمِیْعًا دو جملون مین عطف اسوقت درست ہوگا جب انمین باعتبار مسند الیہ
و مسند کے مناسبت ہو یعنی ایک جملہ کا مسند الیہ مناسب ہو دوسرے جملہ کے مسند الیہ کے ایسا ہی مسند
مناسب ہو مسند کو نحو یَشْعُرُ زَیْدٌ وَیَکْتُبُ شعر و کتابت مین مناسبت ظاہر ہے مع تقارن
خیال کے وَیُعْطِیْ وَیَمْنَعُ یہان مناسبت تضاد ہے اعطا و منع مین مع اتحاد مسند الیہ کے اور بوقت
تغایر مسند الیہ کے مناسبت ہونا ضروری ہے مثلاً وَزَیْدٌ شَاعِرٌ وَعَمْرٌو کَاتِبٌ وَزَیْدٌ
طَوِیْلٌ وَعَمْرٌو قَصِیْرٌ لِمُنَاسَبَۃٍ بَیْنَھُمَا مین ضروری ہے کہ زید اور عمر کے درمیان مناسبت
اخوت یا صداقت یا عداوت وغیرہ ہو کہ حاصل ایک خصوصی مناسبت کا ہونا واجب ہے بِخِلَافِ زَیْدٌ
شَاعِرٌ وَعَمْرٌو کَاتِبٌ بِدُوْنِھَا یعنی بدون مناسبت کے یہ مثال درست ہوگی اگرچہ شعر و
کتابت مین تناسب موجود ہے بلکہ اگر متحد بھی ہون مسند جب بھی عطف درست نہوگا اسلئے خُفِّیْ ضَیِّقٌ
وَخَاتَمِیْ ضَیِّقٌ مین عطف منع کہتے ہین اور وجہ عدم جواز یہ ہے کہ موزہ اور انگوٹھی مین مناسبت نہین ہے

وَزَیْدٌ شَاعِرٌ وَعَمْرٌو طَوِیْلٌ مُطْلَقًا اور یہ مثال بھی درست نہین تام ہے کہ زید وعمرو کے
درمیان مناسبت ہو یا نہ کیونکہ شعر اور طول قامت مین کوئی مناسبت نہین ہے۔ اَلسَّکَّاکِیُّ اَلْجَامِعُ
بَیْنَ الشَّیْئَیْنِ اِمَّا عَقْلِیٌّ جامع کی تین قسمین ہین عقلی و وہمی و خیالی ف عقل سے مراد
قوت عاقلہ مدرکہ للکلیات اور وہم سے مراد قوت مدرکہ معانی جزئیہ موجودہ فی المحسوسات بشرطیکہ
طرف حواس سے وصول نہو جیسا ادراک بکری کا عداوت بھیڑیا کو۔ اور خیال سے مراد وہ قوت ہے جسمین
محسوسات کی صورتین حاصل ہو کر باقی رہین بعد غیبوبت کے حس مشترک سے اور یہ وہ قوت ہے
جسمین صور محسوسہ آتی ہین بذریعہ حواس ظاہرہ کے اور مفکرہ سے وہ قوت مراد ہے جس کی شان ہے
تفصیل و ترکیب دینا درمیان صور ماخوذہ من الحس المشترک کے یا درمیان معانی مدرکہ بالوہم کے اور صورسے
مراد وہ ہین جنکا ادراک حواس ظاہرہ سے ہوسکے اور معانی انکے برعکس ہین یعنی حواس ظاہرہ سے ادراک نہوسکے
اور مصنف نے بعینہ عبارت سکاکی کو یہان نہین لائے بلکہ اسمین تغییر یسیر کردیا ہے۔ عقلی وہ ایک امر ہوتا ہے
جسکے سبب سے عقل دو چیزون کو قوت مفکرہ مین جمع کرنا چاہتی ہے بِاَنْ یَکُوْنَ بَیْنَهُمَا اِتِّحَادٌ
فِی التَّصَوُّرِ اَوْ تَمَاثُلٌ فَاِنَّ الْعَقْلَ بِتَجْرِیْدِهِ الْمِثْلَیْنِ عَنِ التَّشَخُّصِ فِی الْخَارِجِ یَرْفَعُ
التَّعَدُّدَ بَیْنَهُمَا یعنے اتحاد فی المتصور یا تماثل ہو دونون مین اسلئے کہ عقل مثلین کو تشخص خارجی سے
جدا کرکے تعدد بین الشیئین کو دور کرتی ہے لہذا وہ دونون متحد ہوجائینگے جس سے حضور ایک کا دوسرے کے
حضور کو مستلزم ہوگا کیونکہ عقل مدرک کلیات ہے نہ مدرک جزئیات شخصیہ اور یہ امر علم الٰہیات مین تحقیق ہوچکا ہے
اور فی الخارج اسلئے کہا گیا کہ تشخصات عقلیہ سے عقل تجرید نہین کرتی ہے کیونکہ معقولات مین امتیاز باعتبار تشخص
عقلی ہوتا ہے۔ یہان ایک اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ (تماثل) اتحاد نوعی کا نام ہے مثل اتحاد زید وعمرو وبکر کا
انسانیت مین پس جب تماثل جامع ہوسکتا ہے تو صحت اس قول کی کہ (زید کاتب ہے اور عمرو شاعر ہے
اس امر پر موقوف نہونا چاہیے کہ زید وعمرو مین سوا اتحاد نوعی کے کوئی اور علاقہ مثل اخوت یا صداقت یا عداوت
وغیرہ کے ہووے جیسا پہلے گذر چکا ہے۔ جواب اسکا یہ ہے کہ یہان مراد تماثل سے مماثلت و مشارکت

الگے ایسے وصف مین ہے جو دونون کے ساتھ کسی قسم کی خصوصیت رکھتا ہو اور اسکی شرح تشبیہ کے بیان مین آوے گی اَوْ تَضَایُفٌ کَمَا بَیْنَ الْعِلَّۃِ وَالْمَعْلُوْلِ اَوِ الْاَقَلِّ وَالْاَکْثَرِ تیسری یہ کہ ان مین تضایف ہو یعنی ایک کا سمجھنا دوسرے کے سمجھنے پر موقوف ہو جیسا علت و معلول کیونکہ علت سے یہ معنی این کہ اُس سے دوسری شے صادر ہو۔ اور معلول اُسے کہتے ہین کہ وہ دوسری سے صادر ہو مثلاً وجود صانع علت ہے وجود عالم کے لئے اور علت کی دو قسمین ہین تامۃ اگر مستقل بالتاثیر ہے اور اگر تاثیر بواسطہ انضمام غیر کے ہے تو ناقصہ۔ اور ایسا ہی اقل واکثر متضایف مین یعنے جو عدد شمار مین پہلے فنا ہو وہ اقل ہے اور دوسرا اکثر مثلاً تین پہلے فنا ہوگا چار سے بس یہانتک جامع عقل کی تین قسم یعنے اتحاد و تماثل و تضایف کا بیان ختم ہوا اَوْ وَھْمِیٌّ بِاَنْ یَکُوْنَ بَیْنَ تَصَوُّرَیْہِمَا شِبْہُ تَمَاثُلٍ کَلَوْنَیْ بَیَاضٍ وَصُفْرَۃٍ اور جامع کی دوسری قسم وہمی ہے اور وہ ایک امر ہے جسکے سبب سے وہم دو چیز کو قوت مفکرہ مین جمع کرلیتا ہے۔ بخلاف عقل کے کہ وہ ان دونون کو الگ الگ شمار کرتی ہے اور یہ جمع کرنا یا تو اس سبب سے ہوتا ہے کہ اُن دونون کے تصور مین (شبہ تماثل) ہوتا ہے جیسے سفیدی اور زردی کہ وہم ان دونون کو مثل یکدگر سمجھتا ہے کیونکہ اینمین غایت درجہ کا خلاف نہین ہے لہذا وہ سفیدی کو ایسی زردی جانتا ہے جسمین کسیقدر صفائی زیادہ ہے اور زردی کو ایسی سفیدی جانتا ہے جسمین کسیقدر کدورت زیادہ ہے اور چونکہ یہ صفائی اور کدورت سفیدی و زردی کی ماہیت سے خارج ہین اسلئے دونو وہم مین متماثل ہوگئین یعنی نوع واحد کے دو فرد لیکن عقل دونونکو دو نوع متباین ایک جنس کے افراد شمار کرتی ہے یعنی لون جنس ہے اور بیاض و صفرت اُسکے دو نوع ہین وَلِذٰلِکَ حَسُنَ الْجَمْعُ بَیْنَ الثَّلٰثَۃِ فِیْ قَوْلِہٖ شعر ثَلٰثَۃٌ تُشْرِقُ الدُّنْیَا بِبَہْجَتِہَا + شَمْسُ الضُّحٰی وَاَبُوْ اِسْحٰقَ وَالْقَمَرُ + اور وہم چونکہ ان تین شے متغایر کو ہم مثل جانتا ہے اسلئے ان تینون مین جمع کرنا احسن ہوا کیونکہ وہم کے نزدیک آفتاب بو اسحق ممدوح ماہتاب تینون نوع واحد سے ہین صرف عوارض کا اختلاف ہے اور عقل اُنکو امور متباینہ خیال کرتی ہے اور اس شعر کی تشریح خاتمہ احوال مسند مین گذر چکی ہے۔ اَوْ تَضَادٌّ کَالسَّوَادِ وَالْبَیَاضِ

وَالْاِیْمَانِ وَالْکُفْرِ وَمَا یَتَّصِفُ بِہِمَا اور یا اس سبب سے کہ دونون مین تضاد ہوتا ہے اور تضاد کہتے ہین کہ
دو امر وجودی ایک محل پر باری باری آسکتے ہون اور انمین نہایت درجہ خلاف ہو جیسا سیاہی و سفیدی
محسوسات مین اور ایمان و کفر معقولات مین ف اور حق یہ ہے کہ ایمان و کفر مین تقابل عدم و ملکہ ہے وجہ
اسکی یہ ہے کہ جملہ احکام شرعیہ و عقائد اسلامیہ کو دل سے قبول و باور کرنا بوسیلہ تصدیق آنحضرت صلعم مع اقرار باللسان ایمان ہے اور
کفر کے معنی ہین عدم الایمان بالمذکور جسکی شان سے ایمان تھا اور اسپر بعضون نے کہا ہے کہ کفر ہی انکار کرنا کسی شی کا اشیاء مذکورہ سے
پس اسوقت کفر وجودی ہوگا لہذا ایمان و کفر مین تقابل تضاد ہو جاوے گا اور جو چیز امور مذکورہ کیساتھ متصف
ہوگی اسمین بھی تقابل تضاد ہو جائیگا باعتبار اشتمال وصفین متضادین کے مثلاً ابیض و اسود اور مومن
و کافر اور اسکو تضاد مشہوری بھی کہتے ہین جو مشتقات مین ہوتا ہے اَوْ شِبْہُ تَضَادٍّ کَالسَّمَاءِ وَ
الْاَرْضِ وَالْاَوَّلِ وَالثَّانِیْ فَاِنَّہٗ یُنَزِّلُہُمَا مَنْزِلَۃَ التَّضَایُفِ وَلِذٰلِکَ تَجِدُ
الضِّدَّ اَقْرَبَ خُطُوْرًا بِالْبَالِ مَعَ الضِّدِّ یا شبہ تضاد ہو جیسے سما و ارض ہین کہ وہ دونون
وجودی ہین ایک نہایت بلند اور ایک نہایت پست مگر وہ چونکہ اجسام ہین نہ اعراض لہذا ایک محل پر
باری باری نہین آسکتے پس اسلیے متضاد نہین ہین کیونکہ وصفین متضادین مفہوم سما و ارض مین
داخل نہین۔ اور ایسا ہی حال اول و ثانی کا ہے کیونکہ اول اسکو کہتے ہین جو غیر سے پہلے ہو اور
اس سے غیر پہلے نہو اور ثانی اُسے کہتے ہین کہ جس سے صرف ایک پہلے ہو اسلیے انمین شبہ تضاد ہے
کیونکہ یہ ایسے اوصاف پر مشتمل ہین جنکا اجتماع ممکن نہین ہے اور یہ محسوس اور معقول دونون کو شامل ہین
اور باہم متضاد نہین ہین مثل اسود و ابیض کے کیونکہ انمین غایت درجہ خلاف نہین ہے اس لیے کہ
ثالث و رابع وغیرہ اول سے بہ نسبت ثانی کے زیادہ مخالف ہین اور علاوہ اسکے اول کے مفہوم مین
عدم معتبر ہے یعنی اس سے پہلے کوئی نہو پس وہ وجودی نہوا۔ اب جاننا چاہیے کہ تضاد اور شبہ تضاد کو
جامع وہمی اسواسطے مقرر کیا ہے کہ وہم ان دونون کو بمنزلہ التضایف خیال کرلیتا ہے کیونکہ انمین یہ بات
پائی جاتی ہے کہ ایک انمین کا جب ذہن مین آتا ہے تو فوراً دوسرا بھی ذہن مین آجاتا ہے اور یہ کام وہم کا

ورنہ عقل تو ایک کو بدون دوسرے کے سمجھتی ہے۔ اَوْ خَیَالِیٌّ بِاَنْ یَّکُوْنَ بَیْنَ تَصَوُّرَیْھِمَا تَقَارُنٌ فِی الْخَیَالِ سَابِقٌ اور جامع کی تیسری قسم خیالی ہے وہ ایک امر ہے جسکے سبب سے خیال دو چیز ذکو قوت متفکرہ میں جمع کرلیتا ہے اور اسطرح ہوتا ہے کہ وہ دونوں تصور عطف سے پہلے خیال میں متقارن ہوں بوجہ اسباب مؤدیہ الی التقارن کے وَاَسْبَابُہٗ مُخْتَلِفَۃٌ وَلِذٰلِکَ اِخْتَلَفَتِ الصُّوَرُ الثَّابِتَۃُ فِی الْخَیَالَاتِ تَرَتُّبًا وَّوُضُوْحًا اور تقارن کے اسباب مختلف ہیں اور اسی سبب سے صور خیالیہ ترتب و وضوح میں متفاوت ہوتی ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کے خیال میں بعض صورتیں ایک دوسرے سے علٰحدہ نہیں ہوتی ہیں اور دوسرے کے خیال میں مجتمع نہیں ہوتیں مثلاً قلمدان وکاغذ قلم و سطر و چاقو کی صورتیں کاتب کے ذہن میں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتیں اور قصاب کا ایسا حال نہیں ہے اور ایسے ہی ایک خیال سے ایک صورت بالکل نہیں جاتی بلکہ ہر وقت رہتی ہے اور دوسرے کے خیال میں کبھی نہیں آتی مثلاً زید کے محبوب کی صورت اُسکے خیال سے جدا نہیں ہوتی اور عمرو کے خیال میں کبھی نہیں آتی۔ وَلِصَاحِبِ عِلْمِ الْمَعَانِیْ فَضْلُ احْتِیَاجٍ اِلٰی مَعْرِفَۃِ الْجَامِعِ لَاسِیَّمَا الْخَیَالِیِّ فَاِنَّ جَمْعَہٗ عَلٰی مَجْرَی الْاِلْفِ وَالْعَادَۃِ۔ اور علم معانی کے طالب کو جامع کی شناخت کی سخت ضرورت وحاجت ہے اسلئے کہ مقصود اعظم اس فن کا پہچاننا مواقع فصل ووصل کا ہے اور یہ جامع کے جاننے پر موقوف ہے خصوصًا جامع خیالی کا جاننا نہایت ضروری ہے کیونکہ اس کی بنا عادت وطبیعت پر ہے جو ایک دوسرے سے بشدت مختلف ہوتی ہیں اور صور خیالیہ کے اسباب خارج از شمار ہیں جنکی وجہ سے خزانۂ خیال میں مرتسم ہوتی ہیں پس جامع کی تعریفوں سے آپکو معلوم ہوگیا ہوگا کہ جامع عقلی سے مراد (ما یدرک بالعقل) نہیں اور نہ وہمی سے (ما یدرک بالوہم) اور نہ خیالی سے (ما یدرک بالخیال) ہے اسلئے کہ تضاد وشبہ تضاد معانی مدرکہ بالوہم کے قبیل سے نہیں بلکہ مدرک بالعقل ہوتے ہیں اور اسیطرح تقارن فی الخیال وہ صور مجتمعہ فی الخیال نہیں بلکہ سب کے سب معانی معقول ہیں اور چونکہ یہ بات بہت لوگوں پر مخفی رہی لہٰذا اعتراض کر گذرے

کہ سواد اور بیاض مثلاً محسوسات سے ہین وہمیات سے اور پھر جواب بھی دیا کہ ہرایک کا دوسرے کی ضد ہونا جامع ہے اور یہی جزئی ہے اسکو وہم ادراک کرتا ہے اور اس جواب مین نظر ہے یعنی اول معنی جزئی ہونا تسلیم نہین اور اگر (تضاد ہذا السواد) کا (لہذا البیاض) معنی جزئی ہے تو تماثل زید کا عمرو سے اور اسیطرح تضایف زید کا عمرو سے معنی جزئی ہے لہذا تماثل وتضایف اور تضاد وشبہ تضاد کے درمیان کوئی فرق نہین ہے یعنی جب کلیات کیطرف مضاف ہون تو کلی اور جزئیات کی طرف مضاف ہون تو جزئی ہونگے پس کیونکر بعضون کو علے الاطلاق عقلی اور بعضون کو وہمی کہنا درست ہوگا مصنف نے سکاکی کی مجموع عبارت نہین لی ہے بلکہ الجامع بین الجملتین کی جگہ پر بین الشیئین کہا ہی اور اتحاد فی تصورہما کی جگہ پر اتحاد فی التصور لائے اور صاحب مفتاح نے کہین تو یہ لکھا ہے کہ صحت عطف بین الجملتین کے لئے وجود جامع مفردات کافی ہے اور کہین اسکے فساد کا اقرار کرتے ہین مثلاً (خفی ضیق وخاتمی ضیق) مع اتحاد مسند کے اور (ہرارة الارنب الف باذنجانة محدثة) مع اتحاد فی الخبر کے سب کو ناجائز کہتے ہین بہرحال جان مشکل مین ہے غایة ما فی الباب یون کہا جاوے کہ یہا پر مراد ہے بیان کرنا جامع بین الجملتین کا رہا یہ امر کہ کتنی مقدار جامع کی صحت عطف کے لئے کافی ہوگی وہ مقام آخر سے معلوم ہوسکتی ہے چنانچہ دوسرے جگہ پر تصریح ہے مفتاح مین کہ دونون مسند اور دونون مسندالیہ مین مناسبت شرط ہے۔

اس کی تفصیل تحقیق مطول مین موجود ہے وہان ملاحظہ ہو - وَمِنْ مُحَسِّنَاتِ الْوَصْلِ تَنَاسُبُ

الْجُمْلَتَيْنِ فِي الْاِسْمِيَّةِ وَالْفِعْلِيَّةِ وَتَنَاسُبُ الْفِعْلِيَّتَيْنِ فِي الْمُضِيِّ وَالْمُضَارِعِ اِلَّا لِمَانِعٍ

اب جاننا چاہیے کہ منجملہ محسنات عطف بعد موجود ہونے مجوز کے ایک امر یہ ہے کہ دونون جملہ اسمیہ ہون یا دونون فعلیہ اور درصورت فعلیہ ہونیکے دونون افعال ماضی ہون یا دونون مضارع مثلاً اگر مجرد اخبار منظور ہو بغیر تجدد یا ثبوت کے تو یون کہینگے (قام زیدٌ وقعد عمرٌو) اور (زیدٌ قائمٌ وعمرٌو قاعدٌ) اور اختلاف دونون جملونکا امور مذکورہ مین بسبب کسی مانع کے جائز سمجھا جاتا ہے مثلاً ایک مین تجدد ارادہ کرین اور دوسرے مین ثبوت جیسے (قام زیدٌ وعمرٌو قاعدٌ) یا ایک مین ماضی ارادہ کرین اور دوسرے

مین مضارع جیسے (قَامَ زَیْدٌ وَعَمْرٌو یَقْعُدُ) یا ایک مین اطلاق ارادہ کرین اور دوسرے مین تقیید بالشرط جیسے (قولہ تعالیٰ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ مَلَکٌ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَکًا لَّقُضِیَ الْاَمْرُ) وقولہ تعالےٰ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ہ اور علامہ تفتازانی مطول اور مختصر المعانی مین لکھتے ہین کہ میرے نزدیک (لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ) کا عطف ہے جملہ شرطیہ یعنی (فَاِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ) پر نہ جملہ جزائیہ یعنی (لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ) پر اسلئے کہ بعد مجئ اجل کے استقدام عقلاً متصور نہین ہے البتہ تاخیر عقلاً متصور ہے اگرچہ وقوع نہو اور جناب حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ عطف جملہ جزائیہ پر کیا جادے تا کہ عطف اخبار علے الانشاء کا اعتراض نہ وارد ہو اگرچہ بعض کے نزدیک یہی جائز ہے اور تاخر زمانی و تقدم مکانی مرادلی جاوے کیونکہ بعد حضور (اجل) کے دونون امر عقلاً متصور ہو سکتے ہین یعنے نہ مکان سے آگے بڑھ سکتا ہے کوئی نہ زمانہ مؤخر ہو سکتا ہے جب (اجل) آجاویگی فافہم واقنع بہ فانہ من السوانح۔

تذنیب

تذنیب ماخوذ ہے ذنابہ سے بمعنی تابع کے چونکہ جملہ حالیہ کو ایک گونہ بحث وصل وفصل سے مناسبت تھی بوجہ واو حالیہ ہونے اور نہ ہونے مین لہذا ذکر کیا گیا اس بحث کو بعد وصل وفصل کے اَصْلُ الْحَالِ الْمُنْتَقِلَۃِ اَنْ تَکُوْنَ بِغَیْرِ وَاوٍ لِاَنَّھَا فِی الْمَعْنٰی حُکْمٌ عَلٰی صَاحِبِھَا کَالْخَبَرِ اصل یعنے راجح حال منتقلہ مین یہ ہے کہ بغیر واو حالیہ کے ہو اور منتقلہ کہنے سے خارج ہو گیا حال مؤکدہ جو مضمون جملہ کی تاکید کرتا ہے کیونکہ اسمین بغیر واو کے ہونا واجب ہے بوجہ شدید ارتباط کے ماقبل سے اور وجہ اصلیت کی یہ ہے کہ جملہ حالیہ کو ذوالحال سے معنے وہ نسبت ہے جو مبتدا کو خبر سے ہے کیونکہ (جَآءَنِیْ زَیْدٌ رَاکِبًا) مین اثبات رکوب ہے زید کے لئے جیسے (زَیْدٌ رَاکِبٌ) مین البتہ حال مین یہ امر بالتبع ہے اور خبر مین بالذات اثبات ہے اور حال آنے سے اخبار مین زیادتی پیدا ہو گئی وَوَصْفٌ لَّہٗ کَالنَّعْتِ اور نیز معنے وصف ہے ذوالحال کیلئے جیسے نعت بہ نسبت منعوت کے صرف فرق یہ ہوگا کہ یہ وصف ہے ذوالحال کی مباشرت فعل کیوقت اور فعل کی قید ہے اور وقوع فعل کی کیفیت کا بیان کرتا ہے اور نعت مین یہ امر

مقصود نہیں بلکہ محض بیان کرنا اتصاف منعوت ہوتا ہے اور جبکہ حال مثل خبر و نعت کے ہوا تو جیسا وہ
دونوں بدون واو کے آتی ہیں اسیطرح حال بھی اور جاننا چاہیئے کہ بعض نحات کا یہ کہنا کہ اخبار و نعوت معدۃ بالواو
مثل خبر با کان کی ہیں لیس زید جاءنی صفۃ مصدرۃ بواو تاکید ہیں لصوق موصوف با صفت ہی تو وہ برسبیل تشبیہ کہا گیا ہے نہ کہ واو
ہونے میں تشبیہ دیگئی اور نہ حال کیساتھ الحاق میں لکن خولف اذا کانت الحال جملۃ فانھا من حیث ھی
جملۃ اور جب حال جملہ خبریہ ہو تو صورت مذکور کے مخالف بھی ہو جاتا ہے کیونکہ حال بحیثیت جملہ ہونیکے مستقل بالافادہ ہے
یعنی وہ اپنے ماقبل سے تعلق نہیں چاہتا اور (من حیث جملہ مستقلہ) اسلئے کہا گیا کہ باعتبار حال کے غیر مستقل
ہے کہ کلام سابق سے متعلق اور قید ہے چنانچہ اسی وجہ سے رابطہ کا محتاج ہوگا جو ذوالحال سے
جوڑتا ہے وکل من الضمیر والواو صالح للربط اور ضمیر اور واو ہر ایک میں ربط کی صلاحیت
ہے والاصل ھو الضمیر بدلیل المفردۃ والخبر والنعت اور اولی یہی ہے کہ رابطہ
ضمیر ہے جب تک زائد رابطہ کی حاجت نہ واقع ہو اور دلیل یہ ہے کہ حال مفردہ و خبر و نعت میں صرف
ضمیر پر اقتصار ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ روابط میں اصل ضمیر ہی ہے فالجملۃ ان خلت
عن ضمیر صاحبھا وجب الواو۔ پس جملہ حالیہ اگر ضمیر سے خالی ہو تو واو کا ہونا واجب ہے
تاکہ ذوالحال کے ساتھ ارتباط حاصل ہو جاوے لہذا یوں جائز نہیں ہے (خرجت زید قائم) بلکہ
(وزید قائم) درست ہوگا۔ جب یہ ثابت ہو چکا کہ خلو عن الضمیر کے وقت وجود واو واجب ہے
تو اب مصنف یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ کن کن جملوں میں واو کا لانا جائز ہے اور کن میں نہ جائز۔

وکل جملۃ خالیۃ عن ضمیر ما یجوز ان ینتصب عنہ حال یصح ان تقع
حالا عنہ بالواو الا المصدرۃ بالمضارع المثبت نحو جاء زید ویتکلم
عمرو ولما سیاتی (ضمیر ما) میں ما موصولہ عبارت ہے اسم سے (کل جملۃ) مبتدا (یصح ان تقع) خبر
یعنی جو جملہ خالی ہو ضمیر ایسے اسم منتصب عنہ سے جسکا ذوالحال بننا درست ہو تو صحیح ہے کہ وہ جملہ واو
کے ساتھ منتصب عنہ سے حال واقع ہو۔ عنہ کا مرجع ما یجوز الخ ہے حاصل یہ ہے کہ وہ منتصب عنہ

فاعل ہو یا مفعول عام اس سے کہ معرفہ ہو یا نکرہ مخصصہ نہ نکرہ محضہ اور نہ مبتدا ہو نہ خبر ۔
اسلئے کہ اصح قول کے بنا پر یہ ذوالحال نہیں واقع ہوئے اور جب تک منتصب عنہ سے حال کا واقع ہونا
ثابت نہو جاوے تب تک ذوالحال کا اطلاق اُسپر نکرینگے ہاں مگر مجازاً درست ہے اور مصنف نے
بجاے (ینتصب عنہ حال) کے (یجوز ان تقع الجملۃ حالاً عنہ) اسلئے نہیں کہا تاکہ جملہ خالی عن الضمیر جو
مصدر بمضارع مثبت کے ساتھ ہے اسمین داخل ہو جاوے کیونکہ وہ ہم جو عبارت ہے (ما) سے جملہ کا وقوع
حال اس سے جائز نہیں ہے ہاں البتہ حال کا انتصاب اس سے فی الجملہ درست ہے لہذا اسوقت
لہ کل جملہ خالیہ عن ضمیر یا یجوز ان ینتصب عنہ حال) شامل رہیگا مصدرہ بالمضارع کو جو خالی ہے ضمیر مذکور
سے چنانچہ اسیوجہ سے استثنا متصل درست ہو گی اب (و یتکلم عمرو) زید سے حال واقع نہوگا کیونکہ مضارع
مثبت مین رابط ضمیر ہو گی وجوباً جیسا عنقریب آتا ہے اور معلوم ہو کہ کل جملۃ) سے وہ جملہ مراد ہے جو فی الجملہ
حال بننے کا صالح ہو بخلاف انشائیات کے کہ وہ بلا تاویل حال واقع نہیں ہوتے نہ مع الواو اور نہ
بدون واو اسکا عطف ہے (ان خلت) پر یعنے (ان لم تخلو الخ) اور اگر وہ جملہ حالیہ ضمیر ذوالحال سے
خالی نہو فَاِنْ كَانَتْ فِعْلِيَّةً وَالْفِعْلُ الْمُضَارِعُ مُثْبَتٌ اِمْتَنَعَ دُخُوْلُهَا نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى
وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ف پس اگر وہ فعلیہ ہے اور نیز فعل مضارع مثبت ہو تو واو کا دخول اسپر منع ہے
جیسا قول باری تعالے مین (مت دے اس حال مین کہ اپنے دیے کو بہت شمار کرے تو) لِاَنَّ
الْاَصْلَ الْمُفْرَدُ ف اس لئے کہ احوال مین اصل حال مفردہ ہے کیونکہ در بارہ اعراب مفرد اصل ہے بہ نسبت
جملہ کے اس واسطے کہ وہ طفیلی اور نائب ہے مفرد کا وَهِيَ تَدُلُّ عَلٰى حُصُوْلِ صِفَةٍ غَيْرِ ثَابِتَةٍ
مُقَارِنٍ لِمَا جُعِلَتْ قَيْدًا لَهٗ وَهُوَ كَذٰلِكَ اور وہ حال مفردہ حصول صفت یعنی معنے قائم
بالغیر پر دلالت کرتا ہے کیونکہ وہ فاعل اور مفعول بہ کی ہیئت بیان کرتا ہے اور ہیئت معنی قائم بالغیر ہی
اور (صفت غیر ثابتہ) اسوجہ سے کہا کہ کلام ہو رہی ہے حال منتقلہ مین اور نیز وہ حصول قید ہوگا عامل
ذوالحال کے لئے کیونکہ غرض اصلی حال کی یہ ہوتی ہے کہ وقوع مضمون عامل حال کا خاص ہو جاوے

ساتھ زمانہ حصول مضمون حال کے اور بھی معنے ہین مقارنت کے فقط اور مضارع مثبت کی بعینہٖ یہی حال

ہے لہذا وقوع واو حالیہ کا اسمین منع ہے جیسا مفردہ مین وَاَمَّا الْحُصُوْلُ فَلِكَوْنِهٖ فِعْلًا مُثْبَتًا

لیکن حصول پر دلالت اس وجہ سے ہے کہ فعل دال ہے تجدد اور عدم الثبوت پر اور مثبت دال ہے

حصول پر وَاَمَّا الْمُقَارَنَةُ فَلِكَوْنِهٖ مُضَارِعًا اور مقارنت پر دال اسلئے ہے کہ وہ مضارع ہی

یعنے جیسا وہ استقبال کے لیے صالح ہے ایسا ہی حال کے لیے بھی اور اس قول مین نظر ہے وہ یہ کہ جس

حال پر مضارع دال ہے وہ زمانہ تکلم ہے اور اس کی حقیقت ہے اجزا متعاقبہ اواخر ماضی واوائل

مستقبل اور جس حال مین ہم گفتگو کر رہے ہین وہ حال نحوی ہے عام اس سے کہ زمانہ ماضی ہو یا حال

یا مستقبل لہذا مقارنت مین مضارع کو کوئی دخل نہین تیسرا وہ جواب یہ ہے کہ مضارع مثبت

مین واو کا امتناع اسوجہ سے ہے کہ وہ لفظاً و معنےً حکم مین اسم فاعل کے ہے یعنی وزن عددی حرکات و سکنات [illegible]

اور حال و استقبال مین مشترک وَاَمَّا مَا جَاءَ مِنْ نَحْوِ قُمْتُ وَاَصُكُّ وَجْهَهٗ وَقَوْلُهٗ

شعر فَلَمَّا خَشِيْتُ اَظَافِيْرَهُمْ نَجَوْتُ وَاَرْهَنُهُمْ مَالِكًا ـ اظافر جمع اظفار اور وہ جمع

ظفر یعنے جمع الجمع بمعنے ناخن بیان عبارت ہے اسلحہ سے فَقِيْلَ عَلٰى حَذْفِ الْمُبْتَدَاءِ اَیْ

اَنَا اَصُكُّ وَاَنَا اَرْهَنُهُمْ وَقِيْلَ الْاَوَّلُ شَاذٌّ وَالثَّانِیْ ضَرُوْرَةٌ بعضون نے کہا ہے کہ

مضارع مثبت پر واو داخل ہوتا ہے باعتبار حذف مبتدا کے تاکہ جملہ اسمیہ ہو جاوے بتقدیر لفظ (انا)

بعد مضارع مثبت کے دونون جگہ جیسے (لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ وَقَدْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ) مین (وَاَنْتُمْ قَدْ

تَعْلَمُوْنَ) مقدر ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ مثال اول یعنے (قمت و اصک وجہہ) شاذ یعنے

خلاف القیاس ہے اور مثال دوم یعنے (نجوت و ارہنہم) مین ضرورت شعر ہے یعنی جب مین انکے ہتھیارون

سے خوف زدہ ہو گیا تو ملک شام کیطرف بھاگا اور نجات پائی اس حال مین کہ مالک کو انکا رہن

کر دیا اور (اصک) کا معنے ہے طمانچہ مارنا) وَقَالَ عَبْدُ الْقَاهِرِ هِیَ فِيْهِمَا لِلْعَطْفِ وَ

الْاَصْلُ صَكَكْتُ وَرَهَنْتُ عُدِلَ عَنْ لَفْظِ الْمَاضِیْ اِلَی الْمُضَارِعِ حِكَايَةً لِلْحَالِ

عبدالقاہر کہتے ہیں کہ واو دونوں جگہ عطف کے لئے ہے نہ حال کے واسطے یعنی رالے صاگا دجہ)
وراہنا مارگا) بلکہ مضارع بمعنے ماضی کے ہے کہ درصل صککت و رہنت ہے یہاں عدول مضارع
کی طرف ہوا حال ماضیہ کی حکایت کی غرض سے یعنی امرگذشتہ کو فی الحال واقع فرض کرکے لفظ مضارع
سے تعبیر کیا گیا وَاِنْ کَانَ مضارعًا مَنْفِيًّا فَالْاَمْرَانِ کقِرَاءَۃِ ابْنِ ذَکْوَانَ فَاسْتَقِیْمَا وَلَا
تَتَّبِعَانِ بِالتَّخْفِیْفِ ضمیر کان راجع بسوے فعل فالامران مبتدا جائزان خبر محذوف یعنی اگر فعل
مضارع منفی ہو تو دونوں امر یعنی واو کا لانا اور نہ لانا جائز ہے جیسا قرارت ابن ذکوان میں تخفیف نون
کے ساتھ (لاتتبعانِ) لہذا لا نفی ہوگا نہ لا نہی بوجہ ثبوت نون اعرابی کے پس اسکا عطف سابق صیغہ
امر پر درست نہوگا اس لئے کہ عطف اخبار کا انشار پر لازم آتا ہے اور وہ ممنوع ہے لہذا واو حالیہ ہوگی
اور بخلاف قرارت تشدید نون کے کہ وہ صیغہ نہی ہوگا اور اسکا عطف بھی ماسبق پر درست ہوگا نَحْوَ
وَمَالَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰہِ اور یہ مثال ہے فعل منفی کی جو بدون واو کے حال واقع ہوا ہے لفظ ما
حال کونا غیر مومنین
معنے الی نفی وَلَنَا ظرف مستقر متعلق ہے (مثبت) مقدر کے لِدَلَالَتِہٖ عَلَی الْمُقَارَنَۃِ
لِکَوْنِہٖ مُضَارِعًا دُوْنَ الْحُصُوْلِ لِکَوْنِہٖ مَنْفِیًّا۔ اور وجہ جواز امرین کی یہ ہے کہ وہ مقارنت پر دال
ہے اسلئے کہ وہ مضارع ہے نہ حصول پر اس واسطے کہ وہ منفی ہے اور منفی کی دلالت عدم حصول
پر بطابقہ ہے وَکَذَا اِنْ کَانَ مَاضِیًا لَفْظًا اَوْ مَعْنًی اور اسیطرح دونوں امر جائز ہیں یعنے ذکر و
ترک واو اگر فعل ماضی ہو لفظاً یا معنےً کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِیَ الْکِبَرُ
یہ مثال ہے اتیان واو کی اب کہاں لڑکا ہوسکتا ہے حالت بڑھاپے میں آورد (بلوغ) کبر (حال محققہ ہے
نہ مقدرہ) کیونکہ اسمیں استقبال بعد الحصول ناممکن ہے اور گفتگو حال منتقلہ میں ہے وَقَوْلِہٖ تَعَالٰی
اَوْ جَآءُوْکُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُھُمْ یہ مثال بدون واو کی ہے اور یہ دونوں مثالیں ماضی
لفظاً کی ہیں اور ماضی معنےً سے مراد ہے فعل مضارع منفی بلم او لما کیونکہ یہ دونوں مضارع کو بمعنے منفی کر دیتے
ہیں اور منفی بہ لم کی دو مثال لائے مصنف ؒ۔ ایک واو اور دوسری بدون واو کی اور منفی بہ لما کی

صرف مثال واو کی لائے گویا ترک واو کی مثال پر آگاہ نہیں ہوئے مصنف لہذا آگے کی عبارت ملاحظہ
ہو. وقولہ تعالیٰ انّٰی یکون لی غلٰمٌ ولم یمسسنی بشرٌ وقولہ تعالیٰ فانقلبوا
بنعمةٍ من اللّٰہ وفضلٍ لم یمسسھم سوءٌ یہ دو مثالیں ماضی معنے بلم کی ہیں اول میں
واو ہے اور دوم میں متروک وقولہ تعالیٰ ام حسبتم ان تدخلوا الجنة ولمّا یأتکم
مثل الذین خلوا من قبلکم. اور یہ مثال ماضی معنے بہ لمّا کی ہے اما المثبت فلدلالتہ
علی الحصول لکونہ فعلا دون المقارنة لکونہ ماضیا ولھذا شرط ان یکون
مع قد ظاہرة او مقدرة اور جواز امرین کا ماضی مثبت میں اسلئے ہوتا ہے کہ وہ حصول صفت
غیر ثابتہ پر دلالت کرتی ہے بوجہ فعل مثبت ہونیکے نہ مقارنت پر بوجہ ماضی ہونیکے اسلئے مقارنت
حال کو نہوگی اور اسی مقارنت کی وجہ سے کبھی لفظ قد ظاہر ہوگا جیسا وقد بلغنی الکبر میں اور کبھی
مقدر جیسا (حصرت صدورھم) میں اور یہ اس لئے کہ لفظ قد ماضی کو حال سے قریب کردیتا ہے
اور یہاں پر بھی وہی اشکال مذکور وارد ہوگا یعنے گفتگو ہے حال نحوی میں نہ اس حال میں جو
مقابل ماضی کے ہے کہ جسکو قد قریب کردیتا ہے ماضی سے بس اگر حال وعامل ذوالحال دونوں
ماضی ہوں تو مقارنت جائز ہوگی اور لفظ قد زمان تکلم کے ماضی کو قریب کریگا اور حال نحوی سے
کبھی دور بھی کردیتا ہے جیسے (جاء زیدٌ فی السنة الماضیة وقد رکب فرسہ) یہاں (قد)
نے زمان مجی سے رکوب کو دور کردیا ہے اس اشکال کا عذر مطول میں مذکور ہے واما المنفی
فلدلالتہ علی المقارنة دون الحصول. اور جواز امرین کا ماضی منفی میں اسلئے ہے
کہ اس کی دلالت مقارنت پر ہے نہ حصول پر اما الاول فلان لمّا للاستغراق واما دلالتہ
مقارنت اس واسطے کہ لفظ لمّا استغراق کے لئے آتا ہے معنے وقت انتفا سے لیکر زمان تکلم
تک امتداد نفی میں اسلئے استمرار نفی لازم ہوگی وعلیہا بالانتفاء متصلا مع ان
الاصل استمرار وفیحصل بہ الدلالة علیہا عند الاطلاق اور لمّا کا

غیر مثل لم و ما کی ہے پس وہ زمان تکلم سے سابق انتفاء کے لئے آتا ہے باوجود اس امر کے کہ استمرار نفی اصل ہے جبتک قرینہ انقطاع پر قائم نہو لہذا عند الاطلاق مقارنت پر دلالت حاصل ہوجاوے گی

بِخِلَافِ الْمُثْبَتِ فَإِنَّ وَضْعَ الْفِعْلِ عَلٰى إِفَادَةِ التَّجَدُّدِ بخلاف فعل مثبت کے کہ اسکی وضع افادہ تجدد پر ہے بغیر استمرار کے مثلاً یون کہین (ضرب) تو اگر ماضی کے کسی جز مین وقوع ضرب پایا گیا تو کلام صادق ہوگا اور یون کہین (ما ضرب) تو یہ کلام مفید ہوگا استغراق نفی کو جمیع اجزار زمان ماضی مین لیکن نہ قطعاً بخلاف (لما) کے اسمین استغراق نفی قطعی ہوگا وَتَحْقِيْقُهُ

أَنَّ اسْتِمْرَارَ الْعَدَمِ لَا يَفْتَقِرُ إِلٰى سَبَبٍ بِخِلَافِ اسْتِمْرَارِ الْوُجُوْدِ اور تحقیق کلام مذکور کی یہ ہے کہ استمرار عدم سبب و علت کا محتاج نہین ہوتا بخلاف استمرار وجود یعنے بقاء حادث کے کہ وہ سبب موجود کا محتاج ہوتا ہے (لِأَنَّ وُجُوْدَ مُعَقَّبٍ وُجُوْدٍ) لہذا وجود حادث کے لئے سبب ضروری ہے اور استمرار عدم چونکہ وجود سبب کا محتاج نہین ہوتا اسلئے اس کے واسطے محض انتفاء سبب وجود کافی ہے ادر نیز یہ کہ حوادث مین عدم اصل ہے جبتک علت وجود نہ پائی جاوے الغرض جب منفی مین استمرار اصل ہوا تو بوقت عدم تقیید مقارنت پر دلالت حاصل ہوجاوے گی وَأَمَّا الثَّانِيْ فَلِكَوْنِهٖ مَنْفِيًّا اور دوسرے یعنی عدم دلالت حصول پر اسلئے ہے کہ وہ فعل منفی ہے۔ جاننا چاہئے کہ یہان تک جملہ فعلیہ کا بیان تھا۔ اب جملہ اسمیہ کا بیان شروع ہوتا ہے۔ وَإِنْ كَانَتِ اسْمِيَّةً فَالْمَشْهُوْرُ جَوَازُ تَرْكِهَا بِعَكْسِ مَا مَرَّ فِي الْمَاضِي

الْمُثْبَتِ نَحْوُ كَلَّمْتُهٗ فُوْهُ إِلٰى فِيَّ اور اگر حال جملہ اسمیہ ہے تو مشہور اسمین جواز ترک واو ہے برعکس ماضی مثبت کے اور وجہ یہ ہے کہ جملہ اسمیہ باعتبار استمرار کے مقارنت پر دال ہے نہ حصول صفت غیر ثابتہ پر کیونکہ وہ دوام و ثبات پر دلالت کرتا ہے مثال مذکور مین (فوہ) مبتدا (الی فی) بیار متکلم ظرف مستقر خبر۔ مبتدا و خبر سے ملکر جملہ اسمیہ حالیہ یعنے مُشَافِهًا ہوا یعنے روبرو مکالمہ کیا۔ وَأَنَّ دُخُوْلَهَا أَوْلٰى لِعَدَمِ دَلَالَتِهَا عَلٰى عَدَمِ الثُّبُوْتِ مَعَ ظُهُوْرِ

الاستئنافَ فیہما فحسّن زیادۃ تابطٍ نحو فلا تجعلوا للّٰہ اندادًا وَ انتم تعلمون ہ اور نیز مشہور ہے کہ واؤ کا دخول ترک سے زیادہ اولیٰ ہے اسلئے کہ جملہ اسمیہ کی دلالت عدم ثبوت پر نہیں ہے اور علاوہ اسکی اسمین استیناف ظاہر ہے بوجہ استقلال کے لہذا اسمین زائد رابطہ احسن ہوگا چنانچہ اس آیت مین دو رابطہ ہین ایک واو اور دوم ضمیر (انتم) یعنی تم اہل علم ہو تمکو تو اور شرک سے محترز ہونا چاہیے یا تم شرک کی قباحت جانتے ہو لہذا شریک مت بناؤ

وقال عبدُ القاہرِ ان کان المبتدأ ضمیرَ ذی الحالِ وجبت نحو جاء نی زیدٌ وھو یسرعُ او ھو مسرعٌ اور عبد القاہر کہتے ہین کہ اگر جملہ اسمیہ حالیہ مین مبتدا ضمیر ذو الحال ہو یعنے ذو الحال کیجانب راجع ہو تو واو کا لانا واجب ہے خواہ خبر فعل ہو جیسا مثال اول مین یا اسم ہو جیسا مثال دوم مین اور وجہ اسکی یہ ہے کہ جملہ حالیہ مین واو کو ترک نہین کیا جاتا تاکہ صلہ عامل مین داخل اور نیز اثبات مین اسکے ساتھ منضم ہو جاوے یعنے قید عامل کی ہو جاتا اور کوئی جدید اثبات اس کے لئے نہو لکو منافی تقدیر المفرد اور یہ مذکور امر دونوں مثالون مین ممتنع ہے اسلئے کہ جب (زید) کا اعادہ بذریعہ ضمیر مرفوع منفصل کے کیا گیا تو گویا اسم صریح کا اعادہ ہوا اپن لحاظ کہ (یسرع) کو صلہ بھی مین داخل کرنے کا کوئی سبیل نہین ملا کیونکہ اعادہ ذکر (زید) کی غرض یہ ہے کہ استیناف خبر ہو سکے ساتھ یسرع کے اور اگر ایسا کرنا منظور نہوتا تو مبتدا کا لانا بیکار اور لغو ہو جاتا اب یہ مثال اس کیطرح ہو جاویگی (جاءَنی زیدٌ وعمرٌو یسرعُ اَمامہ) اور بدون واو کے استیناف خبر نہوگا اور نہ سرعت کا اثبات پس اس تحقیق دراشلہ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ جملہ اسمیہ مین قیاس یہی ہے کہ بدون واؤ کے نہ آوے اور کبھی بالفرض بدون واؤ کے ہو بھی تو وہ شاذ اور خلاف قیاس ہے شاید کسی تاویل یا تشبیہ سے ایسا ہو گیا ہوگا کذا فی دلائل الاعجاز اور یہ عبارت مشعر ہے کہ وجوب واؤ بطریق اولے ہو ان اشلہ مین مثلاً جاءنی زید وزید یسرع او مسرع و جاءنی زید وعمرو یسرع امامہ یعنی جب اعادہ اسم کا بذریعہ ضمیر مرفوع منفصل کے اتیان واؤ کو واجب کرتا ہے تو اعادہ

صریح اسم بطریق اولیٰ موجب ہوگا وَإِنْ جُعِلَ نَحْوُ عَلٰی كَتِفِهٖ سَيْفٌ حَالًا كَثُرَ

فِيْهَا تَرْكُهَا نَحْوُ خَرَجْتُ مَعَ الْبَازِيْ عَلَيَّ سَوَادٌ اور اگر مثل عَلٰی كَتِفِهٖ سَيْفٌ کو جسجگہ
حال بنایا جاوے تو ترک واؤ اسمین اکثر ہوگا مثلاً یون کہین (جَاءَنِیْ زَیْدٌ عَلٰی كَتِفِهٖ سَيْفٌ)
آیا زید میرے پاس اس حال مین کہ اُسکے کاندھے پر تلوار رکھی ہے اور پہلا مصرع یہ ہے
(اِذَا اَنْكَرَتْنِیْ بَلْدَةٌ اَوْ نَكِرْتُهَا+) یعنی جب شہری میری قدر نہین کرتے یا وہ شہر مجھے انکو کھا
معلوم ہوتا ہے تو مین جلد وہان سے باز کے ہمراہ چلدیتا ہون تھوڑی رات سے یعنی مین صبح
کا انتظار نہین کرتا اور وہ باز چونکہ سب پرندون سے سویرے چلدیتا ہے اسلئے اُس کی
مصاحبت کو شاعرون نے ذکر کیا (علیّ) ظرف مستقر خبر مقدم اور سوادٌ مبتدا مؤخر پس مجموع جملہ حالیہ
بترک واؤ اور شیخ یہ وجہ بیان کرتے ہین کہ اسم مرفوع بعد ظرف کے فاعل ہوتا ہے ظرف کا لاعتماد
الظرف علی ذی الحال نہ مبتدا اور بالخصوص اس صورت مین مناسب ہے کہ متعلق ظرف اسم فاعل ہو نہ
فعل کیونکہ حال اسم مفرد ہوگا اور مفرد مین واؤ کا لانا ممتنع ہے ہان البتہ اگر فعل ماضی مع قَدْ کے مقدر
مانا جاوے تو اسوقت اتیان واؤ اور ترک واؤ دونون جائز ہوگا یہان تک کلام شیخ کا تھا اور
اس کلام مین اعتراض ہے وہ یہ کہ مثل (علی کتفہ سیف) تقدیر مین مفرد ہو اور نیز جائز ہے کہ جملہ
اسمیہ ہو بتقدیم خبر کما مرّ اور نیز احتمال ہے کہ جملہ فعلیہ مقدر ہو بالماضی ہو یا بالمضارع پس تقدیر
پر اتیان واؤ ممتنع ہے اور دو تقدیر پر واجب نہین ہے لہذا ترک واؤ اکثر ہوا وَيَحْسُنُ التَّرْكُ

تَارَةً لِدُخُوْلِ حَرْفٍ عَلَى الْمُبْتَدَاءِ كَقَوْلِهٖ شعر فَقُلْتُ عَسٰى اَنْ تُبْصِرِيْنِيْ

كَاَنَّمَا + بَنِيَّ حَوَالَيَّ الْاُسُوْدُ الْحَوَارِدُ + اور کبھی بہتر ہوتا ہے ترک واؤ کا جملہ اسمیہ
مین بسبب دخول حرف کے مبتدا پر اسلئے کہ اس حرف کی وجہ سے نوع ارتباط حاصل ہو جائیگا
(اُسُوْد) جمع اَسَد (حَوَارِد) جمع حَارِد بمعنے غضبناک بَنِیَّ الْاُسُوْدُ جملہ اسمیہ حال از مفعول تبصرینی
اور حرف کانما اگر داخل نہوتا اسپر تو کلام بہتر ہوتا بدون واؤ کے اور حوالی بمعنے جوانبی حال ہے

دبنی ہے اور کانما مین جو معنے فعل ہے یعنی تشبیہ وہ عمل کرتا ہے حال مین ترجمہ کہا مین نے اپنی زوجہ سے کہ قریب ہے کہ تو دیکھے گی میرے گرداگرد میرے بیٹونکو گویا وہ غضبناک شیر ہین وَاُخْرٰی لِوُقُوْعِ

اَلْجُمْلَۃِ الْاِسْمِیَّۃِ بِعَقْبِ مُفْرَدٍ کَقَوْلِہٖ شعر وَاللّٰہُ یُبْقِیْکَ لَنَا سَالِمًا + بُرْدَاکَ

تَبْجِیْلٌ وَّتَعْظِیْمٌ + اور کبھی اچھا ہوتا ہے ترک واؤ کا جملۂ اسمیہ حالیہ مین جبکہ واقع ہو بعد حال مفرد کے چنانچہ اس شعر مین (بُرْدَاکَ تَبْجِیْلٌ) مبتدا و خبر جملہ حالیہ ہے بدون واؤ کے اور اگر اس سے پہلے (سالمًا) حال مفرد نہوتا تو ترک واؤ بھی اچھا نہوتا ترجمہ اللہ تعالے آپکو جیتا رکھے ہمارے لئے صحیح وسالم اس حال مین کہ دو نون چادرین عزت و بزرگی کی آپ پر شامل رہین۔

اَلْاِیْجَازُ وَالْاِطْنَابُ وَالْمُسَاوَاۃُ

باب ہشتم ایجاز و اطناب و مساواۃ کے بیان مین قَالَ السَّکَّاکِیُّ اَمَّا الْاِیْجَازُ وَالْاِطْنَابُ

فَلِکَوْنِہِمَا نِسْبِیَّیْنِ لَا یَتَیَسَّرُ الْکَلَامُ فِیْہِمَا اِلَّا بِتَرْکِ التَّحْقِیْقِ وَالتَّعْیِیْنِ

وَالْبِنَاءِ عَلٰی اَمْرٍ عُرْفِیٍّ سکاکی کہتے ہین چونکہ ایجاز اور اطناب امور نسبیہ مین سے ہین جنکا تعقل ایک دوسرے پر موقوف ہوتا ہے کیونکہ کلام موجز بہ نسبت کلام ازید اور مطنب بہ نسبت انقص کے ہوا کرتی ہے اسلئے انمین تحقیق و تعیین کا ترک مناسب ہے یعنی کسی خاص مقدار کلام پر ایجاز یا اطناب کی تعیین ناممکن ہے کیونکہ ہر موجز مطنب اور ہر مطنب موجز اضافی طور پر ہو سکتا ہے اور صرف بنا امر عرفی پر رکھنا مناسب ہے وَہُوَ مُتَعَارَفُ الْاَوْسَاطِ اَیْ کَلَامُہُمْ فِیْ

مَجْرٰی عُرْفِہِمْ فِیْ تَاْدِیَۃِ الْمَعَانِیْ وَہُوَ لَا یُحْمَدُ فِیْ بَابِ الْبَلَاغَۃِ وَلَا یُذَمُّ

اور وہ متعارف اوساط الناس لیا جاویگا جو نہ مرتبہ بلاغت پر ہین نہ غایت عاجز ہین وہ کلام جو معاملات و محاورات مین معانی مطلوبہ ادا کر سکے یعنی وہ کلام نہ باب بلاغت مین محمود ہے بوجہ عدم رعایت مقتضیات احوال کے اور نہ مذموم ہی ہے اور یہ اسلئے کہ اصل غرض ادائے معنی کی دلالت وضعیہ سے ہوجاتی ہے بہ مجرد تالیف کلمات و بس فَالْاِیْجَازُ اَدَاءُ الْمَقْصُوْدِ بِاَقَلَّ مِنْ

عِبَارَةِ الْمُتَعَارَفِ وَّاِلَّا الْمُنَاسِبُ اَدَاۤؤُهٗ بِاَكْثَرَ مِنْهَا پس ایجاز کہتے ہیں ادا کرنا مقصود کو
عبارت متعارفہ سے کم کے ساتھ اور المناسب ہیں ادا کرنا مقصود کو اکثر سے ثُمَّ قَالَ اَلْاِخْتِصَارُ

لِكَوْنِهٖ نِسْبِيًّا يُرْجَعُ فِيْهِ اِلٰى مَا سَبَقَ وَتَارَةً اُخْرٰى اِلٰى كَوْنِ الْمَقَامِ خَلِيْقًا
بِاَبْسَطَ مِمَّا ذُكِرَ اور پھر سکاکی کہتے ہیں کہ المناسب ہیں بوجہ امر نسبی ہونیکے رجوع ماسبق کی طرف
کیا جاویگا یعنے متعارف عبارت سے اکثر ہونا اور کبھی رجوع ہوگا اس طرف کہ متکلم جسقدر کلام لایا ہے
مقام اس سے اقل کا سزاوار تھا اور جسنے مِمَّا ذُكِرَ سے متعارف الاوساط سمجھا ہے وہ غلط ہے کما لا
یخفی یعنے جیسے کلام موصوف ہوسکتی ایجاز کے ساتھ باعتبار اقل متعارف کے ایسے ہی باعتبار مقتضے
مقام بحسب الظاہر کے اقل ہوسکتی ہے یعنی مقام کمتر عبارت کو مقتضی تھا اور متکلم زائد عبارت لایا
اور بحسب الظاہر کی قید اس لئے لگائی ہے کہ اگر کلام اقتضاء مقام کے ظاہرًا و تحقیقًا کمتر ہوگا
تو وہ کلام بلاغت سے خالی ہوجاویگا پس اختصار مذکور کی یہ مثال (رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ)
(اے رب سست شد استخوان من)
بہ نسبت کلام متعارف کے مطلب ہی یعنی (يَا رَبِّ شِخْتُ) سے اے رب بوڑھا ہوگیا ہوں میں
اور ظاہر مقام کے اعتبار سے ایجاز ہے کیونکہ یہ بیان ہے شباب کا جانا اور پیری کا آنا لہذا اس مقام
میں انسب تھا کہ اسکو غایت بسط سے بیان کیا جاتا مگر ایسا نہ کیا گیا ایجاز کے لحاظ سے فافہم
ف اس بیان سے ثابت ہوا کہ ایجاز کے دو معنے ہیں اور دونوں میں نسبت عموم وخصوص من
وجہ ہے یعنی (رَبِّ شِخْتُ) مادۂ اجتماعی ہے اور اقل من المتعارف (اَلْخَمِيْسُ لِلْغَنَمِ) بحذف مبتدا
اصل متعارف یوں ہے (هُوَ هٰذَا الْغَنَمُ) اور اقل اقتضاء مقام سے (رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ) ہے و

فِيْهِ نَظَرٌ لِاَنَّ كَوْنَ الشَّيْءِ نِسْبِيًّا لَا يَقْتَضِيْ تَعَسُّرَ تَحْقِيْقِ مَعْنَاهُ اور اس کلام میں
نظر ہے وہ یہ کہ شئے کا امر نسبی ہونا دشواری تحقیق معنے کو مقتضی نہیں ہے اسلئے کہ اکثر امور نسبیہ کے
معانی متحقق ہوتے ہیں اور انکی تعریفات بھی کیجاتی ہیں مثل الابوت واخوت وعلیت ومعلولیت وغیرہ
اور جواب نظر مذکور کا یہ ہے کہ سکاکی نے ان دونوں کے معنے تفسیر نہیں مراد لیا بلکہ معنے تو

خود بیان کر چکے ہیں البتہ یہ بات دشوار ہے کہ کسی مقدار معین کو ایجاز یا اطناب نہیں مقرر کر سکتے جیسا
اوپر بیان ہو چکا ہے ثُمَّ الْبِنَاءُ عَلَى الْمُتَعَارَفِ وَالْبَسْطِ الْمَوْصُوْفِ رَدٌّ إِلَى الْجَهَالَةِ ثم
بنا رمتعارف اور بسط موصوف یعنی ادا اکثر متعارف یا کثر مقام مذکور ہے تو یہ رجوع کرنا ہے جہالت
کی طرف اسلیے کہ متعارف الاوساط کی مقدار وکیفیت معلوم نہیں ہوسکتی پورے طور سے کیونکہ
ان لوگوں کے طبقات مختلف ہیں اور نیز یہ بھی نہیں متعین ہوسکتا کہ کون مقام کس مقدار بسط
کو چاہتا ہے تاکہ اسپر دوسرا مقام قیاس ہوسکے اور اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ الفاظ معانی کے لئے
قوالب ہیں اور اوساط الناس کے لئے بھی ایک حد معین ہے جس سے وہ اپنے مافی الضمیر کو محاملات
و محاورات میں ادا کر لیتے ہیں گو وہ ادائے معانی میں اختلاف عبارات ولطائف اعتبارات پر
پورے طریق سے قادر نہوں اور یہ بات سب بلغا وغیرہ کے نزدیک روشن ہے لہذا بنا ر علی
المتعارف واضح ہے عند الکل باقی بنار البسط موصوف پر تو وہ صرف بلغا رہی کا حق ہے جو عارف
ہیں مقتضیات احوال کو حتے الوسع لہذا جسقدر مقام مقتضی ہوگا بسط کو اس سے بے خبر نہونگے

وَالْأَقْرَبُ أَنْ يُقَالَ الْمَقْبُوْلُ مِنْ طُرُقِ التَّعْبِيْرِ عَنِ الْمُرَادِ تَأْدِيَةُ أَصْلِهِ
بِلَفْظٍ مُسَاوٍ لَهُ أَوْ نَاقِصٍ عَنْهُ وَافٍ أَوْ زَائِدٍ عَلَيْهِ لِفَائِدَةٍ اور مقبول طریق یہ ہے
کہ تعبیر مراد بلفظ مساوی یا ناقص یا زائد بغرض فائدہ ہو اور یہی اقرب الی الصواب ہے الحاصل
مساوات کے یہ معنے ہیں کہ لفظ ٹھیک بمقدار اصل مراد ہو نہ اس سے کم نہ زیادہ اور ایجاز کے
یہ معنی ہیں کہ لفظ مراد سے کم ہو مگر وافی اور اطناب یہ ہے کہ لفظ اصل مراد سے بلحاظ کسی فائدہ کے زائد

وَاحْتَرَزَ بِوَافٍ عَنِ الْإِخْلَالِ۔ اب معلوم کرنا چاہئے کہ وافی کی قید ایجاز میں اسواسطے
لگائی ہے تاکہ اخلال سے احتراز حاصل ہو جاوے۔ اخلال اسکو کہتے ہیں کہ لفظ مراد سے ناقص
اور غیر وافی یعنی ناکافی ہو جیسا حارث کے اس شعر میں کقوله شعر وَالْعَيْشُ خَيْرٌ فِي
ظِلَالِ النُّوْكِ مِمَّنْ عَاشَ كَدًّا ÷ أَيِ النَّاعِمُ فِي ظِلَالِ الْعَقْلِ ÷ یعنی عیش

بہتر ہے حماقت وجہالت کے سایہ مین اُس شخص سے جو تکلیف مین گذارے اور اصل مراد یون ہے (اِنَّ الْعَیْشَ النَّاعِمَ
فِیْ ظِلَالِ النُّوْکِ خَیْرٌ مِّنَ الْعَیْشِ الشَّاقِّ فِیْ ظِلَالِ الْعَقْلِ) اور لفظ عیش کافی نہین ہے اس مراد کو لہذا مخل ہو کر غیر مقبول ہوا

وَبِفَائِدَۃٍ عَنِ التَّطْوِیْلِ نَحْوُ + وَاَلْفٰی قَوْلَھَا کَذِبًا وَّمَیْنًا اور المناب کی تعریف مین قید (فائدۃ) اسواسطے لگائی گئی
کہ تطویل سے احتراز حاصل ہو جاوے اور تطویل اسکو کہتے ہین کہ لفظ اصل مراد سے کسی فائدہ کے زائد ہو مگر لفظ متعین نہو جیسے
لفظ (کذبا ومینا) کہ دونون کے معنی واحد ہین مصرع + وَقَدَّدَتِ الْاَدِیْمَ لِرَاھِشَیْہِ + ہے (راہشان) دو رگ ہین
اندرون دونون کلائیونکے اور ضمیر راہشیہ اور الفی راجع بطرف خدیمۃ الابرش جو معرب برص ہے اور قددت وقولھا کی ضمیر
مؤنث زبا کیطرف عائد ہے اور اس بیت مین بیان ہے قتل کرنا زبا کا جذیمۃ الابرش کو اور یہ قصہ یون مشہور ہے کہ ملکہ زبا
نامی کے باپ کو بادشاہ جذیمہ نے بحرص ملک گیری قتل کر دیا تھا جب زبا کو معلوم ہوا کہ میرے باپ سے ایسا معاملہ ہوا تو
اُسنے نکاح کی بہانہ سے جذیمہ کو بلایا کہ میرے والد مقتول ہوگئے ہین تم آکر مجھسے نکاح کر لو جذیمہ ابرش نے بڑے شوق سے جانیکا
ارادہ کیا تو اُسکے بھتیجے یا بھانجے قصیر نے جو اُسکا وزیر بھی تھا منع کیا کہ ایسا مت کرو خیر آخرکار چلا گیا اور فورًا
قتل کر دیا گیا اور پھر جذیمہ کا بدلہ قصیر نے زبا سے لیا مگر اپنا ناک و کان کاٹ کر زبا کے پاس پہونچا اور کہا کہ عمرو بن عدی
نے جو جذیمہ ابرش کا بھانجہ ہوتا ہے میرے ناک و کان کاٹ دیئے ہین اور یہ الزام مجھپر قائم کیا ہے کہ تُنے زبا سے ملکر
میرے ماموں جذیمہ کو قتل کر دیا ہے اور اس شکایت کے سلسلہ مین زبا نے قصیر کو مقرب بارگاہ خود بنا لیا قصہ طویل ہے
یعنے جذیمہ کی دونون رگونکے لیے بکا حجرا کا خون کمیا جمع کرنیکے لیئے اور جذیمہ ابرش نے زبا کی بات کو بالکل کذب

جھوٹ پایا یعنی دربارہ عقد وَعَنِ الْحَشْوِ الْمُفْسِدِ کَالنَّدٰی فِیْ قَوْلِہٖ شعر وَلَا فَضْلَ فِیْھَا لِلشَّجَاعَۃِ

وَالنَّدٰی + وَصَبْرِ الْفَتٰی لَوْ لَا لِقَاءُ شَعُوْبٖ + شعوب علم ہے موت کا اور نیز احتراز حاصل ہو جاوے حشو مفسد سے
کہ اسمین لفظ زائد متعین ہوتا ہے بغیر فائدہ یعنی عدم فضیلت بر تقدیر عدم موت کے شجاعت وصبر مین واضح ہے اسلئے کہ شجاع کو
عدم ہلاک اور صابر کو زوال مکروہ کا بالکل یقین ہے بخلاف باذل مال یعنی خرچ کرنیوالے کو کہ اسے یقین ہے کہ مین ہمیشہ رہونگا
مال کی احتیاج رہیگی تو ایسے شخص کا صرف مال نہایت افضل ہے بیلحاظ اعتبار سے اور امام ابن جنی غایت عذر یون
بیان کرتے ہین کہ جو شخص عسر و یسر و شدت و رخا کے مختلف احوال دیکھ لیتا ہے تو اسے ایک گونہ اطمینان ہو جاتا ہے اور

تکالیف سہل معلوم ہونے لگتی ہیں گو وہ ہمیشہ زندہ رہے لہذا اسکے اتفاق مال میں کوئی زیادہ فضیلت نہیں ہے

وَغَيْرِ الْمُفْسِدِ كَقَوْلِهٖ وَاَعْلَمُ عِلْمَ الْيَوْمِ وَالْاَمْسِ قَبْلَهٗ دوسرا مصرع یہ ہے وَلٰكِنَّنِيْ عَنْ عِلْمِ مَا فِيْ غَدٍ عَمِيْ

اور حشو ہو جائے حشو غیر مفسد کی جیسا اس شعر میں لفظ قبلہ حشو غیر مفسد ہے، ان البتہ مقام تاکید میں حشو یعنی زائد نگو ہے

اسلئے میں تاکید ہے البصرۃ بعینی وسمعتہ باذنی کتبتہ بیدی یعنی میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور میں نے کانوں سے سنا اور

اپنے ہاتھوں سے لکھا ہے یہ حادثہ۔ **وَالْمُسَاوَاةُ** چونکہ مساوات اس باب میں اصل اور مقیس علیہ ہے اس لئے

مصنف اسکو مقدم لائے ہیں نحو وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ وَقَوْلِهٖ شعر فَاِنَّكَ كَاللَّيْلِ

الَّذِيْ هُوَ مُدْرِكِيْ ٭ وَاِنْ خِلْتُ اَنَّ الْمُنْتَاٰى عَنْكَ وَاسِعٌ٭ مکر بدائی کے اہل کو لاحق ہوگا یعنی

بدی کی سزا ویسی ہی ہوگی ترجمہ شعر تم اے ممدوح مثل رات کی ہو جو پالیتی ہے مجھکو اگرچہ میں خیال کروں

کہ مقام دوری کا تجھسے وسیع ہے یعنی ہجو کیسے کرسکتا ہوں جبکہ ممدوح ہر جگہ قدرت تامہ رکھتے ہیں مجھ پر واقعہ یہ ہے کہ کسی

دشمن نے شکایت کردی تھی کہ شاعر فلاں آپکی ہجو کرتا ہے لہذا عذر بیان کیا اس شعر میں بعضوں نے لکھا ہے کہ آیہ میں حذف

مستثنیٰ منہ ہے اور بیت میں جواب شرط محذوف ہے لہذا یہ دونوں مثال ایجاز ہیں مساوات جواب یہ ہے کہ یہ حذف

باعتبار رعایت امر لفظی کی ہے اور ادائے اصل مراد اسکا محتاج نہیں حتیٰ کہ اگر تصریح کیجاتی تو المناسب کلام تطویل ہو جاتی خلاصہ یہ ہے کہ

کہ لفظ آیہ کریمہ اور لفظ بیت کا اصل مراد سے زائد و کم ہونا تسلیم نہیں ہے وَالْاِيْجَازُ ضَرْبَانِ اِيْجَازُ الْقِصَرِ وَهُوَ مَا لَيْسَ بِحَذْفٍ

نَحْوُ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ فَاِنَّ مَعْنَاهُ كَثِيْرٌ وَلَفْظَهٗ يَسِيْرٌ وَلَا حَذْفَ فِيْهِ ایجاز کی دو قسمیں ہیں ایک ایجاز قصر

جسمیں محذوف نہو جیسا تمہارے لئے قصاص میں نوع حیوۃ ہے) اس آیت کے الفاظ قلیل اور معانی کثیر ہیں اسوجہ سے کہ اگر کوئی

انسان یہ جانے کہ میں کسیکو قتل کرونگا تو قتل کیا جاؤنگا تو وہ اقدام قتل پر نہیں کریگا پس اس قصاص کی بدولت بہت سے انسانوں کا

قتل اسمیں رک جائیگا اور یہی عبارت ہے حیات سے اور نیز اس آیہ میں کوئی ایسی چیز بھی محذوف نہیں جس پر اصل مراد موقوف ہو

البتہ فعل کا جسکے ساتھ ظرف کا تعلق ہے تو وہ رعایت امر لفظی کی ہے اور اگر اسے ذکر کیا جاتا تو تطویل ہو جاتی وَفَضْلُهٗ عَلٰى مَا كَانَ

عِنْدَهُمْ اَوْجَزَ كَلَامٍ فِيْ هٰذَا الْمَعْنٰى وَهُوَ قَوْلُهُمُ الْقَتْلُ اَنْفٰى لِلْقَتْلِ بِقِلَّةِ حُرُوْفِ مَا يُنَاظِرُهٗ مِنْهُ قَوْلِهٖ

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ) کو فضیلت قول اہل عرب پر جو اس معنی میں مشہور ہے یعنی القتل انفی للقتل ایک تو بوجہ قلت حروف کے

ہے (ستہ) امرچہ پورا قول مذکور باری تعالیٰ کا ہی اور (ما بینا ظرہ منہ) سے مراد صرف (فی القصاص حیٰوۃ) ہے اور لفظ الکم زائد ہی
قول عرب کا جس (فی القصاص حیٰوۃ) میں مع تنوین کے گیارہ حروف ملفوظ ہیں اور (القتل انفی للقتل میں حروف ملفوظ چودہ ہیں اسلئے
کہ ایجاز عبارت سے متعلق ہی نہ کتابت سے وَالنَّصُّ عَلَی الْمَطْلُوْبِ مَا یُفِیْدُہٗ تَنْکِیْرُ حَیٰوۃٍ مِّنَ التَّعْظِیْمِ لِمَنْعِہٖ عَمَّا کَانُوْا عَلَیْہِ
مِنْ قَتْلِ جَمَاعَۃٍ بِوَاحِدٍ اور دوسری وجہ رجحان کی تصریح ہی مطلوب یعنی حیٰوۃ پر اور تنکیر حیات مفید تعظیم ہی اسلئے کہ
قصاص روکتا ہی قتل جماعت کثیرہ سے جو ایک کے بدلہ میں ہوتا لہٰذا قصاص میں حیات عظیمہ ہوگی اَوْ مِنَ النَّوْعِیَّۃِ وَہِیَ الْحَاصِلَۃُ
لِلْمَقْتُوْلِ وَالْقَاتِلِ بِالْاِرْتِدَاعِ یا قصاص میں نوع حیات ہی اور یہ حیات وہ ہی جو مقتول و قاتل دونوں کو حاصل ہوتی ہے
یعنے جب خوف قصاص فعل قتل نہ واقع ہوا تو دونوں سلامت ہیں وَاطِّرَادِہٖ وَخُلُوِّہٖ عَنِ التَّکْرَارِ اور تیسری وجہ فضیلت کی یہ ہی کہ
قصاص مطرد ہی ہر جگہ اسلئے کہ قصاص ہمیشہ مطلقاً سبب حیات ہے نہ قتل کیونکہ وہ بعض صورت میں یعنی جب علیٰ وجہ القصاص ہوتا انفی للقتل ہوگا
لیکن جب بطریق ظلم ہو تو وہ اور داعی الی القتل ہو جاویگا اور چوتھی وجہ رجحان کی تکرار سے خالی ہونا اور قول عرب کا مشتمل تکرار پر ہے
اور تکرار سے خالی افضل ہی غیر خالی سے اگرچہ تکرار مخل بالفصاحت نہ ہو وَاسْتِغْنَائِہٖ عَنْ تَقْدِیْرِ الْمَحْذُوْفِ وَالْمُطَابَقَۃِ اور پانچویں
رجحان کی حصول استغناء ہی تقدیر محذوف سے بخلاف قول عرب کے کہ اسمیں صلہ نفی کا محذوف ہی یعنی من ترکہ اور چھٹی وجہ رجحان کی یہ
اشتمال ہی صنعت مطابقت پر اور وہ یہ ہی کہ ایک کلام میں دو معنی متقابل مجتمع ہوں اسکا بیان فن ثالث میں آویگا بالتفصیل اور یہاں پر
قصاص و حیات دونوں متقابل ہیں وَاِیْجَازُ الْحَذْفِ قسم دوم ایجاز حذف ہی جسمیں کچھ حذف ہو وَالْمَحْذُوْفُ اِمَّا جُزْءُ جُمْلَۃٍ
مُضَافٌ نَحْوُ وَاسْئَلِ الْقَرْیَۃَ اور محذوف یا جزء جملہ کا ہوگا عام ہی کہ عمدہ ہو مثل مسند الیہ و مسند کے یا فضلہ مثل مفعول
وغیرہ مثال حذف مضاف وَسْئَلِ الْقَرْیَۃَ اَیْ اَہْلَ الْقَرْیَۃِ اَوْ مَوْصُوْفٌ نَحْوُ اَنَا ابْنُ جَلَا وَطَلَّاعُ الثَّنَایَا مصرع دوم یہ ہی
اَضَعُ الْعِمَامَۃَ تَعْرِفُوْنِیْ + اَلثَّنِیَّۃُ گھاٹی فلانٌ طَلَّاعُ الثَّنَایَا یعنی دشوار امور کو ہوشیار کرنیوالا اور جلا یہ صفت ہی
موصوف محذوف کا یعنی اَیْ اَنَا ابْنُ رَجُلٍ جَلَا بمعنے اِنْکَشَفَ اَمْرُہٗ یا کَشَفَ الْاُمُوْرَ
یعنے لازمی یا متعدی اور بعضون نے کہا ہے کہ جلا بحذف تنوین علم ہے اور اس جگہ منقول ہے فعل
مع الضمیر سے جو جملہ ہے نہ صرف فعل سے ترجمہ میں بیٹا ہون جلا کا اور دیدبان جب کہ میں
دستار فضیلت سر پر باندھون گا تو مجھے پہچان لوگے۔ اَوْ صِفَۃٌ نَحْوُ قَوْلِہٖ تَعَالٰی

وَكَانَ وَرَاءَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا اَیْ صَحِيحَةٍ اَوْ نَحْوِهَا بِدَلِيلٍ قَبْلَهٗ
یعنی صفت محذوف ہوگی جیسا سفینۃ کی صفت صحیحۃ یا سلیمۃ یا غیر معیبۃ محذوف ہے اور اس تقدیر
کی دلیل سابق قول باریتعالے فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيبَهَا) ہے کہ بادشاہ وقت عیب دار کشتی نہیں لیتا تھا
اَوْ شَرْطٌ كَمَا مَرَّ یا محذوف شرط ہوگی جیسا گذرا ہے آخر باب انشاء مین اَوْ جَوَابُ شَرْطٍ
اِمَّا لِمُجَرَّدِ الْاِخْتِصَارِ نَحْوُ وَاِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ اَيْدِيكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ
لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ہ کبھی محذوف جواب شرط ہوگا اور یہ یا محض اختصار کے لیے ہوگا جیسا
اس قول مین شرط موجود ہے اور جواب یعنی اَعْرَضُوا محذوف ہے بدلیل (وَمَا تَاْتِيهِمْ مِنْ اٰيَةٍ مِنْ
اٰيَاتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ) اَوْ لِلدَّلَالَةِ عَلٰى اَنَّهٗ شَيْءٌ لَا يُحِيطُ بِهِ الْوَصْفُ
اَوْ لِتَذْهَبَ نَفْسُ السَّامِعِ كُلَّ مَذْهَبٍ مُمْكِنٍ مِثَالُهُمَا وَلَوْ تَرٰى اِذْ وُقِفُوا
عَلَى النَّارِ یا جواب شرط اسلئے حذف ہوتا ہے کہ اسکا وصف احاطۂ بیان سے باہر ہے یا اسلئے
کہ سامع ہر طریق ممکن کو دے سکے دونوں کی مثال قول باری تعالے ہے اور اسمین غرض مذکور
کے لیے جواب شرط محذوف ہے اَیْ لَرَاَيْتَ اَمْرًا فَظِيعًا وَعَيْرُ ذٰلِكَ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰے
لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اَیْ وَمَنْ اَنْفَقَ وَقَاتَلَ مِنْ
بَعْدِهٖ بِدَلِيلِ مَا بَعْدَهٗ اور اس مذکور کے علاوہ بھی حذف ہوتا ہے مثل حذف مسند الیہ
و مسند و مفعول جیسا ابواب سابقہ مین گذر چکا ہے اور مثل حذف معطوف مع حرف عطف کے
اس آیت مین اور اس کی دلیل آگے دوسری آیت ہے اُولٰئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ اَنْفَقُوا
مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۔ اور حذف کی وجہ یہ ہو کہ استواء دو چیز مین ہوتی ہے نہ ایک مین لہذا
(مَنْ اَنْفَقَ الخ) دو شخص ہونگے اور مذکور فی الآیۃ ایک ہی تھا اسلئے معطوف مع حرف عطف محذوف
ہے وَ اِمَّا جُمْلَةٌ مُسَبَّبَةٌ عَنْ مَذْكُورٍ اور اسکا عطف ہے (اِمَّا جُزْءُ جُمْلَةٍ) پر۔
اگر کہا جاوے کہ جملہ سے کیا مراد ہے یہان پر کہ شرط و جزا کو جملہ نہیں شمار کیا گیا اسکا جواب یوں ہے

کہ یہان جملہ سے مراد وہ کلام مستقل ہے جو کہ دوسرے کلام کا جزء نہ واقع ہو یا محذوف جملہ ہوگا جو
مسبب ہی سبب مذکور سے جیسا اسکے آگے کی آیت مین سبب مذکور ہے اور مسبب محذوف ہے یعنے
نَحْوُ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ مین اَیْ فَعَلَ مَا فَعَلَ یعنے خدا تعالے نے کیا جو کچھ کیا
تاکہ حق کو حق اور باطل کو باطل ظاہر کرے اَوْ مُسَبَّبٌ لِمَذْکُوْرٍ نَحْوُ (فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ)
اِنْ قُدِّرَ فَضَرَبَهٗ بِهَا یا سبب ہو وہ جملہ مسبب مذکور کے واسطے جیسا قول (فضربہ بہا)
جملہ محذوفہ سبب ہے قول (فَانْفَجَرَتْ) کے لئے وَيَجُوْزُ اَنْ يُقَدَّرَ فَاِنْ ضَرَبْتَ بِهَا
فَقَدِ انْفَجَرَتْ اور اس طرح کی تقدیر بھی جائز ہے پس محذوف جزء جملہ ہوگی یعنی شرط اور اس طرح
کی فاء کو فاء فصیحیہ کہتے ہین دونون تقدیر پر یا صرف اول یا صرف دوم پر کیونکہ اسمین تین قول ہین
اَوْ غَيْرَهُمَا نَحْوُ نِعْمَ الْمَاهِدُوْنَ كَمَا مَرَّ اور سبب مسبب کے غیر مین بھی حذف ہوتا
ہے جیسا اس قول مین مبتدا و خبر محذوف ہے ای (هُمْ نَحْنُ) چنانچہ بحث استیناف مین معلوم
کر چکے ہو وَاِمَّا اَکْثَرُ نَحْوُ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ اَیْ اِلٰی يُوْسُفَ
لِاَسْتَعْبِرَهُ الرُّؤْيَا فَفَعَلُوْا فَاَتَاهُ فَقَالَ لَهٗ يَا يُوْسُفُ یا حذف ایک جملہ سے زیادہ
ہوگا پس (یوسف) منادی بحذف حرف ندا۔ اس سے پہلے کئی جملے محذوف ہین مع حرف
ندا کے یعنی مجھے یوسف کی طرف روانہ کرو تاکہ خواب کی تعبیر دریافت کرون ان سے چنانچہ
ایسا ہوا اور انکے پاس گئی اور اُنسے عرض کیا کہ ای یوسف الخ اور کلام عرب مین اکثر ایسے
محذوفات ہین جسکو ہمنے تہذیب النحو کے اخیر مین گنا دیا ہے وَالْحَذْفُ
عَلٰی وَجْهَيْنِ اَنْ لَا يُقَامَ شَيْءٌ مَقَامَ الْمَحْذُوْفِ كَمَا مَرَّ جاننا چاہیے کہ حذف کی دو قسمیں ہین ایک تو یہ کہ محذوف
قائم مقام کوئی چیز کیجاوے بلکہ اکتفا قرینہ پر ہو جیسا امثلہ سابقہ مین گذرا وَاَنْ يُقَامَ نَحْوُ اور دوسرے
یہ کہ اسکے مقام پر کوئی چیز قائم کردی جاوے جیسے وَاِنْ يُكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ
مِّنْ قَبْلِكَ مین (فَقَدْ كُذِّبَتْ) جزاء شرط کی نہین ہے اسلئے کہ تکذیب رسل مقدم ہے تکذیب

آنحضرت صلعم سے حالانکہ شرط سے جزا موخر ہوتی ہے بلکہ یہ جواب محذوف کا سبب ہے جو اُس کی جگہ پر
قائم کیا گیا ہے اور جواب حقیقی اسکا ای فَلَا تَحْزَنْ وَاصْبِرْ ہے اور پھر حذف کے لیے کوئی
دلیل ہونا چاہیئے جسکو مصنف آگے بیان کرتے ہیں وَاَدِلَّتُهٗ كَثِيْرَةٌ مِنْهَا اَنْ يَدُلَّ
الْعَقْلُ عَلَيْهِ وَالْمَقْصُوْدُ الْاَظْهَرُ عَلٰى تَعْيِيْنِ الْمَحْذُوْفِ نَحْوُ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ
الْمَيْتَةُ معلوم کرنا چاہیئے کہ دلائل حذف بہت ہیں منجملہ اُنکے ایک یہ ہے کہ عقل حذف پر دلالت
کرے اور مقصود کلام تعیین محذوف پر جیسا آیت مذکورہ بالا میں عقل دلالت کرتی ہے کہ یہاں پر
کچھ محذوف ہے اسلیے کہ احکام شرعیہ کا تعلق افعال مکلف سے ہوتا ہے نہ اعیان و ذوات
سے اور مراد ظاہر ان اشیاء مذکورہ فی الآیۃ سے تناول ہے اور یہ عام ہے اکل و شرب سے اور
یہ مقصود اظہر پر دال ہے ف قولہ (منہا ان یدل) میں قدرے تسامح ہے گویا مضاف
محذوف ہے یعنے اَن مع الفعل بتاویل مصدر ہے اور دلالۃ از قبیل ادراک نہیں ہے بلکہ عبارت
یون ہے کہ امن دلالۃ الحذف دلالۃ العقل اسیطرح تسامح ہے قول ابن حاجب میں لانہا ما تدل
الخ وَمِنْهَا اَنْ يَدُلَّ الْعَقْلُ عَلَيْهِمَا نَحْوُ وَجَآءَ رَبُّكَ اَیْ اَمْرُهٗ اَوْ عَذَابُهٗ اور منجملہ
اُنکے ایک یہ کہ فقط عقل ہی حذف اور تعیین محذوف پر دلالت کرے جیسا قول باری تعالے میں
مجئ رب کی ممتنع ہے عقلاً اور تعیین محذوف پر بھی عقل ہی دال ہے اور (امر) یا (عذاب)
لا علی التعیین پر نص دلالت کرتی ہے نہ معین پر وَمِنْهَا اَنْ يَدُلَّ الْعَقْلُ عَلَيْهِ وَالْعَادَةُ
عَلٰى التَّعْيِيْنِ نَحْوُ فَذٰلِكُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِيْهِ اور منجملہ اُنکے ایک یہ کہ عقل دلالت
کرے حذف پر اور عادت تعیین محذوف پر جیسا اس قول میں عقلاً معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر کچھ محذوف ہے
اسلئے کہ ذات شخص پر ملامت کرنے کا کوئی معنے نہیں ہے وَاَمَّا تَعْيِيْنُ الْمَحْذُوْفِ فَاِنَّهٗ
يَحْتَمِلُ فِیْ حُبِّهٖ لِقَوْلِهٖ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا اور احتمال ہے کہ فی حبہ محذوف ہو بقرینہ
حبًّا اور احتمال ہے نیز کہ فی مراودتہ مقدر ہو بقرینہ لقولہ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَفْسِهٖ

اور محتمل ہے کہ فی شانہٖ مقدر ہو اور یہ دونوں کو شامل ہو ہے یعنی حُبّ و مراودت کو کما قال حتّٰی یشملھما والعادۃ دلّت علی الثانی لانّ الحبّ المفرط لا یلام صاحبہ علیہ فی العادۃ لقھرہٖ ایّاہ اور عادت دلالت کرتی ہے دوم یعنی مراودت پر اسلئے کہ حب مفرط پر عادۃً عاشق کو ملامت نہیں کیا جاتا کیونکہ وہ اس محبت میں مغلوب و مقہور ہے ہذا اول و سوم تقدیر جائز نہیں پس ثانی تقدیر متعین ہو گئی باعتبار عادت کے ومنھا الشروع فی الفعل نحو بسم اللّٰہ فیقدّر ما جعلت التسمیۃ مبدأ اور منجملہ اُسکے کسی کام کو شروع کرنا ہے۔ اس سے بھی تعیین محذوف ہو جاتی ہے مثل (بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم) کے یعنی قرارت یا قیام یا قعود اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں پس جار و مجرور دلیل حذف ہی جسکے واسطے متعلق چاہئے اور شروع فی الفعل دال ہے تعیین فعل پر ومنھا الاقتران کقولھم للمعرّس بالرّفاء والبنین ای اعرست اور منجملہ اُسکے اقتران ہے یعنی شادی کے موقع پر دولھا سے بولا جاوے کہ (اتفاق اور اولاد مبارک) اس سے بھی تعیین محذوف ہو جاتی ہے یعنی یہ شادی مبارک ہو اور دولھا دلہن سلامت رہیں پس با مصاحبت کا تعلق ہے فعل محذوف کے ساتھ یعنے اعرست والاطناب امّا بالایضاح بعد الابھام لیری المعنی فی صورتین مختلفتین او لیتمکّن فی النفس فضل تمکّن او لیتکمل لذّۃ العلم بہٖ نحو ربّ اشرح لی صدری فانّ اشرح لی یفید طلب شرح شیءٍ مّا لہ وصدری یفید تفسیرہ ک۔ اطناب یا تو اسطرح ہوتا ہے کہ اولاً ایک مطلب کو مبہم ذکر کرتے ہیں اور بعد اسکے توضیح کی جاتی ہے تاکہ ایک معنی کو دو صورتوں مختلف میں بیان کریں ایک مبہم اور دوسری مشرح اس غرض سے کہ (العلمان خیر من علم واحد) یا اس غرض سے کہ معنے مذکور خوب ذہن میں استحکام پکڑلے کیونکہ تفصیل بعد اجمال کے طبیعت میں جم جاتی ہے۔ یا بغرض تکمیل لذت علم کے اسلئے کہ حصول ایک شئے کا بعد طلب اور شوق کے لذیذ ہوتا ہے جیسا لفظ (اشرح لی) مجملاً کہا گیا تو سامع کو انتظار رہا کہ کون شئے کو

طالب کی جسکی وہ طلب کرتا ہے بعدہ لفظ (صدری) اسے شئے کی تفسیر کردی وَمِنْهُ بَابُ نِعْمَ عَلٰی
اَحَدِ الْقَوْلَيْنِ اِذَا اُرِيْدَ الْاِخْتِصَارُ كَقَوْلِ نِعْمَ زَيْدٌ اور اسی میں مذکور ہے باب نعم کا بنا
ایک قول کے یعنی جب مخصوص بالمدح وغیرہ کو مبتدا محذوف کی خبر بنایا جاوے اسلئے اگر اختصار یعنے
ترک المناب مراد ہوتا تو صرف (نعم زید) کافی تھا ف اختصار کے دو معنے ہیں خاص یعنی ایجاز اور عام
یعنے ترک المناب جو شامل ہے مساوات کو نیز اور بیان پر معنی عام مراد ہے وَوَجْهُ حُسْنِهٖ سِوٰی
مَا ذُكِرَ اِبْرَازُ الْكَلَامِ فِىْ مَعْرِضِ الْاِعْتِدَالِ وَاِيْهَامُ الْجَمْعِ بَيْنَ الْمُتَنَافِيَيْنِ اور وجہ
حسن باب نعم کی علاوہ ایضاح بعد ابہام کے اظہار کلام ہے بصورت اعتدال میں یعنی ایضاح و ابہام
کے اعتبار سے الطناب ہے اور بلحاظ حذف مبتدا کے ایجاز ہے یعنے بین بین ہے اور نیز جمع بین
المتنافیین کا ایہام بھی ہے ایجاز و اطناب یا اجمال و تفصیل یا ایضاح و ابہام یا اخبار و انشاء
بہرحال یہ امور غریبہ ہیں جس سے نفس کو لذت حاصل ہوتی ہے اور موجب حسن کلام ہیں کما سیاتی
فی فن ثالث اور مصنف نے ایہام اتم اسلئے کہا کہ حقیقت جمع بین المتنافیین کی یہ ہے کہ
ذات واحدہ پر دو وصف متضاد جنکا اجتماع شئے واحد میں زمان واحد میں جہۃ واحدہ سے ممتنع ہو صادق
اور یہ محال ہے مثلاً محل واحد زمان واحد میں جہت واحدہ سے (اَسْوَدُ وَاَبْيَضُ) نہیں ہوسکتا ہے
وَمِنْهُ التَّوْشِيْعُ اور اسی قسم المناب سے توشیع بھی ہے اور لغت میں ہے لپیٹنا روئی دھنکی ہوئی کا
اور اصطلاح میں اَنْ يُّؤْتٰى فِىْ عَجُزِ الْكَلَامِ بِمُثَنًّى مُفَسَّرٍ بِاِسْمَيْنِ ثَانِيْهِمَا مَعْطُوْفٌ
عَلَى الْاَوَّلِ نَحْوُ يَشِيْبُ ابْنُ اٰدَمَ وَيَشِبُّ فِيْهِ خَصْلَتَانِ الْحِرْصُ وَطُوْلُ الْاَمَلِ
یعنے آخر کلام میں دو شئے ذکر کریں بصیغہ تثنیہ پھر اس کی تفسیر کریں بطور عطف کے جیسا (خصلتان)
تثنیہ ہے اور اسکی تفسیر (الحرص وطول الامل) بطور عطف ہے یعنے ابن آدم بوڑھا ہوتا ہے اور دو
خصلتیں اسمیں جوان ہوجاتی ہیں ایک حرص اور دوسری درازی توقع وَاِمَّا بِذِكْرِ الْخَاصِّ
بَعْدَ الْعَامِّ اور اسکا عطف ہے اما بالایضاح پر اور ذکر سے مراد بطریق عطف ہے لِلتَّنْبِيْهِ

عَلٰی فَضْلِہٖ حَتّٰی کَاَنَّہٗ لَیْسَ مِنْ جِنْسِہٖ تَنْزِیْلًا لِلتَّغَایُرِ فِی الْوَصْفِ مَنْزِلَۃَ التَّغَایُرِ
فِی الذَّاتِ اور کبھی اطناب اسطرح ہوتا ہے کہ خاص کو بعد عام کے ذکر کرتے ہیں بہ نظر اظہار فضیلت
خاص کے گویا وہ جنس عام سے ہی نہیں کیونکہ بوجہ اوصاف شریفہ کے تغایر وصفی حکم میں تغایر ذاتی کہ ہو گیا ہے
(لکونہ ممتازًا عن افراد العام) نَحْوُ حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی وسطی سے مراد صلوٰۃ عصر ہے عند الاکثر بمعنے
افضل یا درمیانی نماز وَاِمَّا بِالتَّکْرِیْرِ لِنُکْتَۃٍ لِتَاکِیْدِ الْاِنْذَارِ فِیْ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ وَفِیْ ثُمَّ
دَلَالَۃٌ عَلٰی اَنَّ الْاِنْذَارَ الثَّانِیَ اَبْلَغُ اور کبھی ایک کلمہ کو مکرر لاتے ہیں بخیال کسی نکتہ کے اور (نکتہ) کی قید
اس لئے لاتے ہیں تاکہ اطناب ہو جاوے نہ تطویل ورنہ وہ نکتہ تاکید انذار ہے قول مذکور میں پس لفظ
(کَلَّا) میں زجر و تنبیہ ہی انہماک دنیاوی سے اور سوف تعلمون میں انذار و تخویف ہے ہول محشر سے
اور تکریر میں تاکید زجر و انذار ہے اور لفظ ثم میں دلالت ہے کہ انذار دوم ابلغ ہی اول سے اور
یہاں پر (ثم) بعد مرتبے کے لیے ہی نہ بعد زمانے کے واسطے وَاِمَّا بِالْاِیْغَالِ فَقِیْلَ ھُوَ خَتْمُ الْبَیْتِ
بِمَا یُفِیْدُ نُکْتَۃً یَتِمُّ الْمَعْنٰی بِدُوْنِہَا کَزِیَادَۃِ الْمُبَالَغَۃِ فِیْ قَوْلِہَا اور کبھی بذریعہ ایغال
کے اور یہ ماخوذ ہے اَوْغَلَ فِی الْبِلَادِ سے یعنے دور چلا گیا شہروں میں اور اس کی تفسیر میں اختلاف
ہے بعض کہتے ہیں کہ آخر بیت میں بجہت کسی نکتہ کے ایسے الفاظ لاویں کہ اصل معنے بے اسکے تمام ہو جاویں
اور وہ نکتہ یا تو زیادتی مبالغہ ہے جیسا خنسا کا قول بھائی کے مرثیہ میں شعر وَاِنَّ صَخْرًا لَتَاْتَمُّ
الْھُدَاۃُ بِہٖ + کَاَنَّہٗ عَلَمٌ فِیْ رَاْسِہٖ نَارٌ + (علم پہاڑ بلند (صخر) نام ممدوح ہداۃ جمع ہادی
یہاں اصل مراد شعر کاَنَّہٗ عَلَمٌ پر پورا ہو گیا ہے یعنی تشبیہ ہدایت میں مگر الفاظ (فی راسہ نار) آخر
بیت میں بقصد مبالغہ زیادہ کردیے گئے ہیں یعنی البتہ بھائی صخر کے ساتھ رہنمایان قوم اقتدا کر رہے
ہیں گویا وہ بلند پہاڑ ہے جسمیں آگ روشن ہے یعنی دو طرح کی رہنمائی اسمیں موجود ہے وَتَحْقِیْقِ
التَّشْبِیْہِ فِیْ قَوْلِہٖ شعر کَاَنَّ عُیُوْنَ الْوَحْشِ حَوْلَ خِبَائِنَا + وَاَرْحُلِنَا الْجَزْعُ
الَّذِیْ لَمْ یُثَقَّبِ + یا وہ نکتہ تحقیق تشبیہ ہوتا ہے جزع بالفتح خرزیانی سیاہ و سفید۔ ترجمہ گویا

ہمارے خیمون اور منزلون کے آس پاس نیل گاے اور ہرن کی آنکھین ناسفتہ موتی ہین تپس لعیون الوحش کو تشبیہ جزع کے ساتھ دیگئی اور لفظ لم تیقب تحقیق تشبیہ کے لیے لایا گیا کیونکہ (عین الوحش) موتی ناسفتہ کے بہت مشابہ ہوتا ہے۔ اور اصمعی کہتے ہین کہ نیل گاے و ہرن جب زندہ ہوتے ہین تو انکی چشم سیاہ رہتی ہین اور جب مرجاتی ہین تو سفید ہوجاتی ہین اس سے معلوم ہوا کہ بعد موت کے جزع سے تشبیہ دینا مراد ہے کیونکہ جزع مین سیاہی اور سفیدی ہوتی ہے اور بیان مراد بیان کثرت شکار ہے یعنی کثرت شکار سے رعیون الوحش کثیر ہین اور اس تفسیر کے لحاظ سے ایغال شعر کے ساتھ خاص ہوا وَقِیلَ لَا یَخْتَصُّ بِالشِّعْرِ لہذا بجائے ختم البیت کے ختم الکلام ہوگا جو عام ہے شعر سے وَمَثَّلَ بِقَوْلِهِ تَعَالٰی قَالَ یَا قَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِیْنَ اتَّبِعُوا مَنْ لَّا یَسْئَلُکُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۔ اور بدون ذکر وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ مراد کلام پورا تھا اسلئے کہ رسول البتہ مہتدی ہے مگر اسمین زیادتی ترغیب ہے رسولون کی اتباع مین وَاَمَّا بِالتَّذْيِيْلِ وَهُوَ تَعْقِيْبُ الْجُمْلَةِ بِجُمْلَةٍ تَشْتَمِلُ عَلٰى مَعْنَاهَا لِلتَّوْكِيْدِ اور کبھی اطناب بذریعہ تذییل ہوتا ہے یعنی اول ایک جملہ لاتے ہین اور بعد اسکے دوسرا جملہ جو اول کے معنے پر مشتمل ہو بقصد تاکید اور یہ ایغال سے عام ہے بایں جہت کہ ختم کلام وغیرہ مین ہوتی ہے اور خاص ہے اس لحاظ سے کہ ایغال کبھی بغیر جملہ اور بغیر تاکید کے بھی ہوتا ہے وَهُوَ ضَرْبَانِ ضَرْبٌ لَمْ يُخْرَجْ مَخْرَجَ الْمَثَلِ نَحْوُ جَزَيْنَاهُمْ بِمَا كَفَرُوْا وَهَلْ نُجَازِيْ اِلَّا الْكَفُوْرَ عَلٰى وَجْهٍ اور یہ تذییل دو قسم پر ہے ایک یہ کہ جملہ دوم بطور ضرب مثل یعنی مستقل بالافادہ نہو بلکہ ماقبل پر موقوف ہو اور (هَلْ نُجَازِيْ اِلَّا الْكَفُوْرَ) مین دو صورتین ہین ایک مین ضرب اول کی مثال ہوگی جبکہ جزاء مخصوص مراد ہو کیونکہ اسوقت ماقبل سے تعلق ہوگا۔ اور دوسری صورت مین (نجازی) بمعنے نعاقب ہوگا اس بنا پر کہ مجازات نام مکافاۃ کا ہے (ان خیرًا فخیر وان شرًا فشر) لہذا یہ صورت ضرب ثانی سے ہوگی اسلئے کہ اسکو ماقبل سے کچھ تعلق نہین ہے وَضَرْبٌ اُخْرِجَ مَخْرَجَ الْمَثَلِ نَحْوُ وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا اور دوم یہ کہ بطور ضرب مثل ہو یعنے جملہ ثانیہ کا حکم ماقبل سے منفصل ہو
جو جاری مجریٰ مثال ہے باعتبار استقلال اور ظہور استعمال کے اور (اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا)
بطور ضرب مثل تاکید ہے جملہ (وَزَهَقَ الْبَاطِلُ) کی ترجمہ فرمادیجیے کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا اسلیے
کہ باطل مٹ جانے کے سزاوار ہے وَهُوَ اَيْضًا اِمَّا لِتَاكِيْدِ مَنْطُوْقٍ كَهٰذِهِ الْاٰيَةِ اور
تذییل مطلقًا دو قسم پر ہے بقرینہ لفظ ایضًا اول یہ کہ تاکید منطوق کلام کی ہو جیسا (زہوق باطل)
منطوق ہے قول (وَزَهَقَ الْبَاطِلُ) میں وَاِمَّا لِتَاكِيْدِ مَفْهُوْمٍ كَقَوْلِهٖ شعر وَلَسْتَ
بِمُسْتَبْقٍ اَخًا لَا تَلُمُّهٗ + عَلٰى شَعَثٍ اَيُّ الرِّجَالِ الْمُهَذَّبُ + (الْمُسْتَبْقِي) اسم فاعل از استبقاء (بمعنی باقی رکھنے والا) (اَخًا) یا
از ضمیر لست (عَلٰى) بمعنے مع (شَعَثٍ) تفرق یعنے خصال ذمیمہ پس یہ کلام باعتبار مفہوم کے دلالت کرتا
ہے نفی رجل کامل پر اور (اَيُّ الرِّجَالِ الْمُهَذَّبُ) استفہام انکاری تاکید ہے اسکی یعنی رجال میں کوئی
حمیدہ فعال اور پسندیدہ خصال نہیں ہے ترجمہ یعنی ایسا بھائی جسکی تم تشتت کی حالت میں درستگی
واصلاح نکرو تم اس کی مودت ومحبت قائم رکھنے پر قادر نہیں ہو کیونکہ مرد کامل مفقود ہے پس کہاں ہے
مرد مہذب یعنے نہیں ہے وَاِمَّا بِالتَّكْمِيْلِ وَيُسَمّٰى الْاِحْتِرَاسَ اَيْضًا وَهُوَ اَنْ يُّؤْتٰى فِيْ
كَلَامٍ يُّوْهِمُ خِلَافَ الْمَقْصُوْدِ بِمَا يَدْفَعُهٗ ۔ اور کبھی بطور تکمیل کے
اور اسکو احتراس بھی کہتے ہیں اسلیے کہ اسمیں تحفظ کلام کا نقصان ایہام سے ہوتا ہے اور اسیوجہ سے
اسکا تکمیل نام رکھا گیا اور اصطلاح میں وہ یہ ہے کہ اول کلام میں شبہ وایہام خلاف مقصود ہوتا
ہو ۔ اسکو دوم کلام سے دفع کردیں اور یہ دافع کبھی وسط کلام میں ہوگا اور گاہے آخر میں مثال
اول کی شعر طرفہ كَقَوْلِهٖ فَسَقٰى دِيَارَكَ غَيْرَ مُفْسِدِهَا + صَوْبُ الرَّبِيْعِ وَدِيْمَةٌ
تَهْمِيْ + (صوب) نزول مطر (دیمہ) جھڑی (تہمی) تسیل (جونکہ کبھی کثرت بارش خرابی اور
فساد (دیار) کا موجب ہو جاتی ہے جو خلاف مراد ہے اسلیے لفظ (غیر مفسدہا) لاکر اس وہم کو دفع
کردیا ترجمہ سیراب کردے تمھارے گھروں کو بارش اور موسلا دھار جھڑی اور مثال دوم نحو

اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکَافِرِیْنَ اذلہ جمع ذلیل نرم مزاج۔ اعزہ جمع عزیز قوت وار چونکہ اول سے ضعف وناتوانی مفہوم ہوتی ہے اسلیئے اعزہ کا لفظ لاکر اسے دفع کردیاکہ وہ تذلل انکا بطور تواضع وانکساری ہے چنانچہ یہی وجہ کر ذل کو بذریعہ علٰی متعدی کیاگیا بوجہ تضمن معنے عطوفت وشفقت کے اور نیز جائز ہے کہ تعدیہ بہ علی اسے غرض دلالت ہے اسبات پر کہ وہ حضرات باوجود شرف فضل وعلو رتبت کے عوام مومنین کے ساتھ منکسر مزاجی سے پیش آتے ہیں۔ وَ

اَمَّا بِالتَّتْمِیْمِ وَھُوَ اَنْ یُّؤْتٰی فِیْ کَلَامٍ لَا یُوْھِمُ خِلَافَ الْمَقْصُوْدِ بِفَضْلَۃٍ لِنُکْتَۃٍ

کَالْمُبَالَغَۃِ نَحْوُ وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ اور کبھی بذریعہ تتمیم کے اور وہ یہ ہے کہ کسی کلام میں جو شبہ خلاف مقصود سے خالی ہے کسی قدر الفاظ زیادہ کردیں کسی غرض ومطلب سے مثلاً مبالغہ اور فضلہ سے مراد وہ لفظ ہے جو نہ جملہ مستقلہ ہو اور نہ رکن کلام ہو مثل مفعول وحال و تمیز وغیرہ کے اور جسنے یہ مراد لی کہ سوا ے اسکی اصل معنے تام ہو جاویں تو اسکا رد مصنف رح کی کتاب الایضاح سے واضح ہے کیونکہ یہ معنے تتمیم کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں بلکہ تکمیل والحال میں بھی پایا جاتا ہے (علی) بمعنے مع اور واضح رہے کہ یہ مطلب جب ہے کہ ضمیر حبہ کی طعام کی جانب راجع ہو یعنے وہ لوگ باوجود محبت طعام واحتیاج کے اپنا کھانا فقرا کو کھلاتے ہیں اور اگر ضمیر مجرور (لفظ اللہ) کیطرف عائد ہو تو اسوقت اصل مراد کا تادیہ ہوگا نہ مثال تتمیم کی یعنے اللہ تعالے کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں۔ وَاِمَّا بِالْاِعْتِرَاضِ وَھُوَ اَنْ یُّؤْتٰی فِیْ اَثْنَاءِ الْکَلَامِ

اَوْ بَیْنَ کَلَامَیْنِ مُتَّصِلَیْنِ مَعْنًی بِجُمْلَۃٍ اَوْ اَکْثَرَ لَا مَحَلَّ لَھَا مِنَ الْاِعْرَابِ لِنُکْتَۃٍ

سِوٰی دَفْعِ الْاِیْھَامِ کَالتَّنْزِیْہِ فِیْ قَوْلِہٖ اور کبھی اطناب بذریعہ جملہ معترضہ کے ہوتا ہے یعنی درمیان کلام واحد یا دو کلام متصل معنے کے ایک یا کئی جملے معترضہ جنکے لیے کوئی محل اعراب نہیں ہے لاتے ہیں سوا ے دفع ایہام کے کسی اور نکتہ کے لئے اور کلام سے یہاں پر صرف مجموع مسند الیہ ومسند مراد نہیں بلکہ مع متعلقات کے مراد ہیں مثلاً فضلات وتوابعات اور اتصال معنے سے مراد یہ

کر دوم کلام بیان ہو یا تاکید یا بدل کلام اول سے اور وہ نکتہ یا بیان تنزیہ و تقدیس ہوگا جیسا اس
قول باری تعالے وَيَجْعَلُونَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهٗ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ہ مین سبحانہ جملہ ہے
بتقدیر فعل جو واقع ہوا ہے درمیان کلام کے اسلیئے کہ (ولہم ما یشتہون) کا عطف ہو رہا ہے (للّٰہ البنات)
پر اور یہ جملہ معترضہ ہے جو واسطے تنزیہ و تقدیس کے بڑھایا گیا یعنے وہ کفار اللہ تعالے کے لیے بیٹیاں اور
اپنے لئے جو خواہش کرتے ہین بیٹیاں یعنی بیٹے اللہ تعالے پاک اور منزہ ہے اس سے وَالدُّعَاءِ
فِي قَوْلِهٖ شعر اِنَّ الثَّمَانِيْنَ وَبُلِّغْتَهَا + قَدْ اَحْوَجَتْ سَمْعِيْ اِلٰى تَرْجُمَانٍ +
او وہ نکتہ دعا ہوگی جیسا اس شعر مین (و بلغتہا) جملہ معترضہ ہے درمیان کلام مین بقصد دعا اور ایسی جگہ وا
اعتراضیہ ہوتی ہے نہ عاطفہ اور نہ حالیہ ترجمہ اسی برس کی عمر نے کانون کو ترجمان اور مفسر کا محتاج کر دیا
اللہ کرے تم بھی اسی برس کے بڈھے ہو جاؤ یہ جملہ دعائیہ ہے وَالتَّنْبِيْهِ فِي قَوْلِهٖ شعر
وَاعْلَمْ فَعِلْمُ الْمَرْءِ يَنْفَعُهٗ + اَنْ سَوْفَ يَاْتِيْ كُلُّ مَا قُدِرَا + یا وہ نکتہ تنبیہ ہوگی
جیسا جملہ (فعلم المرء ینفعہ) معترضہ ہے درمیان اعلم اور اس کے مفعول یعنی ان سوف الخ کے کیونکہ
یہ اَنْ مخففہ ہے مثقلہ سے اور ضمیر شان محذوف ہے یعنی مقدرات خداوندی ضرور آسینگے اگرچہ انمین
قدرے تاخیر ہو اور یہ کلام بغرض تسلی دلانے کے کہا جاتا ہے فائدہ اعتراض اور تتمیم مین نسبت
تباین ہے اسلیئے کہ تتمیم فضلہ سے ہوتی ہے اور فضلہ مین اعراب ضروری ہے اور اعتراض تکمیل سے بھی
مباین ہے کیونکہ یہ دفع وہم خلاف مقصود کے لئے ہوتی ہے اور اعتراض علاوہ اسکے کسی اور نکتہ کے
لئے ہوتا ہے اور ایغال سے بھی مباین ہے کیونکہ یہ آخر کلام مین ہوتا ہے اور اعتراض وسط مین
البتہ یہ بعض صورتین تذییل کو شامل ہے وہ یہ کہ کوئی جملہ جسکے واسطے محل اعراب نہین اور دو جملے متصل
معنے کے درمیان واقع ہو جاوے اسلیئے کہ دو کلام کے درمیان ہونا اور نہونا تذییل مین کوئی شرط
نہین بلکہ جائز ہے ہو یا نہو اب اس سے ظاہر ہوگیا فساد قول اس شخص کا جو اعتراض کو تذییل کا مباین
اسوجہ سے بتاتا ہے کہ اعتراض مین وسط کلام یا دو کلام متصل معنے مین ہونا شرط ہے اور تذییل مین

شرط نہیں ہے الحاصل عدم شرطیت وجود کے منافی نہیں ہے یعنی بغیر شرطیت کے وسط مین واقع ہوسکتا
ہے لہذا اس صورت مین تذییل اور اعتراض دونون جمع ہوسکتے ہین خوب سمجھ لو وَمِمَّا جَاءَ بَيْنَ
كَلَامَيْنِ وَهُوَ اَكْثَرُ مِنْ جُمْلَةٍ اَيْضًا قَوْلُهُ تَعَالٰى ۔ منجملہ اعتراض کے جو ایک جملہ سے
اکثر ہے واقع ہو درمیان دو کلام کے یہ قول باری تعالےٰ کا ہے۔ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ
اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ٥ یہ معترضہ اکثر ہے جملہ واحدہ سے
اسلئے کہ یہ کلام مشتمل ہے دو جملہ پر اور دو کلام کے درمیان واقع ہے اول (فاتوہن من حیث امرکم اللہ) اور
دوم (نساءکم حرث لکم) اور نیز یہ دونون کلام متصل معنے ہین اور نِسَاۤؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ بَيَانٌ
لِقَوْلِهٖ یہ بیان ہے قول فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ کیلئے اور وہ محل اتیان مکان
حرث ہی ہے یعنی قُبُل کیونکہ اتیان نساء کی غرض اصلی طلب ولد و بقاء نسل ہے نہ قضاء شہوت اور اس
معترضہ مین نکتہ ہے ترغیب مامور بہ اور ترہیب منہی عنہ سے وَقَالَ قَوْمٌ قَدْ
تَكُوْنُ النُّكْتَةُ فِيْهِ غَيْرَ مَا ذُكِرَ اور ایک قوم نے کہا ہے کہ کبھی نکتہ اعتراض مین مذکور کا غیر ہوتا ہے
اے (سوے دفع الایہام) حتے کہ کبھی دفع ایہام خلاف مقصود ہوگا اسلیے کہ (سوائے دفع ایہام) کا
غیر جیسے کبھی دفع ایہام ہوسکتا ہے گو لزوم کلی نہو نَحْوُ جَوَّزَ بَعْضُهُمْ وُقُوْعَهٗ اٰخِرَ جُمْلَةٍ لَا تَلِيْهَا
جُمْلَةٌ مُتَّصِلَةٌ بِهَا پھر وہ لوگ جو قائل ہین کہ کبھی وہ نکتہ دفع ایہام ہوتا ہے دو گروہ ہوگئے ہین ایک
گروہ وہ ہے جو اعتراض کو آخری جملہ مانتا ہے جسکے بعد کوئی جملہ اتصال اور تعلق رکھنے والا نہو یعنے
یا دوسرے سے کوئی جملہ اسکے بعد نہ واقع ہوا اور اسوقت جملہ معترضہ بالکل آخر کلام مین ہوگا یا واقع تو ہو
مگر اسکو اتصال معنوی جملہ معترضہ سے نہو وہذا الاصطلاح مذکور فی مواضع من الکشاف تب اسکے نزدیک
معترضہ کی تعریف یون ہوگی۔ اَنْ يُّؤْتٰى فِيْ اَثْنَاۤءِ الْكَلَامِ اَوْ اٰخِرِهٖ اَوْ بَيْنَ كَلَامَيْنِ مُتَّصِلَيْنِ اَوْ غَيْرِ
مُتَّصِلَيْنِ بِجُمْلَةٍ اَوْ اَكْثَرَ لَا مَحَلَّ لَهَا مِنَ الْاِعْرَابِ لِنُكْتَةٍ سِوٰى كَانَتْ دَفْعَ الْاِيْهَامِ اَوْ غَيْرَهٗ یعنے جملہ معترضہ عام
ہے کہ وسط کلام مین واقع ہو یا اخیر مین اور نیز خواہ دو کلام متصل مین واقع ہو یا غیر متصل مین اور نیز وہ

نکتہ عام ہے کہ دفع ایہام ہو یا اسکا غیر فَیَشْمَلُ بِھٰذَا التَّفْسِیْرِ التَّذْیِیْلَ وَبَعْضَ صُوَرِ
التَّکْمِیْلِ پس وہ اعتراض یہاں تفسیر تذییل کو مطلقًا اور نیز بعض صورتوں تکمیل کو شامل
ہوگا اور تذییل میں ایسا جملہ ہونا واجب ہے جسکے لئے محل اعراب نہو تاکہ جملہ معترضہ بیانیہ صادق آسکے
اور تکمیل میں وہ صورت لی جاویگی کہ جملہ بے محل اعراب ہو کیونکہ تکمیل کبھی با جملہ اور کبھی بے جملہ ہوتی ہے
اور جملہ تکمیلیہ نیز کبھی ذات اعراب ہوتا ہے اور کبھی غیر ذات اعراب البتہ تتمیم کے مباین ہوتا ہے اور
بعضوں نے اعتراض اور تتمیم میں امتیاز و فرق یوں کیا ہے کہ تتمیم میں جملہ ہونا شرط نہیں جیسا اعتراض
میں شرط ہے مگر یہ قول غلط ہے (جیسا ان الانسان یباین الحیوان) اور یہ اسلئے کہ حیوان میں نطق شرط
نہیں ہے اور خاص عام کے مباین نہیں ہوتا بلکہ خاص ایک فرد ہوتا ہے عام کا وَبَعْضُھُمْ کَوْنَہٗ غَیْرَ
جُمْلَۃٍ فَیَشْمَلُ بَعْضَ صُوَرِ التَّتْمِیْمِ وَالتَّکْمِیْلِ اور گروہ دوم نے اعتراض کو غیر جملہ بھی جائز رکھا ہے
اَب انکے نزدیک تفسیر اعتراض کی یوں ہوگی (ان یؤتی فی اثناء الکلام اَوْ بَیْنَ کلامین متصلین معنٰے
بجملۃ او غیرہا لنکتۃ) یعنے اعتراض عام ہے جملہ ہو یا مفرد پس اس تفسیر کے اعتبار سے اعتراض شامل ہوگا
بعض صورتوں تتمیم کو اور وہ یہ کہ آخر کلام میں نہو اور بعض صورتوں تکمیل کو اور وہ یہ کہ تکمیل اثناء کلام میں
واقع ہو یا دو کلام متصل کے درمیان اور یہ قیود اسلئے لگائی گئی ہیں تاکہ بیانیہ اعتراض صادق آسکے
لکونہٖ فی وسط الکلام او بین الکلامین المتصلین معنےً وَاِمَّا بِغَیْرِ ذٰلِکَ کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی اَلَّذِیْنَ
یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَہٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّھِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِہٖ فَاِنَّہٗ
لَوِ اخْتُصِرَ لَمْ یُذْکَرْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِہٖ اور (و اما بغیر ذالک) کا عطف ہو رہا ہے (اما بالایضاح
بعد الابہام) پر جیسا قول باری تعالٰے میں اگر اختصار یعنی ترک اطناب اختیار کیاجاتا تو جملہ (ویؤمنون
بہ) کا ذکر نہوتا اور لفظ اختصار کی تفسیر ترک اطناب سے اسلئے کی ہے کہ لفظ بالمعنے العام ایجاز و مساوات
دونوں کو شامل ہوتا ہے چنانچہ اوپر اسکی تحقیق گذرچکی ہے لِاَنَّ اِیْمَانَھُمْ لَا یُنْکِرُہٗ مَنْ یُّثْبِتُھُمْ
اور ذکر کی ضرورت اسلئے نہیں ہے کہ جو شخص حاملین عرش کو مانتا ہے ان کی تسبیح و تحمید کا بھی قائل ہے

تو وہ انکی مومن ہونیکا انکار کرینگا لہذا اس جملہ کو ذکر کی کچھ ضرورت نہین لیکن بعض نسخون مین ہے یعلمونا وحسن ذکرہ اظہار شرف الایمان ترغیباً فیہ اور اچھا کر دیا ہے قول مذکور سے ذکر کو شرافت ایمانی کے اظہار کی بغرض ترغیب فی الایمان اور یہ جو المناب بعوہ مذکور ساتھ سے مغایر ہے چنانچہ یہ امر تامل صادق سے واضح ہوسکتا ہے ترجمہ وہ فرشتے جو حاملین عرش ہین اور عرش کے ارد گرد رہتے ہین خدائے جل مجدہ کی تسبیح و تحمید مین مشغول ہین اور پر ایمان رکھتے ہین واعلموا انہ قد یوصف الکلام بالایجاز و الاطناب باعتبار کثرۃ الحروف وقلتھا بالنسبۃ الی کلام اٰخر مساوٍ لہ فی اصل المعنی ف اور کبھی کلام ایجاز و اطناب باعتبار کثرت و قلت حروف کے ہوتا ہے بہ نسبت دوسرے کلام کے جو اسکی اصل مطلب مین اسکا مساوی ہو پس جس کلام کے حروف اکثر ہونگے وہ مطنب اور جسکے اقل ہونگے وہ موجز کہلائیگا مثلاً مصرع شعر اول اور شعر دوم ہم مضمون ہین مگر شعر دوم مین حروف زیادہ ہین لیس دوم مین بہ نسبت اول کے اطناب ہے مثال مصرع اول کقولہ شعر یصد عن الدنیا اذا عنّ سؤددٌ ٭ ولو برزت فی زی عذراء ناھد ٭ یصد یعرض عنّ بمعنی ظہر سؤدد بمعنی سیادت الزی بمعنے الھیئۃ العذراء بمعنی باکرہ ناھد بلندی پستان ترجمہ ممدوح اعراض کرتا ہے دنیا سے جبکہ سیادت و سرداری ظاہر ہوتی اگرچہ دنیا عورت باکرہ بلند پستان کی ہیئت و لباس مین جلوہ گر ہو شعر دوم اسی مضمون مین ولست بنظار الی جانب الغنی ٭ اذا کانت العلیاء فی جانب الفقر ٭ لست بصیغہ متکلم بقرینہ نظر و الی الصبار علی الیؤس ٭ وحسبک ان اللہ اثنی علی الصبر یعنے مین صاحب صابر ہون حوادث زمانہ پر اور تجھے یہ دلیل کافی ہے کہ اللہ تعالے نے صبر جمیل پر تعریف فرمائی ہے اپنا حال شاعر حال اور بزرگی کی خواہش ظاہر کرتا ہوا کہتا ہے کہ راحت گمنامی سے سیادت با مشقت زیادہ محبوب ہے میرے نزدیک پس اس بیت مین نسبت مصرع سابق کے اطناب ہے وَیَقرُبُ مِنہُ قَولُہُ تعالٰی لَا یُسئَلُ عَمَّا یَفعَلُ وَھُم یُسئَلُونَ وَقَولُ الحَمَاسِیِّ ٭ شعر وننکر ان شئنا علی الناس قولھم ٭ وَلَا ینکرون القول حین نقول شاعر اپنی ریاست و حکومت بیان کرتا ہے کہ ہم لوگ دوسرون کی بات کو رد و باطل کر سکتے ہین مگر کسی دوسرے کی مجال نہین کہ ہم پر اعتراض کر سکے پس آیۃ کریمہ مین ایجاز ہے بہ نسبت بیت کے یعنی خدا تعالی کسی فعل پر باز پرس نہین ہو سکتی اور وہ دوسرون سے باز پرس کریگا ف اقرب اسلئے کہا مصنف نے کہ آیۃ کریمہ کا مضمون شامل ہے ہر حال کو اور بیت خاص ہے قول کیساتھ لہذا دونون کلام اداء اصل معنی مین بھی برابر نہین ہین بلکہ کلام اللہ اصل وارفع ہے کیونکہ وہ اعلی طبقات البلاغۃ اسکے درجات تمت الحصۃ الثانیۃ وتتلوھا الثالثۃ